دشتِ تنہائی

محمد شاہد راس

انتساب

ان کے نام جو اس دنیا کی فانی محبتوں میں گم ہو کر اپنے اللہ کی محبت کو بھلا دیتے ہیں۔ مگر جب وہ انہیں محبتوں کے ذریعے انہیں توڑتا ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کرنے کی بجائے الٹا اس سے گلے شکوے کرنے لگتے ہیں۔ جس سے نہ تو وہ دنیا کی محبتوں میں سرخرو ہوتے ہیں نہ ہی اپنے اللہ کی نظر میں معتبر ٹھہر سکتے ہیں۔

محمد شاہد راس

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

دادی جان پلیز آج آپ ہمیں کوئی سچی کہانی سنائیں کیونکہ یہ جھوٹی کہانیاں سن سن کر اب ہم تھک چکے ہیں۔" بارہ سالہ بچے نے اپنی دادی کے ساتھ کمبل میں گھستے ہوئے کہا جبکہ پاس ہی بیٹھی اسکی دس سالہ بہن نے بھی اس کی بات پر تائیدی انداز میں اپنی گردن ہلائی تھی۔

"ٹھیک ہے بچو! اگر تم لوگ اتنا اصرار کر رہے ہو تو میں تمہیں ایک سچی کہانی سناتی ہوں۔ مگر تم لوگوں نے اسے اپنی پوری توجہ سے سننا ہو گا، کیا تم لوگ اس سچی کہانی کو توجہ سے سنو گے؟

دادی نے اپنے پوتوں سے پوچھا جو انکے ساتھ کمبل میں دبکے بڑی توجہ سے ان کی بات سن رہے تھے۔

"ہاں بلکل! دادی جان ہم پوری توجہ سے سنیں گے کیوں زائشہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ؟ بچے نے جوش سے کہتے اپنی بہن سے پوچھا جو ان دونوں کی جانب ہی متوجہ تھی۔

"جی دادو! ایسا ہی ہے بھائی بلکل کہہ رہے ہیں۔ ہم پوری توجہ سے آپکی کہانی سنیں گے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اس دس سالہ بچی کہ جسے اسکے بھائی نے زائشہ کہہ کر پکارا تھا، اپنی دادی کو یقین دلاتے ہوئے بولی کہ جیسا اس کا بھائی کہہ رہا ہے بلکل ویسا ہی ہو گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے بچو! تو پھر میں کہانی شروع کرتی ہوں مگر تم لوگوں نے سونا نہیں ورنہ پھر کل سے میں تم لوگوں کو کہانی نہیں سناؤں گی۔" دادی نے ان دونوں بچوں پر واضح کیا۔"

"جی دادی جان ہم کسی صورت نہیں سوئیں گے اور آخر تک پوری کہانی سنیں گے۔۔۔۔۔۔"

وہ بارہ سالہ بچے پر یقین انداز میں بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے بچو! تو پھر سنو۔"

دادی نے بچوں سے کہتے اپنی کہانی سنانی شروع کر دی۔

* * * \

آج وہ کئی دنوں بعد اپنی سہیلی کے ساتھ ریسٹورینٹ آئی ہوئی تھی۔ اسکی دوست پچھلے کافی عرصے سے اسے اپنے ساتھ کہیں باہر جانے کا کہتے تھک چکی تھی مگر وہ تھی کہ ہر وقت کتابی کیڑا بنی رہتی۔ شاید اسے دنیا میں اس سے زیادہ اہم کوئی اور کام دکھتا ہی نہیں تھا۔

بس جب دیکھو ہاتھ میں کتاب لیے بیٹھی پڑھ رہی ہوتی۔ اس کی اس عادت سے اس کے تمام دوست اور گھر والے سخت عاجز تھے۔ اسے اپنی پڑھائی کی جتنی فکر تھی اگر کسی دوسری چیز کی ہوتی تو یقیناً وہ اس میں بھی اپنی پڑھائی کی طرح ناقابل یقین حد تک کامیاب ہوتی۔

شروع سے لیکر آج تک وہ ہمشہ اے پلس گریڈ ہی لیتی آئی تھی۔ اور اگر خدانخواستہ کبھی اس کے کسی مضمون میں ایک آدھ نمبر کم آجاتا تو وہ پورے سکول، کالج یا پھر اپنے گھر کو کئی دنوں تک اپنے سر پر اٹھائے رکھتی۔

اسکے امی ابو اس کا پڑھائی سے حد سے زیادہ بڑھتا جنون دیکھ کر بہت پریشان رہتے تھے۔ کیونکہ پڑھائی کے علاوہ اسے کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ وہ تو پڑھائی کے اس جنون میں اپنی ذات تک کو بھلائے بیٹھی تھی۔

اسکی امی اسے زبردستی تین تین دن تک مسلسل پہنے ہوئے کپڑوں کو تبدیل کرنے پر مجبور کرتی تھیں ورنہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ پورا پورا ہفتہ ایک ہی سوٹ میں گزار دیتی جسکی اسگ کوئی پرواہ نہ تھی۔۔

خاندان میں کسی کی خوشی ی پھر شادی وغیرہ کی تقریبات کے موقعے پر بھی اس کا یہی حال ہوتا۔زیادہ تر تو وہ ایسی تقریبات میں جاتی نہیں تھی اور اگر کبھی اپنی امی کے زور دینے پر چلی جاتی، تو اس کا حلیہ ایسا ہوتا کہ جیسے وہ کسی شادی بیاہ می تقریب میں نہیں بلکہ کسی فوتگی میں شریک ہونے آئی ہو۔

اس کا حلیہ دیکھ کر اس کے رشتہ دار اس پر طرح طرح کی باتیں بناتے قہقہے لگاتے اور پیٹھ پیچھے بیٹھ کر اس پر کڑی تنقید کرتے، مگر وہ مست ملنگ بنی کسی کی بات کی کوئی پرواہ ہی نہ کرتی کہ جیسے یہ سب قہقہے اور باتیں اس کی ذات سے متعلق نہیں بلکہ کسی اور کے متعلق کی جارہی ہوں۔

اسکی امی اسے کہہ کہہ کر تھک چکی تھیں کہ بیٹا کم از کم ایسی تقریبات میں تو تیار ہو کر جایا کرو، کیونکہ ایسے حلیے میں وہاں جانے پر لوگ طرح طرح باتیں کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

مگر وہ ان کی بات کو رد کرتی ہمیشہ سفید رنگ کا بڑا سا فراق پہن کر ہر جگہ تشریف فرما ہو جاتی۔ جس پر اسکی ماں بیچاری اس کے اس حلیے کے متعلق تمام رشتہ داروں کو وضاحتیں دے دے کر ادھ موئی ہو جاتی تھیں۔

سفید رنگ چونکہ اس کا پسندیدہ رنگ تھا اسی لیے اس کے زیادہ تر کپڑوں کا رنگ سفید ہی تھا۔ اور ان سفید کپڑوں میں زیادہ تر تعداد انہیں سفید فراقوں کی تھی جنہیں وہ ہر جگہ اور ہر تقریب میں زیب تن کیے جاتی تھی۔

اپنی پسند سے کپڑے وہ عید کے عید ہی لیتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ مر کر بھی کبھی مارکیٹ کا رخ نہ کرتی کیونکہ اسے رش والی جگہوں پر جانے سے الجھن ہوتی تھی۔ وہ ایک تنہائی پسند انسان تھی کہ جسے اپنے ارد گرد چند مخصوص لوگوں کے علاوہ کسی اور کی موجودگی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے وہ ہمیشہ اکیلے رہنا ہی پسند کرتی تھی۔ دوسری طرف اسکے دوستوں کی تعداد بھی بہت کم تھی کہ جن کیساتھ وہ کھل کر بات کرتی تھی۔

اس کے علاوہ اس نے زندگی بھر اپنے چہرے پر صابن لگانے کے علاوہ اور کوئی چیز نہ لگائی۔ اور اس صابن کا استعمال بھی وہ خاص موقعوں پر کرتی کہ جیسے صبح اٹھ کر وضو کرتے وقت یا پھر کالج یا یونیورسٹی میں جاتے وقت، یا زیادہ سے زیادہ نہاتے وقت، بس اس سے زیادہ اپنے چہرے پر صابن بھی لگانا گویا وہ گناہ کبیرہ سمجھتی تھی۔

ویسے بھی اسے خوبصورت دکھنے کیلئے ان مصنوعی سہاروں کی ضرورت نہ تھی کہ جنہیں اسکی عمر کی لڑکیاں اپنی کل متاع حیات سمجھتی ہیں۔ اس کی ماں کی لاکھ منتیں اور کوششیں اسے مسکاراتک لگانے پر مجبور نہ کر سکیں، جس پر انہوں نے تنگ آکر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

وہ قدرتی طور پر حد درجہ دلکش نقوش اور سرخ و سفید رنگت کی مالک ایک خوبصورت دوشیزہ تھی۔ مہ جسے دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کو دل چاہتا۔ لیکن شاید اسے اپنی اس خوبصورتی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ کیونکہ اس کیلئے سب کچھ اس کی پڑھائی اور اچھے گریڈز تھے کہ جن کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

دوسرا اگر وہ اپنی ماں کی کوئی بات نہیں مانتی تھی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ اپنی ماں سے بدتمیزی کرتی تھی یا ان کے منہ پر ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتی تھی۔ بلکہ وہ خاموشی سے ان کی

تمام باتیں سنتی رہتی، لیکن وقت آنے پر اپنی مرضی کے مطابق ہی کام کرتی۔ حالانکہ اس کا ایسا کرنا بھی ایک طرح سے اپنی ماں کی بدتمیزی کرنے کے مترادف تھا۔

مگر پھر بھی وہ اپنی ماں سی کبھی اونچی آواز میں نہ بولی۔ اس کی ذات نہایت پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی کہ جسے سمجھنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

ان دنوں وہ کالج سے فارغ التحصیل ہو کر یونیورسٹی کی دنیا میں قدم رکھ چکی تھی۔ یعنی اب اسے ہر وقت وجہ بے وجہ پڑھنے اور پڑھتے ہی رہنے کا باقاعدہ پرمنٹ مل چکا تھا۔

وہ یونیورسٹی جا کر اتنی خوش ہوئی کہ اسکی دوستوں کو اس کے پاگل ہو جانے کا گمان ہوا۔

وہ کہ جس کی پڑھائی پہلے صرف اپنے کمرے تک محدود تھی اب بڑھتے بڑھتے آہستہ سے کھانے کی میز تک جا پہنچی تھی۔

اب اکثر کھانے کے وقت اسکے سامنے کھانے پینے کی چیزیں کم اور کتابیں زیادہ پڑی ہوئی دیکھائی دیتی تھیں۔ کھانے کے دوران اس کا نوالہ منہ میں جبکہ ساری توجہ سامنے میز پر کھلی کتاب پر ہوتی۔۔

اسکی امی اسے پیار، غصے الغرض ہر لحاظ سے سمجھا بجھا کر تھک گئیں تھیں کہ بیٹا پڑھنا اچھی بات ہے۔ مگر پڑھائی کو اپنے سر پر اس قدر سوار کر لینا کہ انسان کو کھانے پینے یہاں تک کہ اپنی ذات تک کا ہوش نہ رہے سراسر نقصان اور کم عقلی ہے۔

مگر وہ ان کی بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی۔ جس پر وہ تلملا کر رہ جاتیں مگر پھر آہستہ آہستہ سے انہوں نے اسکی اس عادت سے سمجھوتا کر لیا تھا کیونکہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی اور چارا نہیں تھا۔

آج بھی اس کی دوست رابعہ اسے زبردستی گھر سے گھسیٹ کر اپنے ساتھ وہاں لائی تھی کیونکہ باہر شہر کا موسم بہت سہانا ہو رہا تھا۔ دسمبر کی وہ ٹھنڈی شام کہ جس میں ہلکی ہلکی سی بوندا باندی اور ہوا کی آمیزش شامل تھی اس وقت پورے ماحول پر ایک مسرور کن سا احساس طاری کیے ہوئی تھی۔

وہ دونوں اپنے وجود کو ریشم کی بڑی بڑی سی گرم چادروں میں لپیٹے گلاس ونڈو کے پاس والی کرسیوں پر بیٹھیں گلاس ونڈو سے باہر اس پر کیف موسم کو دیکھتے ہوئے انجوائے کر رہی تھیں۔

"اب بتاؤ پھر کیسا لگا تمہیں یہاں آکر اس خوبصورت موسم کو انجوائے کرنا۔" رابعہ نے دلچسپی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا جس سے واضح نظر آرہا تھا کہ وہ یہاں آکر اچھا محسوس کر رہی تھی۔

"ہاں بہت اچھا لگا اور موسم بھی دیکھو کتنا پیارا ہو گیا ہے۔ ویسے تمہارا بہت شکریہ کہ تم مجھے یہاں لے کر آئی۔"

اس نے ممنون انداز میں رابعہ کو جواب دیا۔

"چلو شکر ہے کہ تمہیں پڑھائی کے علاوہ بھی کوئی چیز پیاری اور اچھی لگی۔ بھائی اللہ نے انسان کو یہ زندگی اسی لیے دی ہے کہ وہ اسے پر اپر طریقے سے جیے، نا کہ کسی ایک چیز کو اپنے سر پر سوار کر کے باقی ہر شے سے بے نیاز ہو جائے بلکل تمہاری طرح، بھائی کبھی اس کتابی دنیا سے باہر نکلو تو تمہیں پتہ چلے کہ یہ دنیا کتنی حسین ہے۔"

رابعہ نے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی سے کہا جو اسکی بات سن کر برے برے سے منہ بنا رہی تھی۔ کیونکہ وہ اسکی بار بار کہی جانے والی باتوں تو اب مزید نہیں سن سکتی تھی۔ اس لیے اس کی ان باتوں پر منہ بنا کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھی۔

"اچھا یار اب ہر جگہ نہ شروع ہو جایا کرو۔ اب یہاں لے ہی آئی ہو تو کچھ کھلا ہی دو۔ ویسے موسم کی مناسبت سے تو پکوڑے، سموسے یا پھر کوئی اور چٹپٹی چیز ہی بہتر رہے گی۔ آگے تم بتاؤ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔"

خیال تو نیک ہیں محترمہ مگر چلو آج تمہاری فرمائش پر سموسے اور چاٹ کھاتے ہیں ورنہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ایسی چیزیں نہیں کھاتی۔"

رابعہ نے اسکی فرمائش پر پاس کھڑے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا، اور پھر ویٹر کے قریب آتے ہی اسے سموسوں اور چاٹ کا آرڈر دے کر اپنے سامنے بیٹھی دوست کو دیکھنے لگی جو گلاس ونڈو سے باہر گرتی بارش کی ننھی ننھی سی بوندوں کو گرتا دیکھنے میں محو تھی۔

"عالی باہر کیا دیکھ رہی ہو؟ کہیں کوئی شہزادہ تو نہیں نظر آ گیا کہ جس کے سحر میں تم پوری طرح سے جکڑ چکی ہو۔"

رابعہ نے اسے اسکے نک نیم سے بلاتے ہوئے شرارت بھرے انداز میں کہا جس پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوتی تیکھے چتونوں سے اسے گھورنے لگی۔

"یہ آپ کچھ دیر پہلے کیا فضول گوئی کر رہی تھیں، ذرا بتانا پسند کریں گی؟" عالیہ نے ترش لہجے میں اس سے پوچھا جواب لٹکے ہوئے منہ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"یار آخر تم اتنی خشک مزاج کیوں ہو۔ تمہاری عمر کی لڑکیاں تو ایسی باتیں کرنا اور سننا پسند کرتی ہیں مگر تم پتہ نہیں کس مٹی کی بنی ہوئی ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی بوڑھی عورت کی روح تم میں گھس گئی ہو کہ جسے ان سب باتوں سے نفرت ہے۔"

رابعہ نے اس سے کہتے اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار کیا۔

"ہاں مجھے نہیں پسند ایسی چیپ باتیں کیونکہ ایسی باتیں کرنا میرا اسٹینڈرڈ نہیں ہے۔ تم بھی ایسی باتیں سوچنے سے اور کرنے سے باز آجاؤ۔ یار ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں ہمیں گاؤں اور دیہاتوں میں رہنے والوں کی طرح ایسی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔

ایسی باتیں گاؤں کے جاہل گنوار لڑکے اور لڑکیاں ہی کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں اسکے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ اب اگر ہم بھی انہیں کی طرح کسی خوبصورت مرد یا پھر عورت کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرنے لگیں گے، تو پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق باقی رہ جائے گا۔

اس لیے اپنی سوچ تھوڑی وسیع کرو اور کتابوں کا مطالعہ کرو یقیناً تمہیں بہت کچھ سیکھنے اور جاننے کو ملے گا۔"

عالیہ نے اسکے سامنے تقریر کرتے آخر میں اپنے من پسند کام کا تذکرہ کرتے اسے بھی کچھ سیکھنے سمجھنے کا مشورہ دیا جس پر رابعہ کا دل کیا کہ اپنے سامنے بیٹھی اس لڑکی کا سر پھاڑ دے، مطلب اتنا بھی کیا سوبر ہونا کہ انسان زندگی کا مزہ ہی نہ لے سکے۔

"اے بہن یہ دیکھ میرے بندھے ہوئے ہاتھ غلطی ہو گئی جو تجھ سے ایسی بات کہہ دی۔ آج کے بعد اگر مجھے کوئی گردن پر چھری رکھ کر بھی تجھ سے ایسی بات کہنے کا کہے گا تو میں پھر بھی نہیں کروں گی۔ غضب خدا کا محترمہ کہاں کی بات کہاں تک لے گئیں۔"

رابعہ نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے جوڑتے معافی مانگنے والے انداز میں کہا کیونکہ وہ مزید اس کی اس قسم کی باتیں سننے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھی۔

"اوکے دیٹس گریٹ کہ تمہیں اپنی غلطی کا ادراک ہو گیا ہے۔ بس آئندہ مجھ سے ایسی کوئی بھی کرنے سے پہلے سو بار سوچ لینا۔"

عالیہ نے بے تاثر چہرے کیساتھ رابعہ سے کہا جس پر وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

اسی دوران ویٹر ان کا آرڈر لے کر آ گیا جسے وہ دونوں خاموشی سے کھانے لگیں۔

ابھی تک وہ سموسوں اور چاٹ سے لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ اچانک ایک لڑکا تیزی سے ریسٹورینٹ میں داخل ہوا اور ان سے کچھ فاصلے پر پڑی خالی کرسیوں میں سے ایک پر آ کر بیٹھ گیا۔

چاٹ کھاتی عالیہ کی نظر بلا ارادہ اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھے اس لڑکے پر پڑی، اور پھر پلٹنا بھول گئی۔ وہ جہاں تھی وہیں فریز ہو گئی۔

اس کے منہ کی طرف جاتا چاٹ سے بھرا چمچ ہوا ہی میں معلق ہو کر رہ گیا۔ وہ بنا سانس لیے اس لڑکے کو ہونکوں کی طرح دیکھ رہی تھی جو ویٹر کو آرڈر کرتے اپنے ارد گرد سے لاتعلق اپنی ہی دنیا میں مست بیٹھا ہوا تھا۔

چاٹ اور سموسوں سے لطف اندوز ہوتی رابعہ کی نظر جب عالیہ کے بے حس و حرکت وجود پر پڑی تو اس نے حیرت سے اسے آواز دی۔

"عالی کہاں گم ہو گئی ہو؟

رابعہ نے اسے بازو سے ہلا کر کہا جس پر وہ فوراً ہوش میں آئی.

"کک کیا ہوا؟

عالیہ نے ہوش میں آتے گھبرا کر رابعہ سے پوچھا کیونکہ اسے ڈر لاحق ہوا تھا کہ کہیں اس نے اسے اس لڑکے کو بنا پلک چھپکائے گھورتے دیکھ نہ لیا ہو۔

"کیا ہوا تم اتنی گھبرائی گھبرائی سی کیوں لگ رہی ہو اور بار بار اس جانب کیوں دیکھ رہی ہو کیا کوئی سیریس بات ہوئی ہے پلیز مجھے بتاؤ؟"

رابعہ نے اسے ہونکوں طرح گھبرا کر جواب دینے پر اس جانب دیکھتے ہوئے کہا کہ جہاں وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے نظریں چرا کر دیکھ رہی تھی۔

"کک------کچھ بھی تو نہیں ہے تم چھ..... چھوڑو ان باتوں کو اور کوئی نئی بات کرو۔"

عالیہ نے اسے اس لڑکے کی جانب دیکھ کر جلدی سے کہا جو ہنوز اپنی دنیا میں مگن بریانی اور چاٹ کھانے میں مصروف تھا۔

عالیہ کی بات پر رابعہ اس کی جانب متوجہ ہوئی کہ جس کی حالت غیر متغیر ہو رہی تھا۔ رابعہ نے اس کے سفید پڑتے چہرے کو حیرت سے دیکھا، جسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے اسکی چوری پکڑ لی ہو۔

"عالی کیا بات ہے تمہارا چہرہ سفید کیوں پڑ رہا ہے۔"

رابعہ نے اسکے چہرے پر نظریں جمائے کہا جس پر وہ گڑبڑا سی گئی۔

"نن۔۔۔۔۔ نہیں ایسی تو کک۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں یقیناً تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے بھلا میرا چہرہ کیوں سفید پڑنے لگا۔"

عالیہ نے گھبراہٹ سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ لیے رابعہ سے کہا البتہ اس دوران اس کا دل دو سو کی سپیڈ سے دوڑ رہا۔ اسے خود بھی اپنی اس حالت کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر اس کے ساتھ یہ ہو کیا رہا ہے۔

"اچھا لیکن دیکھ کر لگ تو نہیں رہا۔ چلو چھوڑو ان باتوں کو اور یہ بتاؤ کہ اس بار تم اپنے ماموں کے بیٹے کی شادی میں جا رہی ہو یا نہیں کیونکہ تمہاری امی کہہ رہی تھیں کہ فلحال تم نے انہیں اس بارے میں کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔"

رابعہ نے عالیہ کے نہ بتانے پر بات بدلتے پوچھا جو ایک بار کہیں کھو چکی تھی۔

"او ہیلو میڈم میں تم سے بات کر رہی ہو؟"

رابعہ نے اسے پھر سے گم سم دیکھ کر اسکی نظروں کے تعاقب میں اپنی نظریں دوڑائیں تو وہاں صرف خالی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں، کہ جس طرف وہ دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ لڑکا وہاں سے اٹھ کر جا چکا تھا۔

"ہہ ہاں تت۔۔۔۔۔۔ تم کیا کہہ رہی تھی وہ میں ذرا"

"کیا ذرا؟ پتہ نہیں آج تمہیں یہاں آکر کیا ہو گیا ہے حالانکہ اس سے پہلے کبھی تم نے اس طرح سے ری ایکٹ نہیں کیا کہ جس طرح تم اس وقت کر رہی ہو۔"

رابعہ نے الجھتے ہوئے اس سے کہا جس پر وہ شرمندہ شرمندہ سی دیکھائی دے رہی تھی۔

"نہیں کچھ بھی نہیں ہے تمہیں ایسے ہی لگا ہو گا۔ اچھا چلو جلدی سے یہ سب ختم کرو پھر ہمیں واپس گھر بھی جانا ہے کیونکہ ہمیں یہاں آئے کافی دیر ہو چکی ہے جبکہ اوپر سے اندھیرہ بھی خاصہ گہرہ ہو گیا ہے اور سردی کی شدت میں بھی کافی اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیں جلدی یہاں سے نکلنا چاہیئے"

عالیہ نے جلدی سے چاٹ کھاتے رابعہ سے کہا جس پر وہ سر ہلاتی تیزی سے سامنے پڑے سموسوں اور چاٹ سے انصاف کرنے لگی۔ سب ختم کرنے کے بعد رابعہ نے اشارے سے ویٹر کو اپنے پاس بلا کر بل پے کیا۔ اور پھر وہا ں سے اٹھتے اپنے گرد پہلے سے لپٹی ہوئی ریشمی چادروں کو مزید اچھی طرح سے لپیٹتیں وہ ریسٹورینٹ سے باہر نکل گئیں۔

* * * \

جس پر انہوں نے بھی کہانی کو فلحال اسی جگہ پر روک کر آرام کرنے کا فیصلہ کیا کہ جس جگہ سے انہوں نے ان بچوں کو کہانی سنانا بند کی تھی۔

آرام سے اپنی آنکھوں پر لگے چشمے کو اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پھر اپنی آنکھوں میں اچانک دُر آ جانے والی نمی کو اپنے جھریوں زدہ ہاتھوں سے صاف کرتے سونے کیلئے لیٹ گئیں۔

ابھی انہیں لیٹے کچھ سیکنڈ ہی گزرے تھا کہ اچانک کلک کی آواز کیساتھ ان کے کمرے کا دروازہ کھلا جس میں سے انہیں اپنی بہو کمرے

کے اندر آتی ہوئی دیکھائی دی۔

"امی آج پھر یہ دونوں آپ کے پاس سو گئے۔ میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ انہیں اپنے پاس نہ سلایا کریں۔ خواہ مخواہ میں آپ کی نیند خراب کر دیتے ہیں۔

آپ کو فلحال سخت آرام کی ضرورت ہے اور پھر ڈاکٹر نے بھی تو کہا ہے کہ آپ جتنا زیادہ آرام کریں گی آپ کیلئے اتنا ہی مفید ہو گا۔

مگر آپ ہیں کہ کسی کی بات کو کوئی توجہ ہی نہیں دیتیں۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ان کی بہو نے اندر آتے بچوں کی بابت پوچھتے ان سے کہا جس پر وہ آہستہ سے اٹھتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

"بہو بچے ہیں اب میں انہیں روک تو نہیں سکتی کہ میرے پاس مت آیا کریں۔"

انہوں نے نقاہت بھرے لہجے میں کہا جس پر انکی بہو ان کے قریب ہوئی۔

"اچھا آپ آرام کریں میں انہیں ان کے کمرے میں لے جاتی ہوں۔" ان کی بہو نے انکے ساتھ سوئی زائشہ کو اٹھاتے ہوئے کہا پر انہوں نے فوراً اسے منع کرتے ہوئے کہا "نہیں بہو انہیں کچھ مت کہو سونے دو۔ یہ مجھے بلکل بھی تنگ نہیں کرتے۔ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ میں بھی اب سوتی ہوں۔"

انہوں نے اپنی بہو کو بچوں کو وہاں سے اٹھا کر لے جانے سے منع کرتے ہوئے کہا کیونکہ اس سے خواہ مخواہ ان کی نیند اور آرام میں خلل پڑتا۔

کیا واقعی یہ یہیں سوئے رہیں؟ کہیں آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ میں تو بس اس لیے انہیں یہاں سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے جا رہی تھی کہ کہیں آپ کو سوتے ہوئے تنگ نہ کریں۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"تنگ کیوں کریں گے کیا پہلی دفعہ میرے ساتھ ایسے سو رہے ہیں جو تم ایسی بات کہہ رہی ہو۔ بھائی میں نے کہا ہے نہ کہ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ مجھے بچوں کو اپنے ساتھ سلانے میں کوئی مسلئہ نہیں ہے۔"

بچوں کی دادی نے انکی ماں کی باتوں سے چڑ کر کہا جس پر وہ ہلاتی ان کے پاس آئی اور پھر انہیں بیڈ پر لٹا کر اوپر سے اچھی طرح سے کمبل سیٹ کرتی کمرے سے باہر چلی گئی۔ جبکہ دادی اپنی آنکھیں بند کرتی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

* * * \

زندگی میں شاید پہلی مرتبہ آج اسے پڑھنے میں مزہ نہیں آرہا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی کتابیں سائیڈ پر رکھیں اور پھر بیڈ پر دراز ہوتے آج رونما ہونے والے اس واقعے کے بارے میں سوچنے لگی کہ جس نے اسکی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔

"یہ سب کیا ہوا رہا ہے۔ وہ کیوں بار بار میرے خیالوں میں آرہا ہے۔ میں نے تو کبھی بھی ایسا کچھ سوچا نہیں تھا جو آج میرے ساتھ ہو رہا ہے ہے۔ یا اللہ میں اب کیا کروں؟"

عالیہ نے بیڈ پر لیٹے چھت کی جانب دیکھتے ہوئے بے بسی کا اظہار کرتے خود سے کہا تھا۔

"شاید یہ وقتی اٹریکشن کا اثر ہو کہ وہ بار بار میں خیالوں میں آرہا ہے! ہاں ایسا ہی ہو گا! لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو پھر؟ کک..... کیا مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے؟ پہلی نظر کی محبت کہ جس کے بارے میں رابعہ بتا رہی تھی؟ نن..... نہیں بھلا مجھے کیسے مم..... محبت ہو سکتی ہے۔ مم..... میں تو ان چیزوں پر یقین ہی رکھتی پھر مجھے بھلا کیسے محبت ہو سکتی۔ ہاں بلکل یہ میرا وہم ہے بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

شاید اب مجھے کچھ دیر آرام کرنا چاہیئے تاکہ ان خیالوں سے چھٹکارا حاصل کر سکوں ہاں بلکل یہ صحیح رہے گا۔"

عالیہ نے خود سے سوال وجواب کرتے آخر میں آرام کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ اس لڑکے کے خیالوں سے اپنا پیچھا چھڑا سکے۔

مگر شاید یہ اسکی خام خیالی ہی تھی کہ وہ اب ان خیالوں اور باتوں سے اپنا پیچھا چھڑا لے گی۔ کیونکہ وہ جس تیر محبت سے گھائل ہو چکی تھی اب اس سے اس کا شفایاب ہونا تقریباً ناممکن تھا۔

واقعی وہ محبت کے اس دیو ہیکل آسیب کا شکار ہو چکی تھی کہ جس سے نہ تو انسان اپنا پیچھا چھڑا سکتا ہے اور نہ ہی مر کر اس سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

محبت کا یہ آسیب کسی جونک کی طرح انسان سے چمٹ کر اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ وہ بھی اسی جونک کا شکار ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی وہ یہ سب ماننے سے انکاری تھی۔

مگر یہ سب اسے آنے وقت نے بتانا تھا کہ جسے وہ اپنا وہم سمجھ رہی ہے حقیقت میں وہ ایک خوفناک حقیقت تھی کہ جس کا سامنا اس جیسا نازک دل رکھنے والی لڑکی کے بس سے باہر کا کام تھا۔

محبت اپنے زہریلے پنجے اس کے نازک دل میں گاڑ چکی تھی جو اسے بعد میں بہت زیادہ تکلیف پہنچانے کا باعث بننے والا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

***

یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی وہ آہستہ آہستہ سے قدم بڑھاتی اپنی کلاس کی جانب بڑھنے لگی۔ آج وہ اکیلی ہی آئی تھی کیونکہ رابعہ کو کسی ضروری کام کے سلسلے میں کہیں جانا تھا۔۔۔۔۔اس لیے وہ آج نہیں آئی تھی۔

اپنے گرد لمبی سی ریشمی چادر اوڑھے اپنے آپ میں مگن وہ ابھی اپنی کلاس کے راستے میں ہی تھی کہ اچانک اس کی نظر سامنے سے آتے وجود پڑی جسے دیکھتے ہی وہ وہیں کنگ ہو کر رک گئی۔

بلاشبہ وہ وہی تھا کہ جس کے خیالوں نے اسے پوری رات چین سے نہ سونے دیا تھا۔ وہ اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں چلتا ہوا عالیہ کے پاس سے گزرتے آگے کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ تو اس کی خوش بو میں ہی کہیں کھو گئی تھی جو اسے اس کے پاس سے گزرنے کی وجہ سے محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔۔

تقریباً پانچ منٹ تک وہ اسی حالت میں کھڑی اپنی آنکھیں بند کیے اسکی خوشبو کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کرتی رہی کہ جب اچانک کسی نے اسے بازو سے ہلا کر ہوش کی دنیا میں لا پٹخا "عالی! تم یہاں آنکھیں بند کیے کیوں کھڑی ہو کلاس روم نہیں جانا؟ سر شفیق کے لیکچر کا ٹائم ہونے ہی والا ہے۔"

اسکی کلاس فیلو فاطمہ نے اسے بے خودی میں آنکھیں بند کیے وہاں کھڑے دیکھ کر اسے بازو سے ہلا کر ہوش میں لاتے ہوئے کہا جس پر وہ بری طرح گڑبڑائی تھی۔

"ہہ..... ہاں کک..... کیا کہہ رہی تھی تم وہ وہ میں بب..... بس، "یہ کیا وہ وہ میں میں لگا رکھی ہے چلو کلاس میں چلتے ہیں ورنہ دیر ہونے کی صورت میں سر شفیق کلاس سے باہر نکال دیں گے۔ تمہیں پتہ تو ہے نہ انکا وہ اس معاملے میں کتنے سٹریکٹ ہیں۔"

فاطمہ نے اسے کہتے کلاس روم کی جانب قدم بڑھائے جس پر چار و ناچار اسے بھی اس کے پیچھے چلنا پڑا کیونکہ واقعی دیر ہونے کی صورت میں وہ کلاس سے باہر نکالی جاسکتی تھیں کیونکہ انکے لیکچرار سر شفیق نہایت ہی اصول پسند آدمی واقع ہوئے تھے۔

تمام کلاس کے دوران اس کا سارا دھیان اور توجہ اسی کی جانب رہی جو ایک ہی دن میں اس کا سارا چین اور قرار لوٹ کر اپنے ساتھ ہی کہیں لے گیا تھا۔

اب اسے کسی چیز کی کوئی خبر نہیں تھی یہاں تک کہ اس کے بچپن کے جنون یعنی پڑھائی میں بھی اب اس کا دل کم ہی لگتا تھا۔

وہ پہلے ہی خود پر اپنا اختیار کھو بیٹھی تھی مگر رہی سہی کسر آج اس نے اسے اتنے قریب سے اپنا دیدار کروا کر اور پاس سے گزر کر پوری کر دی تھی۔ اب وہ مکمل طور پر اسی کے کنٹرول میں تھی۔ اس کا اپنے اوپر کوئی اختیار نہ رہا۔

مزید ایک دو کلاسیز اٹینڈ کرنے کے بعد اس کا ٹیسٹ تھا۔ ٹیسٹ کی تیاری اگرچہ اس نے اچھے سے نہیں کی تھی مگر اسے پورا یقین تھا کہ وہ بہت اچھی طرح سے یہ ٹیسٹ حل کر لے۔

ٹیسٹ شروع ہوا تو سر نے دوسرے سٹوڈینٹس کی طرح اسے بھی جوابی شیٹ کے ساتھ سوالیہ پرچہ دیا تاکہ وہ اپنا ٹیسٹ حل کرنا شروع کر سکے۔

ٹیسٹ حل کرنے کی خاطر جیسے ہی اس نے سوالیہ پرچہ اٹھا کر اپنی نگاہوں کے سامنے کیا وہاں سوالوں کے بجائے اسے اس کا چہرہ نظر آنے لگا جس پر گھبرا کر اس نے وہ پرچہ دوبارہ سے نیچے رکھ دیا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر وہ کرے تو کیا کرے کہ ان خیالوں اور ہر جگہ اسکی صورت نظر آنے سے چھٹکارا مل جائے۔

اسکی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ وہ گھبراہٹ میں لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس کا چہرہ اچھی خاصی سردی ہونے کے باوجود پسینے سے تر ہو چکا تھا۔

پروفیسر صاحب نے جب اسکا پسینے سے شرابور گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا تو پریشانی سے اسکی جانب بڑھے کہ جس نے ابھی تک ٹیسٹ لکھنا شروع نہیں کیا تھا۔

"عالیہ بیٹا کیا بات ہے ٹیسٹ کیوں نہیں لکھ رہی؟ کہیں طبیعت تو خراب نہیں یا پھر کوئی اور مسئلہ ہے! دیکھو بیٹا اگر کوئی پریشانی ہے تو تم مجھے بتا دو۔ اور ٹیسٹ کی فکر مت کرو وہ تم بعد میں کر لینا کوئی پریشانی نہیں ہے۔" پرفیسر صاحب نے اسکے ہاتس آکر پر مشفق انداز میں کہا جس پر عالیہ نے گھبرا کر ان کی جانب دیکھا.....

"نن..... نہیں وہ..... وہ ہاں سر مم..... میری کک..... کچھ طبیعت خراب ہے اس لیے میں یہ ٹیسٹ نہیں دے سکتی۔"

عالیہ نے لڑکھڑا کر کہا جس پر پروفیسر صاحب نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے یونیورسٹی سے سیدھا گھر جا کر آرام کرنے کا حکم دیا جس پر وہ مشکور نگاہوں سے ان کا شکریہ ادا کرتی لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ کلاس روم سے باہر نکل گئی۔

باہر آتے وہ کئی لمحوں تک کوریڈور کی دیوار کا سہارا لیے اپنا سانس ٹھیک کرتی رہی جو اس تمام عرصے میں بہت بری طرح سے پھول گیا تھا۔ سانس بحال ہوتے ہی وہ کوریڈور کی دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھتی سہارا لیتی ہوئی باہر کی جانب بھاگی۔

بے ہنگم انداز میں بھاگنے کی وجہ سے وہ ایک دو بار گرتے گرتے بچی مگر اس نے بھاگنا بند نہ کیا۔ خاصی جدوجہد کے بعد وہ یونیورسٹی سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔۔۔

یونیورسٹی سے باہر نکلتے ہی اس نے جلدی سے ایک رکشے والے کو ہاتھ دے کر روکا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ اس رکشے میں بیٹھتی اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

گھر پہنچتے ہی اس نے تیزی سے سیدھا اپنے کمرے کا رخ کیا اور پھر کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے اندر سے لاک کرتے اپنے اوپر اوڑھی شال اور کپڑے کو ایک جھٹکے سے اتار کر نیچے فرش پر پھینکتے اپنے بیڈ پر گرنے والے انداز میں دراز ہو گئی۔

جبکہ اس کے اس طرح جلدی یونیورسٹی سے واپس آنے اور پھر آتے ہی اپنے کمرے میں بند ہو جانے پر اسکی امی کو سخت تشویش ہوئی۔ جس پر وہ اس کے پیچھے اس کے کمرے تک گئیں، مگر دروازہ اندر سے لاک ہونے کی وجہ سے وہ کمرے میں داخل ہونے سے قاصر رہیں۔

انہوں نے کئی بار عالیہ کو آواز دی، مگر اس نے انکی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

جس پر وہ کافی پریشان ہو گئیں اور پھر اسی پریشانی میں نیچے لاونج میں جا کر وہاں پڑے ٹیلی فون سیٹ سے انہوں نے عالیہ کے ابو کو فون ملا کر اس ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ جس پر وہ بھی خاصے پریشان ہو گئے۔

انہوں نے انہیں کچھ ہی دیر میں گھر واپس آنے کا کہہ کر فون رکھ دیا۔ جبکہ دوسری طرف عالیہ کی امی رسیور کو اپنے ہاتھ میں لیے رونے لگیں۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اس سے پہلے اسے اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

روتے روتے اچانک ایک خیال ان کے ذہن میں ابھرا، جس پر عمل کرتے ہوئے اُنہوں نے جلدی سے ٹیلی فون سیٹ پر کچھ نمبر ڈائل کیے اور پھر رسیور کو اپنا کان کے ساتھ لگا کر سامنے سے کال اٹھائے جانے کا انتظار کرنے لگیں۔

کچھ دیر تک بل جاتی رہی جس کے بعد کسی نے سامنے سے کال رسیو کر لی۔ "ہیلو جی کون؟" سامنے والے نے کال رسیو کرتے ہی پوچھا تھا۔

"بیٹا میں تمہاری امی بات کر رہی ہوں۔ پلیز جلدی سے یہاں آ جاؤں مجھے تمہاری بہن کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کل رات سے بجھی بجھی سی لگ رہی تھی جبکہ آج تو جلدی یونیورسٹی سے آ کر سیدھا اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ اور اب دروازہ بھی نہیں کھول رہی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں نے کئی بار بند دروازے سے اسے پکارا مگر اس نے آگے سے کوئی جواب نہیں دیا۔ بیٹا مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ ایک تم ہی ہو کہ جس کی بات وہ کچھ نہ کچھ مان لیتی ہے۔ تم بس جلدی سے یہاں آکر اس سے اس سب کی وجہ دریافت کرو کہ آخر اسے کیا مسئلہ ہے؟ جو وہ اس طرح کر رہی ہے۔"

عالیہ کی امی نے سامنے والے کے پوچھنے پر تفصیل سے ساری بات اس کے گوش گزار کر دی جو شاید ان کی بیٹی تھی۔

"امی آپ ٹنشن نہ لیں میں اور اسامہ آج ہی لاہور کیلیئے نکلتے ہیں آپ بس پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سامنے والی جو یقیناً ان کی بیٹی تھی نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے اپنے آنے کا یقین دلایا جس پر وہ کچھ حد تک ریلیکس ہو گئی تھیں۔ مگر پھر بھی ان کے دل میں ایک انجانہ سا خوف ابھی بھی کنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

اپنی بیٹی سے کچھ دیر مزید باتیں کرنے کے بعد انہوں نے اسے دوبارہ آنے کی تاکید کرتے کال کاٹ کر رسیور کو اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا۔

اب وہ خاصی مطمئن تھیں کیونکہ عالیہ کو اسکی بڑی بہن سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اسے فوری پر طور گھر آنے کا کہا تھا تاکہ وہ عالیہ سے اِس سب کی وجہ کے بارے میں جان سکے کہ جو آج اس نے کیا تھا یا پھر خود بخود ہی اس کیساتھ ہو رہا تھا۔ وہ اس بات سے یقیناً ناواقف تھیں۔

* * * \

دادی کی اس بات پر ان کے پوتا پوتی نے شدید احتجاج کیا مگر ان کے پیار سے سمجھانے پر وہ منہ لٹکائے ان کی بات مانتے ہوئے اپنے اپنے کمروں میں زونے کیلئے چلے گئے۔

انکے جانے کے بعد دادی نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے ایک پرانی اور بوسیدہ سی ڈائیری کو نکال کر اپنے ہاتھوں میں تھاما اور پھر اسے کھول کر اس کے صفحے الٹنے لگی۔ڈائیری کو پڑھتے پڑھتے انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب حال سے ماضی میں گزرے حسین لمحوں میں گم ہوتی چلی گئیں۔

* * * \

وہ جلدی سے عالیہ کے کمرے کے دروازے تک پہنچی اور پھر زور زور سے دروازے کو پیٹتے اسے آوازیں دینے لگی۔

"جانو دروازہ کھولو میں تمہاری آسی آپی ہوں۔ کیا اب میرے لیے بھی دروازہ نہیں کھولو گی۔ دیکھو میں کتنی دور سے چل کر صرف تم سے ملنے آئی ہوں۔

اب اگر تم نے پھر بھی دروازہ نہ کھولا تو میں کبھی یہاں نہیں آؤں گی اور نہ ہی دوبارہ تمہیں اپنی شکل دکھاؤں گی۔ آگے اب تم خود سوچ لو کہ تم نے کیا فیصلہ کرنا ہے۔"

اسکی بہن نے اسے ایمو شنل بلیک میل کرتے ہوئے کہا جس پر کچھ لمحوں بعد اس نے اس کیلئے دروازہ کھول دیا۔

مگر جیسے ہی اسکی نظر عالیہ کے اترے ہوئے زرد چہرے اور لعل انگارہ ہوتی آنکھوں پر پڑی تو وہ جلدی سے کمرے میں داخل ہوئی اور پھر اپنے پیچھے دوبارہ سے کمرے کے دروازے کو بند کرتے آگے بڑھ کر اسے زور سے اپنے گلے لگا لیا۔"

"گڑیا! یہ اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ اور یہ تم کل سے کمرے میں کیوں بند ہو؟ بتاؤ مجھے کیا کوئی بات ہوئی ہے یا پھر یونیورسٹی میں کسی نے تمہیں تنگ کیا ہے بتاؤ پلیز۔"

اس کی بہن نے اسے اپنے گلے سے لگائے کہا جس پر وہ زور زور سے رونے لگی۔ "عالی میری جان کیا بات ہے تم اس طرح سے رو کیوں رہی ہو پلیز بتاؤ کیا بات ہے دیکھو میرا دل بہت گھبرا رہا ہے اس لیے جلدی سے بتاؤ کہ آخر کیا بات ہے کہ جو تم اس طرح سے رو رہی ہو۔"

اسکی بہن نے اسکے رونے پر گھبرا کر اسے خود سے الگ کرتے اور اسکے آنسو پونچھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا جس پر وہ اور زور زور سے رونے لگی۔

"دیکھو عالی میری جان مجھے مزید پریشان مت کرو اور آرام سے ساری بات مجھے بتا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس بات کے متعلق کسی کو کچھ بھی نہیں بتاؤں گی۔ اس لیے بلا جھجک جو بھی بات ہے بس مجھے بتا دو۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسکی بہن نے اسے سنبھالتے ہوئے بڑے پیار بھرے انداز میں ساری بات بتانے کا کہا اور ساتھ یہ یقین بھی دلایا کہ وہ یہ بات کسی سے شئیر نہیں کرے گی۔ جس پر وہ ہچکیوں کے درمیان بولنا شروع ہوئی...

"آپی وہ..... وہ مجھے پتہ نہیں کک..... کیا ہو گیا ہے۔ نن..... نہ نیند آتی ہے اور نن..... نہ ہی کک..... کچھ کھانے پینے کا دل کرتا ب..... بلکہ یہاں تک کہ میرا اب پپ..... پڑھائی کرنے کا من بھی نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں مم..... میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"

عالیہ نے پاس ہی پڑے صوفے پر بیٹھتے اپنے بالوں میں ہاتھ ڈالے بے بسی سے کہا جس پر اسکی بہن پریشانی سے اسکے ساتھ بیٹھتی اسے اپنے ساتھ لگا کر دلاسا دینے لگی۔

"گڑیا آخر ایسا کیا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے تمہارے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ ویسے یہ سب کب سے چل رہا ہے۔ تم نے امی ابو کو نہیں بتایا۔"

"پتہ نہیں کیونکہ اس بارے میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ مگر کل شام سے میرے ساتھ ایسا ہو رہا ہے اور تب سے لیکر اب تک مجھے سکون کا ایک سیکنڈ بھی نصیب نہیں ہوا۔ پتہ نہیں میں تو کبھی ایسی نہیں تھی پر اب کیا ہو گیا ہے۔ میں ایسے کیوں کر رہی ہوں کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

عالیہ نے اپنی بڑی بہن کے ساتھ لگے آنسو بہاتے ہوئے کہا جس پر اسکی بہن تشویش میں مبتلاء ہو گئ۔

"کل شام تم کہاں تھی اور تمہارے ساتھ ایسا کیا ہوا کہ جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔"

اسکی بہن نے اس کے چہرے کو کھوجتی ہوئی نگاہوں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا جس پر وہ گڑبڑا گئی۔

"نن..... نہیں ایسی کوئی بات نہیں وہ تو بس..... کیا بس؟ آخر تم بتا کیوں نہیں دیتی۔ دیکھو اب میں آخری بار تم سے پیار سے پوچھ رہی ہوں ورنہ مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں لہذا سیدھے سادھے لفظوں میں بلا جھجھک ساری بات مجھے بتا دو، کیا پتہ میں تمہیں اس سیچویشن سے باہر نکلنے میں مدد فراہم کر سکوں۔"

عالیہ کی بات کو کاٹتے اسکی بہن نے اسے تحکمانہ انداز میں دھمکی دیتے کہا جس پر وہ کچھ ڈھیلی پڑی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"وہ میں رر..... رابعہ کے ساتھ ریسٹورینٹ گئی تھی۔۔"تو پھر کیا ہوا وہاں پر" عالیہ کی بات پر اسکی بہن نے جلدی سے کہا۔

"وہ..... وہ وہاں پر ایک لڑکا آیا تھا کالے رنگ کی جج..... جیکٹ پہنے۔

تو پھر آگے کیا ہوا؟

وہ ہماری ٹیبل کے سامنے لگی ٹیبلز میں سے ایک پر آکر بیٹھ گیا۔

"عالی انسان بنو! اور یہ پہیلیاں بجھانا بند کرو، مجھے سیدھی طرح سے ساری بات بتاؤ ورنہ میں تمہاری شکل بگاڑ دوں گی سمجھی تم"

اسکی بہن نے اسے آدھی ادھوری باتیں بتاتا دیکھ کر غصے سے کہا جس پر وہ فوراً سے پہلے لائن پر آئی۔

"وہ میں رابعہ کے ساتھ خاموشی سے بیٹھی چاٹ کھا رہی تھی کہ اچانک میری نظر اس پر پڑی اور پھر وہیں اٹک کر رہ گئی۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔کچھ دیر بعد رابعہ کے ہلانے پر میں ہوش میں آئی تھی۔

کچھ دیر مزید وہاں بیٹھنے کے بعد وہ تو وہاں سے چلا گیا مگر جاتے جاتے میرا چین اور قرار اپنے ساتھ کہیں لے گیا۔

بس اس کے بعد نہ تو میں رات کو چین سے سو سکی اور نہ ہی دن میں یونیورسٹی جا کر اپنا ٹیسٹ دے سکی۔

یہاں تک کہ میرے رہے سہے اوسان اس نے مجھے یونیورسٹی میں اپنا دیدار کروا کر خطا کر دیے۔ بس اسی وقت میں سیدھا گھر آ کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تا کہ اس کے اس سحر سے اپنا پیچھا چھڑا سکوں۔ مگر وہ ہے کہ مجھے چمٹتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اب آپ خود بتائیں میں کیا کروں؟ کیسے اسکے خیالوں سے اپنا پیچھا چھڑاوں؟

میں اپنی زندگی میں پہلی بار کوئی ٹیسٹ صرف اس وجہ سے نہ دے سکی کہ مجھے اپنے سوالیہ پرچے پر سوالوں کی بجائے اس کا چہرہ نظر آنا شروع ہو گیا تھا۔ اب آپ ہی بتائیں ایسی صورت میں میں کیا کروں؟"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے روتے ہوئے کہا جبکہ اسکی بڑی بہن تو اپنی چھوٹی بہن کے منہ سے ایسی باتیں سنتے ہی صدمے میں چلی گئی تھی۔ کہاں وہ عالیہ جو ایسی باتوں کو مذاق میں اڑادیا کرتی تھی لیکن آج وہی اسکے سامنے بیٹھی انہی سب باتوں کا رونا رو رہی تھی۔

"عالی! میری جان صبر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ دیکھو یہ سب وقتی اٹریکشن کا نتیجہ ہے۔ کچھ دن مزید گزر جانے دو دیکھنا تم خود باخود نارمل ہو جاؤ گی۔ اس لیے اس بات کو اپنے سوار پر سوار کر کے مزید اداس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی رونے کی بات ہے پگلی کہیں کی۔"

عالیہ کی بڑی بہن نے اسکے سر پر چپت لگاتے پیار سے کہا جس پر وہ ایک بار پھر اسکے گلے لگ گئی۔

"آسی آپی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کہیں یہ وہی نہ ہو کہ جس کے بارے میں مجھے رابی نے ایک مرتبہ بتایا تھا؟"

عالیہ نے ڈرتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا۔

"کیا بتایا تھا ذرا مجھے بھی بتاؤ؟ اور ہاں اس مرتبہ وہ وہ میں میں کرنے سے خود کو روکنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

اسکی بہن آسیہ نے واضح طور پر اسے سب کچھ ایک ہی مرتبہ آرام سے بتانے کا کہا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر کسی کو پہلی بار دیکھ کر ایسا محسوس ہو تو سمجھ لو کہ انسان پہلی نظر کی محبت کا شکار ہو گیا ہے۔ تو پھر

یہ سب جو میرے ساتھ ہو رہا ہے کیا یہ بھی اسی امر کا شاخسانہ ہے۔"

عالیہ نے اپنی الجھن اپنی بہن سے بیان کی۔

"نہیں جانو یہ سب کتابی باتیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ تم بس پریشان نہ ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس کسی وجہ سے انسان کیساتھ بعض اوقات ایسا ہونے لگتا ہے کہ وہ ایسے انسان کے خیالوں میں گم ہو جاتا ہے کہ جسے کبھی اس نے اپنی پوری زندگی میں بھی کہیں نہیں دیکھا ہوتا۔

اس لیے تم بھی اس بات کو لیکر پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے آپی میں کوشش کروں گی کہ اس سب سے باہر نکل آؤں مگر آپ کو اپنی بات تو یاد ہے نہ کہ آپ یہ بات کسی کو نہیں بتائیں گی یہاں تک کہ امی ابو کو بھی؟"

عالیہ نے اپنی بہن کو اسکی کہی ہوئی بات یاد دلاتے ہوئے کہا جس پر اس نے اثبات میں اپنا سر ہلایا۔

"ہاں ہاں یاد ہے کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ تم بس اس سب سے جلدی سے باہر نکل آؤ۔ پتہ بھی ہے کہ تمہاری اس حرکت کی وجہ سے امی ابو کتنے پریشان تھے بلکہ امی نے تو باقاعدہ فون کر کے مجھے یہاں بلایا تاکہ میں تم سے اس بارے میں بات کر سکوں۔ اس لیے اپنی حالت درست کرو اور امی ابو کو یقین دلاؤ کہ تم بلکل ٹھیک ہو۔ سمجھی میری بات کہ نہیں۔"

آسیہ نے عالیہ کو یقین دلاتے تاکید کی جس پر اس نے ہاں میں اپنا سر ہلایا۔

"اچھا چلو وہاں بیڈ پر جا کر کچھ دیر آرام کر لو کیونکہ تم پرسوں رات سے نہیں سوئی۔ اس لیے تھوڑا سا سو جاؤ تاکہ کچھ بہتر فیل کر سکو۔"

آسیہ نے عالیہ کو صوفے سے بازو پکڑ کر اٹھایا اور پھر اپنے ساتھ بیڈ کی جانب لیجاتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ بے دلی سے اپنا سر ہلا کر رہ گئی۔

"آپی کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں نے یہ کوشش نہیں کی ہو گی؟

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں اب آپ کو کیسے بتاؤں کہ اب میں نہیں سو سکتی۔ آخر میں سو بھی کیسے سو سکتی ہوں کیونکہ جب بھی میں اپنی آنکھیں سونے کیلئے بند کرتی ہوں تو جھٹ سے اس کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے لہرا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے میری ساری نیند خاک میں مل جاتی ہے۔

پھر آپ ہی سوچیے کہ میں ایسی صورت میں میں کیسے سو سکتی ہوں؟"

عالیہ نے اپنی بہن کیساتھ بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے بے بسی سے کہا تھا۔

"کیوں نہیں سو سکتی میں سلاؤں گی تو دیکھنا منٹوں میں سو جاؤ گی۔ اس لیے یہ ڈرامے بازج بند کرو اور جلدی سے بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

آسیہ نے اسے زبردستی بیڈ پر لیٹا کر اوپر سے کمبل سیٹ کرتے ہوئے کہا جس پر وہ منہ بناتی لیٹ گئی مگر اسے پورا یقین تھا کہ اس پر نیند مہربان نہیں ہو گی۔

اچھی طرح سے عالیہ کے اوپر کمبل سیٹ کرتے آسیہ نے اسے اپنی آنکھیں بند کرنے کا کہا جس پر اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسکے آنکھیں بند کرتے آسیہ بھی دھیرے سے اس کے

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ساتھ بیڈ پر لیٹ گئی۔ بیڈ پر لیٹنے کے بعد اس نے اپنے سر کو اپنے ہاتھ کی مدد سے ٹیک دی اور پھر پیار سے اسکے بالوں میں اپنا دوسرا ہاتھ ڈالے آہستگی سے پھیرنے لگی۔

کچھ دیر مسلسل ایسا کرنے کے بعد عالیہ پر غنودگی طاری ہونے لگی اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد وہ نیند کی وادی میں اتر گئی۔

آسیہ نے جب اسے بھاری سانس لیتے نیند میں گم ہوتا دیکھا تو آہستہ سے اس کے پاس سے اٹھ گئی۔

اپنی نازک اور معصوم بہن کو دو دنوں کی بے سکونی کے بعد اس طرح آرام کرتے دیکھ کر آسیہ کے دل میں اطمینان اور سکون کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

وہ آہستگی سے بیڈ کی دوسری جانب بڑھی کہ جہاں عالیہ سوئی ہوئی تھی۔ اسکے پاس پہنچ کر آسیہ نے جھک کر آہستگی سے اسکے ماتھے اور گالوں پر پیار سے بوسے لیے جس پر وہ کچھ لمحوں کیلیئے کسمسائی تھی مگر دوسرے ہی لمحے وہ پھر آرام سے سونے میں مصروف ہو گئی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسے سکون سے سوتا دیکھ کر وہ آہستگی سے کمرے کا دروازہ کھولتی کمرے سے باہر نکل گئی کہ جہاں اسکے والدین بڑی شدت سے اس کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ وہ اس سے عالیہ سے ہوئی باتوں کے متعلق دریافت کر سکیں۔

لاونج میں پہنچتے ہی سب اس سے پے در پے سوالات کرنے لگے جس پر اس نے سب کو تسلی دی کہ ایسی کوئی بات نہیں کہ جیسا وہ سب سوچ رہے ہیں۔ بس پڑھائی کے ایکسٹرا برڈن اور اسکی ٹنشن لینے کی وجہ سے وہ ایساری ایکٹ کر رہی ہے۔ ورنہ اور کوئی بات نہیں ہے لہذا آپ سب لوگ خواہ مخواہ میں پریشان نہ ہوں۔

آسیہ کے یقین دلانے پر وہ سب لوگ کسی حد تک مطمئن ہو گئے مگر اب بھی وہ عالیہ کی موجودہ حالت کو لیکر کافی حد تک تشویش میں مبتلاء تھے۔

آسیہ نے انہیں تو کسی نہ کسی طرح مطمئن کر دیا تھا مگر وہ خود مطمئن نہ ہو سکی۔ عالیہ کے کہنے کے مطابق اگر واقعی وہ اِس محبت نامی بلا کا شکار ہو چکی تھی تو یقیناً یہ بہت ہی بڑی پریشانی کی بات تھی۔

کیونکہ معاشرے میں موجود دوسرے لوگوں کی طرح انکے خاندان کے لوگ بھی ان سب چیزوں کو بہت برا مانتے تھے۔

یہاں تک کے وہ اپنے بچوں کو اپنی پسند سے شادی کرنے کے حق میں بھی نہ تھے۔ بلکہ اپنی من مرضی سے ان کیلیئے ان کا جیون ساتھی منتخب کرتے اور پھر اسی سے ان کی شادی کرواتے۔

اس کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی ان بچوں کیلیئے گناہ کبیرہ تھا۔

ایسی صورت حال میں عالیہ کی یہ بات کے اسے شاید محبت ہو گئی ہے یقیناً مذائقہ خیز تھی کہ جس کے بارے میں وہ صرف سوچ سکتی تھی مگر کچھ بولنے یا کرنے کا حق اسے کبھی حاصل نہیں تھا اور نہ کبھی ہوتا۔

* *

ایک دو دن مزید یونیورسٹی سے غیر حاضر رہنے کے بعد آج ایک بار پھر وہ وہاں جانے کو تیار کھڑی تھی۔ آسیہ کی باتوں نے اس پر خاصہ اچھا اثر کیا تھا جس کے باعث اب وہ باقاعدگی سے تیار شیار رہتی اور اپنی نیند اور صحت کا بھی پورا خیال رکھتی۔

دوسرا اس کا بھانجا یعنی اسامہ جو اسکا ہم عمر ہی تھا کی مزاحیہ اور کھٹی میٹھی باتوں نے اسے اس فیز سے نکلنے میں کافی مدد فراہم کی تھی۔

وہ شروع ہی سے اس سے اٹیچ تھی جبکہ وہ بھی اپنی ہم عمر خالہ کے ساتھ وقت گزارنا ہمیشہ سے پسند کرتا تھا۔ وہ دونوں بچپن سے ہی بہت گہرے دوست تھے اور اکثر مشکل وقت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے تھے۔

ان دونوں کے درمیان درمیان خالہ بھانجے کے رشتے سے زیادہ دوستی کا رشتہ نمایاں اور گہرہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کیساتھ وقت گزار کر خاصہ انجوائے کرتے تھے۔

عالیہ کے امی ابو بھی اسے دوبارہ سے اپنی پہلے والی روٹین کی طرف آتا دیکھ کر بہت خوش تھے۔ انہیں اسے خوش دیکھ کر بہت اطمینان ہوا۔ جس پر وہ اپنی بڑی بیٹی آسیہ کے تہے دل سے مشکور تھے کہ جو شروع سے اسے ایسی حالت میں سنبھالتی آئی تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اور کیوں نہ سنبھالتی کہ اس نے اپنے بچوں کی طرح ہمیشہ اس کا خیال رکھا تھا۔ وہ اس سے تقریباً بیس سال چھوٹی تھی۔ اس کی پیدائش کے کئی سالوں بعد وہ اس دنیا میں آئی تھی جس کی وجہ سے وہ اسکی لاڈلی تھی۔

سب اس کے لاڈ اٹھاتے اور اس سے محبت کرتے۔ جس وقت اسکی پیدائش ہوئی۔ اس وقت تک اس کی شادی ہو چکی تھی بلکہ اسامہ بھی اس دنیا میں آنے ہی والا تھا۔

اپنی بہن کی پیدائش کی خبر پر وہ بہت خوش ہوئی۔ وہ دوڑی دوڑی اپنی بہن کو دیکھنے اسلام آباد سے لاہور چلی آئی کیونکہ ان کے میاں اسلام آباد میں ہی رہتے تھے۔ ان کا سارا کاروبار اور گھر بار رشتہ دار وغیرہ شروع سے وہیں پر تھے۔

آسیہ کے کافی اصرار پر بھی وہ اسلام آباد سے لاہور منتقل ہونے پر راضی نہ ہوئے جبکہ دوسری طرف آسیہ کا اپنے ماں باپ سے اتنی دور رہنے کا بلکل بھی دل نہیں کرتا تھا اس لیے وہ انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی رہتیں۔ مگر وہ بھی کیا کرتے کیونکہ وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اپنی بہن کو گود میں اٹھائے وہ کتنی دیر تک اسکے ہھٹولے ہوئے سرخ و سفید گالوں کو چومتی رہی۔

سب نے بڑی مشکل سے عالیہ کو اسکی گود سے لیکر اس کی امی کے پہلو میں رکھا تاکہ وہ اسے اپنا دودھ پلا سکیں۔

اس کے بعد جب نام رکھنے کی باری آئی تو اس پر بھی اس نے سب سے ضد کرنے کے بعد اس کا نام عالیہ رکھا تھا۔

وقت گزرنے کیساتھ ساتھ اس کی اپنی سے یہ محبت بڑھتی ہی چلی گئی جبکہ دوسری طرف اسکی چھوٹی بہن عالیہ بھی اپنی آسی آپی سے بہت پیار کرتی تھی۔

ان کی پیار بھری یہ چھوٹی سی فیملی بہت خوشگوار زندگی گزار رہی تھی مگر ایک چھوٹا سا حادثہ ان کی زندگیوں کو یکسر بدل کر رکھ دینے والا ہے۔

اسامہ کے ساتھ وہ یونیورسٹی کی جانب روانہ ہوئی کیونکہ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اسے اپنے ساتھ یونیورسٹی لیکر نہیں گئی تو وہ اس سے ناراض ہو کر واپس اپنے گھر چلا جائے گا۔

جس پر مجبوراًاسے اپنے ساتھ لے جانا پڑا۔ مگر آدھے راستے میں ہی اسے اسامہ کو اپنے ساتھ لیکر آنے والی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسامہ اسے حد سے تنگ اور زچ کرنے لگا تھا۔ جیسے تیسے وہ یونیورسٹی پہنچے۔ یونیورسٹی پہنچ کر بھی اسامہ اسے تنگ کرنے سے باز نہ آیا بلکہ کوئی نہ کوئی بات کر کے اسے غصہ دلانے کا سبب بن رہا تھا جس پر وہ بھی اب اسے تابڑ توڑ جواب دے رہی تھی۔

عالیہ نے کلاس روم کے دروازے پر پہنچ کر اسے باہر گراؤنڈ یا پھر کینٹین میں بیٹھنے کا کہا جس پر اس نے اسکی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے اسکے ساتھ ہی کلاس روم میں بیٹھنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر عالیہ نے اسے سخت غصے سے ڈانٹا۔

جس کے جواب میں وج خاموشی سے اسکی ڈانٹ کھا کر منہ پھلائے ناراض ہوتے وہاں سے چلا گیا۔ جس پر عالیہ پر سکون سی ہوتی اپنی کلاس میں چلی گئی کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ زیادہ دیر تک اس سے نہیں رہ سکتا۔ اس کے منانے کی دیر تھی جس پر وہ ہر بات بھول بھال کر پہلے کی طرح ہو جاتا۔

مسلسل دو لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد وہ اپنی کلاس سے نکل کر باہر گراؤنڈ کی جانب بڑھی۔ وہاں پہنچ کر جب اس نے آس پاس دیکھا تو اسے اسامہ وہاں کہیں پر بھی بیٹھا ہوا نظر نہ آیا۔ جس پر اس نے اپنے قدم کینٹین کی طرف بڑھا دیے۔

وہ جیسے ہی کینٹین پہنچی اس کی نظر سیدھی کونے میں پڑی جہاں اسامہ اپنے سامنے میز پر ڈھیر سارے سموسے رکھے انہیں ندیدوں کی طرح کھانے میں مصروف تھا جبکہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھی ایک لڑکی بڑے غور اور حیرت سے اسے سموسوں کے ساتھ اس طرح انصاف سے کرتا دیکھ رہی تھی۔

عالیہ سیدھا اس کے پاس آئی اور پھر وہاں پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی کھینچ کر اسکے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"سامی یہ کیا کر رہے ہو؟ اور یہ سموسے کس طرح کھا رہے ہو؟ آہستہ آہستہ سے کھاؤ! کہیں نہیں بھاگے جا رہے تمہارے یہ سموسے! جو تم اس طرح جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔"

عالیہ نے اس کے ساتھ بیٹھتے اسے اپنے نیک نیم سے پکارتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا جس پر اس نے فوراً اپنا رخ ناراضگی سے موڑا تھا لیکن سموسے کھانے سے اپنا ہاتھ پھر بھی نہ روکا۔

"کیا ہوا جانو! ابھی تک ناراض ہو؟ دیکھو ایسا کرنا میری مجبوری تھی کیونکہ ہمارے سر متعلقہ لوگوں کے علاوہ کسی اور کو کلاس روم میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

بس اس لیے میں نے تمہیں اپنے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا ورنہ اور کوئی بات نہیں تھی۔"

عالیہ نے مزید اس کے قریب ہوتے اپنے ہاتھ سے اسکے بکھرے ہوئے بالوں کو سلجھاتے ہوئے نرمی اور محبت سے کہا جس پر وہ فوراً سے پہلے موم ہوا تھا۔ جبکہ ان کے ساتھ بیٹھی لڑکی اسے اس طرح باتیں کرتے دیکھ کر شاک میں چلی گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر آج کے بعد تم مجھ پر کبھی غصہ نہیں کرو گی اور نہ ہی کسی کام سے روکو گی کیا تمہیں یہ سب منظور ہے؟ اگر ہے تو ٹھیک ورنہ میں تم سے ناراض ہوں اور کبھی نہیں مانوں گا۔"

اسامہ نے اپنا رخ عالیہ کی جانب موڑ کر اپنا ہاتھ وعدہ کرنے والے انداز میں اس کے سامنے بڑھا کر کہا جس پر عالیہ نے مسکرا کر اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا اور اسے یقین دلایا کہ وہ اب بلکل ویسا ہی کرے گی کہ جیسا اس نے کہا ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اس بات کا سننا تھا کہ اس نے ہر ناراضگی کو سائیڈ پر رکھتے خوشی سے اپنے ساتھ بیٹھی عالیہ کو خود میں بھینچ لیا جس پر وہ بری طرح چلائی تھی۔ کیونکہ اسامہ نے بہت زور سے اسے پکڑا ہوا تھا۔

جبکہ اس دوران ان کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کرتے انہیں حیرت اور تعجب سے دیکھا تھا جو کینٹین میں بیٹھے ایسی حرکتیں کر رہے تھے کہ جن کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ شاید بلکہ یقیناً بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو چکی تھی۔ اس لیے اس کا ان دونوں کو ایسے دیکھ کر حیران ہونا ایک یقینی امر تھا کیونکہ وہ ان دونوں کے مابین رشتے سے ناواقف تھی۔

کافی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ اسامہ کی پکڑ سے خود کو آزاد کروانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس کی پکڑ سے آزاد ہوتے ہی وہ اسے کچھ سخت کہنے ہی والی تھی کہ اسامہ نے جلدی سے اسے کچھ دیر پہلے اپنا کیا ہوا وعدہ یاد دلایا جس پر وہ اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ جبکہ اسامہ اس کی حالت دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ہنستے ہنستے اچانک اس کی نظر پاس بیٹھی لڑکی پر پڑی جو حیرت سے منہ کھولے ان دونوں کیطرف دیکھ رہی تھی جس پر وہ فوراً سے پہلے اپنا منہ بند کرتا مکمل طور پر اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"محترمہ آپ کس خوشی میں اپنا دو کنال کا منہ کھولے یہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کہیں اور جا کر بیٹھیں ہم یہاں اپنی کچھ پرسنل باتیں کر رہے ہیں کیا آپ کو دیکھائی نہیں دے رہا؟۔"

اسامہ نے روعب جھاڑنے والے انداز میں کہا جس پر وہ لڑکی گڑبڑائی تھی۔

"سامی بری بات کسی سے اس طرح بات نہیں کرتے۔ آئی ایم ریئلی سوری سسٹر وہ دراصل سامی کی عادت ہے کہ یہ ہر ایک کے ساتھ ایسی ہی بات کرتا ہے لہذا آپ ناراض ہو مت ہوئیے گا۔"

عالیہ جو اس دوران خود بھی اس لڑکی کی طرف متوجہ ہو چکی تھی نے اسامہ کے ایسا کہنے پر اسے سمجھاتے ہوئے اس لڑکی سے معذرت کی تھی۔

"اٹس اوکے مجھے برا نہیں لگا ویسے یہ آپ کے کیا لگتے ہیں آئی مین آپ سے ان کا کیا رشتہ ہے؟"

لڑکی نے اپنی الجھن کو دور کرنے کیلیئے عالیہ سے یہ سوال پوچھا تھا کیونکہ انکی شکلیں کافی حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"کیوں آپ کو کوئی مسلئہ ہے؟ یہ میری جو بھی لگتی ہوں۔ آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے! آپ بس یہاں سے جائیں اور جا کر اپنا کام کریں اور بلاوجہ دوسروں کے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانے سے پرہیز کریں آپکی بہت مہربانی ہو گی۔"

اسامہ نے تڑخ کر اسے جواب دیا۔

"سامی بدتمیزی نہیں کرتے! جی یہ میرا اکلوتا اور شریر سا بھانجا ہے۔ اس لیے آپ اسکی باتوں کو زیادہ سیریئس مت لیجے گا۔"

عالیہ نے اسکی لڑکی کو بتاتے اسامہ کو گھر کا جس پر وہ اپنا منہ لٹکا گیا کیونکہ اسے اپنی اس دوست نما خالہ سے ایسی کسی بات کی ہرگز امید نہ تھی کہ وہ کسی دوسرے کی خاطر اسے ڈانٹے گی۔

"اور ئیلی یہ تو سن کر ہی بہت عجیب اور دلچسپ لگ رہا ہے۔ یقیناً آپ لوگ ایک دوسرے کے ہم عمر ہوں گے۔ اور یقیناً گہرے دوست بھی ہوں گے جو دیکھ کر ہی لگ رہا ہے اٹس رئیلی لولی اور کول...."

اس لڑکی نے حیران ہوتے عالیہ سے کہا جس پر اسامہ نے اپنے جبڑے بھینچے تھے۔ لیکن خود کو کچھ کہنے سے خود باز ہی رکھا تھا کیونکہ عالیہ اسے پہلے ہی اشارے سے خاموش رہنے کا کہہ چکی تھی۔

"جی ایسا ہی ہے کیونکہ جسے بھی ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر ہمارے رشتے کا پتہ چلتا ہے تو وہ بالکل ایسا ہی ری ایکٹ کرتا ہے کہ جیسا اس وقت آپ کر رہی ہیں۔ بائے دی وے تھینکس فار یور کمنٹس۔"

عالیہ نے مسکرا کر اسے جواب دیا جس پر وہ بھی مسکراتی ہوئی اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی۔

"آل رائیٹ گائز مجھے ایک ضروری کام سے کہیں جانا ہے لہذا میں اب چلتی ہوں۔ آپ لوگ ایزی ہو کر بیٹھیں۔ بائے دی وے نائس ٹو میٹ یو تھ آف یو خدا حافظ۔"

اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر اس لڑکی نے ان دونوں سے وہاں سے جانے کی اجازت مانگتے ہوئے کہا اور پھر عالیہ سے ہاتھ ملاتے سامنے ٹیبل پر پڑی اپنی کتابوں کو ہاتھوں میں تھامتے انہیں خدا حافظ کہتے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"سامییییی تم!" لڑکی کے جانے کے بعد عالیہ نے غصے سے کہا جس پر اسامہ نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا جو اسے مزید مشتعل کرنے کا باعث بنا۔

وہ غصیلے تاثرات چہرے پر سجائے اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی جس پر اسامہ کی سٹی گم ہوئی۔ وہ بھی پھرتی سے اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور پھر اپنے سامنے میز پر بچے ایک دکہ سموسوں کو جھٹ سے اپنے ہاتھوں میں لیا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

عالیہ نے حیرت سے اسے وہاں سے ایسے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن جب وہ اپنے حواسوں میں آئی۔ تو خود بھی اسکے پیچھے دوڑ لگا دی۔

کینٹین میں بیٹھے تمام سٹوڈینٹس حیرت سے انہیں ایک دوسرے کے پیچھے ایسے پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

کینٹین سے نکل کر اسامہ نے اپنا رخ گراؤنڈ کی جانب کیا جس پر عالیہ نے بھی اپنا رخ اسی سمت کیا کہ جس سمت میں وہ اس وقت بھاگ رہا تھا۔

وہ اندھا دھند بھاگتی آگے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ اچانک کسی سے اس کا زبردست قسم کا تصادم ہوتے ہوتے بچا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ایک لمحے میں اپنے بڑھتے قدموں کو روکتے وہ اس شخصیت کی شان میں کچھ بیان کرنے ہی والی تھی کہ جب اس کی نظر اپنے سامنے کھڑے وجود سے ٹکرائی اور پھر پلٹنا ہی بھول گئی۔ وہ بے خود سی کھڑی بنا کوئی آواز نکالے اسے گھورنے میں مصروف ہو گئی جبکہ وہ اسے حیرت سے دیکھ کر اپنی گھمبیر آواز میں معذرت کرتا وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گیا۔

اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی وہ دھڑام سے نیچے زمین پر گری جس کے ساتھ ہی اسکے گرد لپٹی گرم ریشمی چادر بھی اس کے جسم سے جدا ہو کر پاس ہی زمین پر گر پڑی۔

اپنی دھن میں آگے کی جانب بھاگتے اسامہ نے جب اچانک اپنی گردن موڑ کر پیچھے اس کی جانب دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

عالیہ بے ہوش و حواس نیچے زمین ہر گری پڑی تھی جبکہ کئی سٹوڈنٹ اسکے گرد جمع ہوئے کھڑے تھے۔

وہ سرعت سے پیچھے کی جانب بھاگا اور سٹوڈینٹس کی بھیڑ کو چیرتے عالیہ کے بے حس و حرکت وجود کی جانب بڑھا۔ اس کے پاس پہنچ کر وہ اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اور اسکے گالوں کو تھپتھپا کر ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ ہوش میں نہ آئی۔

اس دوران عالیہ کی دوست اور کلاس فیلو فاطمہ لوگوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھی اور وہاں پہنچ کر اسامہ کو جلدی سے عالیہ کو ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔

فاطمہ کی بات پر اس نے سر ہلاتے پاس ہی زمین پر گری چادر کو اٹھا کر عالیہ کے جسم کے گرد لپیٹا اور پھر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا فاطمہ کے پیچھے باہر کی جانب لپکا کہ جہاں اس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی کہ جس میں بیٹھ کر انہیں ہوسپٹل جانا تھا۔

سب لوگ اسے عالیہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے وہاں سے باہر کی جانب بھاگتے ہوئے حیرت اور تعجب سے دیکھ رہے تھے مگر وہ کسی کی پرواہ کیے بناء اپنی جان سے پیاری دوست اور اکلوتی خالہ کو لیے باہر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

یونیورسٹی پارکنگ پہنچ کر اس نے فاطمہ کی رہنمائی میں اسکی گاڑی تک پہنچ کر عالیہ کو اس میں بٹھایا اور پھر خود اسکے ساتھ بیٹھ کر فاطمہ کو جلدی سے قریبی ہوسپٹل جانے کا کہا جس پر وہ جلدی سے گاڑی کو پارکنگ میں سے نکالتی قریبی ہوسپٹل کی جانب بڑھنے لگی۔

اسامہ عالیہ کا سر اپنی گود میں رکھے مسلسل تھپتھپا رہا تھا مگر وہ ہنوز بے ہوش ہی پڑی رہی۔ عالیہ کو اچانک اس حال میں دیکھ کر اسکی آنکھوں سے مسلسل اشک بہہ رہے تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ گزرنے کے بعد وہ ایک قریبی ہسپتال پہنچنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ہسپتال پہنچتے ہی اسامہ نے دوبارہ سے عالیہ کے وجود کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے گاڑی سے باہر نکالا اور پھر اسے لیے جلدی سے ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی جانب دوڑا۔ فاطمہ بھی گاڑی لاک کرتی اس کے پیچھے دوڑی تھی۔

ایمرجنسی وارڈ پہنچ کر اس نے جلدی سے وہاں کھڑے ڈاکٹروں کو عالیہ کا چیک اپ کرنے کا کہا جس پر انہوں نے فوراً سے پہلے اسے ایڈمٹ کر لیا۔

وارڈ کے باہر وہ بے چینی سے چکر کاٹ رہا تھا کہ جب ایک ڈاکٹر نے اندر کمرے سے نکل کر اس کے پاس آتے پوچھا" مریضہ آپ کی کیا لگتی ہیں"

"ڈاکٹر صاحب میری عالی ٹھیک تو ہے نہ اسے کچھ ہوا تو نہیں" اسامہ نے ڈاکٹر کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے پوچھا جس پر پاس ہی بینچ پر بیٹھی فاطمہ نے اٹھ کر ڈاکٹر صاحب کو بتایا" جی یہ انکے بھانجے ہیں آپ بتائیں اسکی حالت زیادہ خراب تو نہیں وہ ٹھیک تو ہے نہ" فاطمہ نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیتے عالیہ کی موجودہ حالت کے بارے میں ان سے پوچھا تھا۔

"جی اب تو کافی بہتر ہیں۔ کسی بات سے زیادہ ٹنشن لینے کی وجہ سے ان کا بی پی خطرناک حد تک گر گیا تھا۔ شکر ہے کہ آپ وقت پر انہیں ہوسپٹل لے آئے ورنہ اگر یہاں آنے میں ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ فلحال انہیں سکون کا انجیکشن دے دیا ہے۔ ایک دو گھنٹوں بعد وہ ہوش میں آجائیں گی تو پھر آپ لوگ ان سے جا کر مل سکیں گے۔ فلحال آپ لوگ تھوڑا صبر سے کام لیں باقی اللہ بہتر کرنے والا ہے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ڈاکٹر نے اسامہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس کا کندھا تھپتھپا کر وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گئے۔ جبکہ وہ ان کے جانے کے بعد گرنے والے انداز میں قریب پڑے بینچ پر بیٹھ گیا۔

"پلیز آپ حوصلے سے کام لیں آپ کی خالہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی۔ بس اللہ پر یقین رکھیں۔"

فاطمہ نے اسکے ساتھ بینچ پر کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے کہا جس پر اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ میری خالہ ہے۔"

"آج یونیورسٹی آتے ہوئے میں نے تم لوگوں کو ایک ساتھ دیکھا تو کلاس میں عالیہ سے پوچھ لیا کہ تمہارے ساتھ جو لڑکا آرہا تھا وہ کون تھا؟ جس پر اس نے مجھے بتایا کہ آپ ان کے بھانجے ہیں بس اس طرح مجھے اس بات کا پتہ چلا۔

آپ بس صبر رکھیں وہ کچھ گھنٹوں میں بلکل ٹھیک ہو جائے گی۔"

فاطمہ نے اسے پوری بات بتاتے ہوئے کہا جس پر اس نے اپنا سر ہلاتے آنکھوں میں موجود نمی کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

دو گھنٹوں کے کڑے انتظار کے بعد ان لوگوں کو عالیہ سے ملنے کی اجازت دے دی گئی جس پر اسامہ بھاگتا ہوا اس کمرے میں داخل ہوا کہ جہاں عالیہ زردی مائل چہرے کیساتھ بیڈ پر لیٹی آرام کر رہی تھی۔

وہ سرعت سے آگے بڑھا اور پاس پڑی کرسی جو اسکے بیڈ کے پاس کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔

اور پھر اس کا بے جان ہوتا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے محبت سے چومنے لگا۔

"کیا ہوا اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہو؟ دیکھو میں بلکل ٹھیک ہوں تم خواہ مخواہ ہی میں ٹنشن لے رہے ہو۔"

عالیہ نے اسامہ کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر نیم وا آنکھوں سے نقاہت بھرے لہجے میں کہا جو مسلسل اس کا ہاتھ تھامے چوم رہا تھا۔

"یہ تم ٹھیک ہو؟ اگر تم ٹھیک ہوتی تو پھر یہاں اس وقت ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ کے بیڈ پر پڑی کیا کر رہی ہو؟ پلیز مجھے بتاؤ کیا بات ہے کہ جس کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے؟"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسامہ نے اپنا سر عالیہ کے ہاتھ سے لگاتے ٹوٹے ہوئے انداز میں کہا جس پر عالیہ کو صحیح معنوں میں معاملے کی نزاکت کا اندازہ ہوا تھا۔

"سامی میری جان ایسی کوئی بات نہیں تم خواہ مخواہ میں ہی پریشان ہو رہے ہو۔ وہ اصل میں میں نے صبح صحیح سے ناشتہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی رات ڈھنگ سے کھانا کھایا تھا۔ بس اسی وجہ سے تھوڑی کمزوری ہو گئی، جس وجہ سے یوں میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ جبکہ رہی سہی کسر تمہارے پیچھے بھاگنے سے پوری ہو گئی ورنہ اور کوئی بات نہیں۔

لہذا تمہیں اس بات کو لیکر پریشان ہونے کی بلکل بھی ضرورت نہیں ہے۔"

عالیہ نے اسے زارو قطار روتا دیکھ کر پر سکون انداز میں یقین دلایا جس پر وہ اپنا سر اٹھاتا بیڈ پر پڑی عالیہ سے لپٹ گیا جس پر عالیہ نے پیار سے اسکی پیٹھ کو تھپکا۔

فاطمہ جو اس وقت کمرے میں آچکی تھی خالہ بھانجے کا یہ پیار دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئی۔ کیونکہ اسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس حد تک اٹیچ ہوں گے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کچھ دیر تک عالیہ سے لپٹے رہنے کے بعد وہ اس سے جدا ہوا۔ مگر اب اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے بجائے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جسے دیکھ کر عالیہ بھی مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے نہ اب تو تمہیں کوئی مسلہ نہیں"

عالیہ نے اسے خوش دیکھ کر کہا جس پر اس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر ہاں میں ہلایا۔

"محترمہ شکر ہے آپ ٹھیک ہو گئیں ورنہ آپ کا یہ بھانجا تو آپ کو اس مزید اس حالت میں دیکھ کر آپ سے پہلے ہی فوت ہو جاتا۔"

فاطمہ نے عالیہ کے قریب آتے ہوئے اس سے کہا جس پر اس نے مسکرا کر پاس بیٹھے اسامہ کی طرف دیکھا جو اس کی بات سنتے ہی اپنا سر جھکا گیا تھا۔

"اچھا مگر مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ میرا یہ بھانجا مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے۔ ویسے سن کر کافی حیرت ہوئی؟"

عالیہ نے مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے فاطمہ کو جواب دیا مگر اسکی نظریں ہنوز اسامہ کے جھکے ہوئے سر کی جانب مرکوز تھیں۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"عالی خالی! میں نہیں بولتا تم سے! میں جا رہا ہوں اور ہاں دوبارہ مجھ سے بات کرنے کیلئے میرے پاس مت آنا سمجھی!"

اسامہ نروٹھے پن سے کہتا کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ عالیہ اسکے ایسے جانے پر کھکھلا کر ہنس دی۔ مگر یہ بات صرف وہی جان سکتی تھی کہ اسکی وہ ہنسی کتنی مصنوعی اور کھوکھلی تھی۔

"ویسے یار تم خالہ بھانجے کا پیار دیکھ کر میں تو ابھی سے جیلس ہونے لگی ہوں کیونکہ مجھ سے گھر میں اتنا پیار تو میرے اپنے بھتیجے نہیں کرتے کہ جتنا تم سے تمہارا یہ ہم عمر بھانجا کرتا ہے۔"

فاطمہ نے اسکے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا جس پر عالیہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

مگر یہ مسکراہٹ کچھ لمحوں تک ہی محدود رہی کیونکہ اس انجان شخص نے ایک بار پھر اسکے حواسوں پر قابض ہوتے اس سے اسکی مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ اس کا سکھ اور چین دونوں چھین لیے تھے۔

وہ غائب دماغی کے ساتھ فاطمہ کی باتوں کا جواب دیتی رہی۔ انہیں باتوں میں مزید ایک گھنٹہ گزر گیا۔ جس کے بعد ڈاکٹر نے آکر ہی فاطمہ اور اسامہ کو اسکی ڈائیٹ وغیرہ کے بارے میں چند ضروری ہدایات دیتے اسے ڈسچارج کرنے کا فیصلہ کیا۔

اسامہ جو کچھ وقت پہلے اس سے ناراض ہو گیا اب خود بخود ہی مان گیا تھا کیونکہ وہ کبھی بھی عالیہ سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتا تھا۔

ہوسپٹل کے پی سی او سے وہ پہلے ہی کال کر کے سب گھر والوں کو اس بارے میں آگاہ کر چکا تھا جسے سن کر وہ سب لوگ بہت پریشان ہوئے اور پھر جلدی سے اس سے ہوسپٹل کا پتہ معلوم کرنا چاہا تاکہ وہ عالیہ کی موجودہ حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اور پھر اس کے مطابق اپنا آئیندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے کی کوشش کریں۔

مگر اسامہ نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دی کہ وہ بلکل ٹھیک ہے بلکہ کچھ ہی دیر میں وہ واپس گھر پہنچ رہے ہیں لہذا انہیں وہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی اس بات پر ان سب کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔ اسامہ سے سب معلومات لینے کے بعد فون رکھتے وہ سب بیچینی سے اسکے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اسامہ اور فاطمہ نے مل کر عالیہ کو گاڑی تک سہارا دے کر لائے اور پھر گاڑی تک پہنچتے ہی اسے آرام سے گاڑی کے اندر بیٹھا دیا۔ کیونکہ وہ ابھی تک نقاہت اور کمزوری محسوس کر رہی تھی جس سے اسے چلنے پھرنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔ اس لیے ان دونوں نے اسے سہارا دیا تھا۔

وہ دونوں جب پچھلی سیٹ پر ایزی ہو کر بیٹھ گئے تو فاطمہ نے جلدی سے آگے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے گاڑی کو اسٹارٹ کرتے وہاں سے عالیہ کے گھر کی جانب بڑھ گئی۔

***

کیونکہ وہ باقاعدگی سے تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں جس کیلیئے وہ اس گھڑی پر ضرور الارم لگایا کرتیں تاکہ تہجد کے وقت اس آلارم کے بجنے سے ان کی آنکھ کھل جائے۔

اور پھر وہ اٹھ کر وقت پر تہجد کی نماز ادا کر سکیں۔

الارم کی آواز بار بار گونج رہی تھی جس پر دادی نے اپنا جھریوں زدہ ہاتھ بڑھا کر آلارم کو بند کر دیا۔

کچھ دیر ایسے ہی کمرے کی چھت کی طرف دیکھنے کے بعد وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

اپنے ہاتھ میں موجود ڈائیری کو اپنے ہونٹوں سے لگائے انہوں نے اسے آہستہ سے واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے دوپٹے کو ڈھونڈنے کیلیئے بستر ہاتھ مارے جو تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ان کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

دوپٹے کو اپنے سر پر رکھتے وہ بیڈ سے اتریں اور پھر وضو کی خاطر واش روم میں گھس گئیں۔

تقریباً دس منٹوں بعد وہ واشروم سے وضو کیے باہر نکلیں۔ باہر نکلتے ہی انہوں نے اپنے بیڈ کے پاس ہی موجود دراز میں سے ایک جائے نماز نکالی اور پھر اسے وہیں بچھاتے اس پر کھڑی ہو گئیں۔

جائے نماز پر کھڑے ہوتے انہوں نے اپنا دوپٹہ اچھی طرح سے اپنے اگرد اور سر پر لپیٹا اور پھر دو رکعت نمازِ تہجد کی نیت باندھتے نماز پڑھنے لگیں۔

نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے اپنے ہاتھ دعا کیلئے کھڑے کر دیے۔

"یا میرے مالک! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما اور میری اس ادنا سی عبادت کو اپنی جناب میں قبول فرما۔ میں تیری بہت گناہگار اور بری بندی ہوں مجھ پر اپنا کرم فرما۔ میرے سب گھر والوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنی رحمت سے سرفراز فرما۔

یا میرے رب! اسے بخش دے اسکے تمام گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما اور اسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ میں جانتی ہوں کہ اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ اسے اپنے دل میں آپ کے مقام کی جگہ کسی اور کو نہیں دینی چاہیئے تھی۔

مگر شاید یہ سب اسکے بس سے باہر تھا۔ وہ ایک کمزور انسان جبکہ آپ مالکِ کل جہان ہیں۔ اپنی اسی شان کی بدولت اس کمزور اور نادان انسان کی تمام غلطیوں کو درگزر فرما دے۔ کیونکہ تو ہی سب سے بڑا رحیم اور غلطیوں کو درگزر فرمانے والا ہے۔ اسے بھی اپنی اس رحمت سے سرفراز کیجیئے گا آمین!"

دادی نے روتے ہوئے اپنے رب سے دعا مانگی اور پھر دعا کے ختم ہوتے ہی اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے جائے نماز سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جائے نماز سے اٹھ کر وہ اپنے کمرے میں موجود بک شیلف کی جانب بڑھیں اور وہاں سے قرآن مجید نکال کر دوبارہ سے جائے نماز پر آکر بیٹھ گئیں۔

اور پھر بیٹھتے ہی قرآن مجید کھول کر بلند آواز سے اسکی تلاوت کرنے لگیں۔

* * * \

وہ عالیہ کو لیے اسکے کمرے میں چلی گئی جبکہ باقی لوگ ڈنر کرنے کی خاطر ڈائینگ ایریا کی طرف بڑھے جن میں فاطمہ بھی شامل تھی جسے عالیہ کے والدین نے ڈنر تک وہیں رکنے کا کہا تھا۔ جس پر وہ کچھ دیر تک انکار کرتی رہی مگر ان کے اصرار کے بعد وہ بالآخر مان گئی تھی۔

دوسری طرف آسیہ نے اپنی بہن کو اسکے کمرے میں لا کر بیڈ پر لیٹا دیا تا کہ وہ کچھ دیر مزید آرام کر سکے مگر عالیہ کو کسی پل چین نہیں مل رہا تھا۔

کچھ پل سکون کے گزرنے کے بعد اچانک ہی اس ظالم شخص کی شبیہہ اس کے ذہن کے پردوں پر لہرا جاتی جس سے وہ بے چین سی ہو جاتی۔

خدا خدا کرتے کافی دیر بعد وہ اسے سلانے میں کامیاب ہوئی جس پر اس نے شکر کا سانس لیا تھا۔ عالیہ کو پر سکون سوتا دیکھ کر وہ آرام سے اس کے پاس سے اٹھی اور پھر ہمیشہ کی طرح اسکے گالوں اور ماتھے پر بوسہ دیتی آہستہ سے اسکے کمرے سے باہر نکل گئی۔

جبکہ اس کے جانے کے بعد عالیہ ایک بار پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

آج اسے کسی طور سکون نہیں آ رہا تھا۔ اسکی وہ گھمبیر آواز کہ جس میں اس نے اس سے معذرت کی تھی بار بار اسکے کانوں میں گونج رہی تھی۔

جس سے تنگ آ کر اس نے اپنے کانوں پر زور سے اپنا تکیہ رکھ لیا تا کہ اسکی وہ آواز سنائی نہ دے سکے۔ مگر اسکی ہر کوشش ناکام ہوتی دیکھائی دے رہی تھی۔

اسکی آواز اسکے خیال اسکا وہ وجیہہ چہرہ اسکے حواسوں پر حاوی ہوتے چلے گئے جس پر وہ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگی۔

وہ ساری رات اسکی اسی کیفیت میں ہی گزری۔

اسی کیفیت کے زیر اثر وہ ساری رات کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں ٹھہلتی رہی مگر اس کے اندر پلتا محبت اور جنونیت کا وہ لاوا ابلتا ہی چلا جا رہا تھا جو اسے کسی پل بھی چین سے بیٹھنے نہیں دے رہا تھا۔

صبح بڑی مشکل سے خود کو کمپوز کرتے اس نے اپنے آپکو سب گھر والوں کا سامنا کرنے کے قابل بنایا تھا۔ ورنہ جو حال اس کا گزری رات کو تھا اگر اس کا علم ان میں سے کسی کو بھی ہو جاتا تو پتہ نہیں وہ اب تک کیا کچھ کر گزرے ہوتے۔

اپنے چہرے ہر جھوٹی مسکراہٹ لیے وہ سب کو دھوکہ دینے کا کام بخوبی سرانجام دے رہی تھی۔ مگر اسکی بہن دور سے ہی اس کا چہرہ دیکھ کر بتا سکتی تھی کہ وہ پوری رات کس کیفیت میں مبتلاء رہ کر صبح یہاں ان لوگوں کے سامنے بیٹھے نارمل ہونے کا ناٹک کر رہی ہے۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ کچھ دیر تک اسامہ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی رہی۔ اس کے بعد اپنے امی ابو کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔

کچھ دیر بعد اسکے ابو ان سب سے اجازت لیتے اپنی دکان کی طرف چلے گئے کیونکہ دکان پر کھڑے لڑکے نے کسی بچے کو بھیج کر انہیں اطلاع دی تھی کہ وہ جلدی سے دکان پر آئیں کیونکہ گاہکوں کا رش بہت زیادہ بڑھ گیا ہے جسے وہ اکیلا ہینڈل نہیں کر سکتا۔

عالیہ کے ابو یعنی غفار صاحب کی مارکیٹ میں اپنی کپڑے کی ایک دکان تھی جس سے انہیں اچھا خاصہ منافع ہو جاتا تھا اور جس سے ان کے گھر کا نظام بہت احسن طریقے سے چل رہا تھا۔

وہ اپنے اس کاروبار اور رزق سے حد درجہ مطمئن اور خوش تھے۔

ان کے جانے کے بعد اسامہ بھی اپنے رشتہ داروں کے گھر ان سے ملنے چلا گیا البتہ آسیہ نے جانے کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ اسے تقریباً اپنے تمام رشتہ دار ہی زہر لگتے تھے۔

وہ اکثر اس بات پر اپنے اللہ کا شکر ادا کرتی رہتی کہ اسکی شادی کم از کم اسکے رشتہ داروں میں نہیں ہوئی ورنہ وہ کس طرح ان سب کے درمیان گزارا کرتی۔

اسکی شادی پر اسکے رشتہ داروں اور خاندان والوں نے کافی واویلا مچایا تھا مگر اسکے ابو نے پھر بھی اسکی شادی اپنے خاندان سے باہر کر دی کیونکہ انہیں بھی اپنے خاندان والے کچھ زیادہ پسند نہیں تھے۔

البتہ اسامہ نے شروع سے ہی اپنے تمام قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے بنا کر رکھی جس پر وہ سب بھی اس کی بہت قدر اور عزت کرتے تھے۔ لیکن اس جے باوجود وہ پھر بھی اسے وہ توجہ اور محبت دینے سے قاصر رہے کہ جو انہیں دینی چاہیئے تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ان سب باتوں کے باوجود وہ جب کبھی بھی اسلام آباد سے یہاں لاہور آتا تو ان سب کے گھروں میں جا کر ان سے ضرور ملتا اور ان حال چال دریافت کرتا جس پر وہ بھی چاہتے ناچاہتے اسکی خوب آؤ بھگت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

"بیٹا اسامہ جا رہا تھا تو تم بھی چلی جاتی۔ کتنے سال ہو گئے ہیں تم اپنے چچا کے گھر ان سے ملنے نہیں گئی۔"

اسامہ کے جانے کے بعد عالیہ کی امی یعنی مومنہ بیگم نے اپنی بڑی بیٹی آسیہ سے کہا جو عالیہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھے اسکے سر کے بال کھول کر ان پر تیل سے مالش کرنے میں مصروف تھی۔

"امی آپ جانتی ہیں کہ مجھے چچا اور انکی فیملی سے ہمیشہ ہی سے چڑ رہی ہے۔ پھر بھی آپ ایسا کہہ رہی ہیں۔ آپ کو یاد نہیں عالیہ کی پیدائش پر چچی نے کیا طعنہ مارا تھا کہ اتنے سالوں بعد دوسری اولاد پیدا ہوئی اور وہ بھی ایک اور بیٹی کی صورت میں..... پتہ ہے یہ الفاظ کہتے ہوئے ان کے لہجے اور الفاظ میں کتنی تحقیر تھی اس بات کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتیں۔ لیکن مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ عالیہ کی پیدائش کو ہمارے لیے نعوذ باللہ اللہ کی ناراضگی کا سبب جان رہی تھیں۔

اب آپ خود سوچیں کہ ایسی گھٹیا سوچ رکھنے والے رشتہ داروں سے راہ ورسم بڑھانے کا کیا کوئی فائدہ ہے کہ جن کی نظر میں آپکی ذات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔"

آسیہ نے عالیہ کے بالوں میں تیل لگاتے کہا جو سر جھکائے اسکے سامنے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"لیکن پھر بھی بیٹا رشتہ دار چاہے جتنے بھی برے ہوں غیروں سے سو درجہ بہتر ہوتے ہیں۔ اور تمہاری چچی کی تو عادت ہے ایسی باتیں کرنے کی۔ لیکن اگر ہم لوگ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر اپنی انا کا مسئلہ بنا بیٹھیں گے تو بلکل ہی اکیلے رہ جائیں گے۔ اس لیے میرا تمہیں یہی مشورہ ہے کہ ایک بار جا کر ان کے گھر کا چکر لگا آؤ آگے تمہاری مرضی ہے۔

اور ہاں تمہارے چچا بھی کئی بار مجھ سے پوچھ چکے ہیں کہ تم ان کے گھر کیوں نہیں آتی۔

اب میں انہیں کیا بتاؤں کہ انکی اس بھتیجی کے تو آپ لوگوں سے مزاج ہی نہیں ملتے اسی لیے وہ آپ ہاں آنا پسند نہیں کرتی۔

مگر پھر مجبوراً مجھے تمہاری عزت کی خاطر ان سے تمہارے وہاں آنے کا کوئی نہ کوئی جھوٹا جواز پیش کرنا پڑتا ہے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

مومنہ بیگم نے آسیہ سے کہا تھا جو عالیہ کے سر کی مالش کرنے کے بعد اب اس کے بالوں کی چٹیا بنا رہی تھی۔

"تو نہ بولیں! آپ سے کس نے کہا ہے کہ آپ ان لوگوں کے سامنے میرے میرے لیے جھوٹ بولا کریں۔

بس جب بھی پوچھیں تو سیدھی طرح سے انہیں بتا دیا کریں کہ بھائی آسیہ کا آپ کے گھر آنے کو دل نہیں چاہتا اس لیے وہ یہاں نہیں آتی۔

اور رہی بات اکیلا رہ جانے کی تو امی! ایسے رشتہ داروں سے انسان اکیلا ہی صحیح ہے جو نہ آپ کی خوشی میں آپ کے ساتھ شریک ہوں اور نہ ہی غم میں آپ کا دل سے ساتھ اور حوصلہ دیں۔

پھر ایسے رشتہ داروں سے بہتر ہے کہ انسان کا کوئی رشتہ دار ہی نہ ہو۔"

عالیہ کی چٹیا مضبوطی سے باندھتے ہوئے اس نے اپنی ماں کو جواب دیا تھا جس پر انہوں نے افسوس سے اپنا سر ہلایا کیونکہ اسے سمجھانا ان کے بس سے باہر تھا۔

"چلو جیسی تمہاری مرضی ہمارا کیا ہے ہم تو آج ہیں کل نہیں ہوں گے۔ پھر یہ رشتہ داریاں تم اور تم لوگوں کے بچوں نے ہی سنبھالنی ہیں۔ اسی لیے میں ایسا کہہ رہی ہوں تاکہ یہ رشتے کبھی نہ ٹوٹیں۔ کیونکہ رشتے توڑنا بہت آسان ہوتا ہے مگر رشتوں کو دوبارہ جوڑنا بہت ہی مشکل کام ہے۔"

مومنہ نے سمجھانے والے انداز میں آسیہ سے کہا جس پر اس نے برا سا منہ بنایا تھا جبکہ عالیہ خاموشی سے اپنی بہن کے کاندھے پر اپنا سر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔

"امی پلیز آپ ان باتوں کو چھوڑیں اور کوئی اور بات کریں۔"

آسیہ نے اپنی ماں سے اس بات کو چھوڑ کر کسی اور ٹاپک پر بات کرنے کا کہا جس پر وہ اس سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔

تقریباً آدھا گھنٹہ مزید باتیں کرنے کے بعد مومنہ بیگم اس سے معذرت کرتے کچن میں پڑے رات اور صبح کو گندے ہونے والے برتنوں کو صاف کرنے کیلئے وہاں سے کچن کی طرف چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد آسیہ نے بھی کسی کام کی غرض سے وہاں سے اٹھنا چاہا مگر اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی وجود کے وزن کا احساس ہوا، جس پر اس نے اپنی نظروں کا زاویہ اس جانب کیا تو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کیونکہ عالیہ اس کے کندھے سے ٹیک لگائے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوئے سو رہی تھی۔

آسیہ نے اسکی جانب مسکراتے ہوئے دیکھ کر آرام سے اس کا سر اپنے کندھے سے ہٹا کر صوفے پر پڑے کشن کے اوپر رکھا اور پھر اسکے پاؤں چپلوں سے آزاد کر کے اوپر صوفے پر رکھے۔

ان سب کاموں سے نبٹ کر اس نے خود پر اوڑھی ہوئی شال اتار کر اچھی طرح سے اس کے اوپر بچھا دی۔

اس وقت وہ بلکل ایک کانچ کی گڑیا لگ رہی تھی کہ جسے چھونے سے بھی ٹوٹنے کا اندیشہ ہو۔

آسیہ نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہمیشہ کی طرح آج بھی نرمی سے اسکے گالوں اور ماتھے پر بوسہ دیا کیونکہ وہ بچپن ہی سے عالیہ کو ایسے ہی پیار کرتی تھی۔

"میری پیاری گڑیا! اللہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھے اور اس محبت نامی آفت سے نجات دے۔ کیونکہ تم نہیں جانتی کہ یہ محبت کتنی تکلیف اور اذیت دیتی ہے جسے تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ کیونکہ تم میں

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اتنی قوت مدافعت نہیں ہے کہ تم اس کا مقابلہ کر سکو۔ یا میرے خدایا! میری گڑیا کی حفاظت فرمانا اور اسے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھنا آمین!۔"

عالیہ کا بوسہ لیتے آسیہ نے نم آنکھوں سے اپنے خدا سے دعا کی اور پھر اپنے آنکھوں کی نمی پونچھتی وہاں سے کچن میں اپنی امی کی مدد کرنے چلی گئی۔

* * * \

مگر جلد ہی اپنے اس ڈر کو اس نے یہ کہہ کر جھٹک دیا کہ کیا پتہ وہ اس یونیورسٹی میں پڑھتا ہی نہ ہو بلکہ کسی کام کے سلسلے میں ان دنوں یہاں آیا ہوا ہو؟۔

اس خیال کا آنا تھا کہ وہ بلکل مطمئن ہو گئی۔

رابی جو آج کئی دنوں بعد یونیورسٹی میں آئی تھی عالیہ کے اسے اس کے بارے میں نہ بتانے پر بہت خفا ہوئی۔ مگر عالیہ نے جیسے تیسے کر کے اسے راضی کر ہی لیا تھا۔ رابعہ نے ناراضگی ختم کرنے کیلیئے ریسیس پیریڈ میں اسے لنچ کروانے کی شرط رکھی جسے عالیہ نے فوراً قبول کر لیا۔

عالیہ نے وہ سارا دن بغیر کوئی ٹنشن لیے ہنسی خوشی گزارا تھا۔ گھر واپس آتے اس نے فاطمہ سے گزشتہ لیکچرز کے نوٹس لیے جو مسلسل غیر حاضر رہنے کی وجہ سے اس سے مس ہو گئے تھے۔ تا کہ وہ اپنے نامکمل نوٹس کو مکمل کر سکے۔

آنے والے دنوں میں وہ سب کچھ بھلائے ایک بار پھر سے اپنی تمام تر توجہ صرف اپنی پڑھائی پر مرکوز کیے رہی جس سے اسے اس شخص کے خیالوں سے چھٹکارا پانے میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

اسے دوبارہ سے اپنی زندگی کی طرف لوٹتا دیکھ کر سب گھر والے بہت مطمئن تھے۔ اسامہ اور آسیہ مسلسل اس کا خیال رکھ رہے تھے جس سے وہ دن بدن بہتر ہوتی جا رہی تھی۔

اسی دوران اچانک ایک دن آسیہ کے میاں نے انہیں فون کر کے ایمرجنسی واپس اسلام آباد آنے کہا کیونکہ ان کی امی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی جس کی وجہ سے ان سمیت باقی سب گھر سخت پریشان تھے۔

دوسرا انہوں نے آسیہ کو اس لیے ارجنٹ بلایا تھا کیونکہ آسیہ ہی ان کی امی کی دیکھ بھال اور دوائیوں وغیرہ کا خیال رکھا کرتی تھی۔ اسی لیے انہیں اس کی کمی بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ بس یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسے واپس آنے کا کہا تا کہ وہ اچھے سے انکی امی کا خیال رکھ سکے۔ ورنہ وہ یہاں جتنے دن بھی قیام کرتیں انہیں اس بات سے کوئی مسلئہ نہیں تھا۔

دوسرا انکے گھر میں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کی طرح پوری توجہ سے ان کی امی کا خیال رکھتا کہ جیسے وہ رکھتی تھی۔

اپنے میاں کے اس بلاوے پر وہ اپنے سب گھر والوں سے معذرت کرتی واپسی کے سفر کیلئے تیار ہو گئی۔

روانگی کے دن سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ خاص کر عالیہ نے تو رو رو کر اپنی آنکھیں سرخ کر لیں تھیں۔

آسیہ کافی دیر تک عالیہ کو خود سے لگائے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دلاسہ اور ڈھیر ساری نصیحتیں اور دعائیں دیتی رہی۔

اسامہ بھی اپنی خالہ کے گلے لگ کر کافی دیر تک روتا رہا۔ بڑی مشکل سے سب بڑوں نے انہیں ایک دوسرے سے الگ کیا تھا۔

رو رو کر ان دونوں کا برا حال ہو گیا تھا۔ یہ ان کی شروع سے ہی عادت تھی کہ جب بھی وہ ایک دوسرے کے گھر جا کر واپسی کے سفر پر روانہ ہوتے تو اسی طرح ایک دوسرے کے گلے لگ کر زور زور سے روتے کہ جیسے پتہ نہیں وہ ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہوں۔

آنسوؤں اور کئی خوشگوار یادوں اور باتوں کیساتھ وہ لوگ اسلام آباد کی جانب روانہ ہو گئے۔ غفار صاحب انہیں سی آف کرنے ائیر پورٹ تک انکے ساتھ گئے تھے۔

انکے جہاز پر سوار ہوتے وہ بھی واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

* *

آج اسکی بہن اور بھانجے کو واپس گھر گئے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔

اور اس تمام عرصے میں وہ خود کو بہت اکیلا اور تنہا محسوس کر رہی تھی۔ وہ اب پہلے کی طرح اپنا زیادہ تر وقت پڑھائی کو ہی دیتی تھی

یونیورسٹی میں بھی اس کا سامنا دوبارہ اس شخص سے نہیں ہوا جس سے اس کا یہ شک کہ وہ مستقل یونیورسٹی میں نہیں پڑھتا بلکہ ان دنوں کسی کام کی غرض سے یونیورسٹی آیا ہوا تھا نے یقین کی صورت اختیار کر لی تھی۔

مگر یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جیسا آپ سوچتے ہوں ویسا ہی ہو۔ حقیقت اس سے مختلف بھی ہو سکتی ہے جو یقیناً بہت جلد اس کے سامنے ظاہر ہونے والی تھی۔

وہ دن بھی باقی دنوں کی طرح ایک عام سا دن تھا۔ وہ صبح سویرے اٹھتی جلدی سے تیار ہو کر یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گئی تھی کیونکہ آج اس کا ایک بہت ہی ضروری اسائمنٹ تھا۔ جس کی وجہ سے اسے آج تھوڑا جلدی یونیورسٹی پہنچنا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

گھر سے نکلتے تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ یونیورسٹی کے مین ڈور کے سامنے رکشے سے اتری۔ رکشے سے اتر کر اس نے جلدی سے رکشے والے کو پیسے دیے۔ اور پھر اپنے گرد لپٹی شال کو مزید اچھے سے لپیٹتے تیز تیز قدم اٹھاتی یونیورسٹی کے مین ڈور کی جانب بڑھنے لگی کیونکہ آج سردی کی شدت گزشتہ دنوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔

تیز تیز قدم اٹھاتے وہ جیسے ہی مین ڈور کراس کر کے یونیورسٹی کے اندر داخل ہوئی تو اسے اپنے سامنے سے وہی شخص آتا ہوا دیکھائی دیا کہ جس نے اسکے ہوش اڑائے ہوئے تھے۔

وہ ایک بار پھر بے خود سی ہوتی اسے دیکھنے لگی جو سیدھا اسی کی جانب آ رہا تھا۔

شاید آج پھر وہ کسی کام سلسلے میں یہاں آیا ہوا تھا کہ جسے مکمل ہونے پر اب وہ واپسی کی راہ پر جا رہا تھا۔

عالیہ کے قریب آتے اس نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو اپنے ارد گرد لوگوں کی پرواہ کیے بغیر بس اسی کے چہرے کو ہی تکے جا رہی تھی۔

"محترمہ! کہاں کھو گئی ہیں۔ شاید اس دن بھی آپ ہی تھیں جو مجھ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھیں۔ اور پھر اسی طرح سے مجھے گھورنے لگی تھیں۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ویسے آپ کے ساتھ ایسا ہر وقت ہی ہوتا رہتا ہے یا پھر صرف مجھے ہی دیکھ کر آپ ایسے ری ایکٹ کرنے لگتی ہیں۔"

اس لڑکے نے اسکے قریب رکتے اسکے سامنے چٹکی بجاتے اسے ہوش میں لاتے ہوئے اپنی گھبیر اور نہایت ہی خوبصورت مردانہ آواز میں کہا جس پر عالیہ فوراً ہوش میں آتی گڑبڑا گئی۔

"نن..... نہیں اا..... ایسی تت..... تو کوئی ببب..... بات نہیں۔"

عالیہ نے لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں اسے جواب دیا جس پر وہ مبہم سا مسکرایا جسے دیکھ کر عالیہ کو اپنا دل بے قابو ہوتا محسوس ہوا۔

"آپ ایسے کیوں بول رہی ہیں سیدھی طرح بولیں۔ میں کوئی بلا تو نہیں کہ جسے دیکھ کر آپ اس طرح سے ڈر کا مظاہرہ کرتی لڑکھڑا کر بول رہی ہیں۔"

شاید آج وہ بھی بات کرنے کے موڈ میں تھا اس لیے عالیہ کو ایزی ہو کر خود سے بات کرنے کا کہا جسے سنتے ہی عالیہ پھر سے بے ہوش ہونے کے در پر تھی۔

"نن..... نہیں مم.... میں تو آپ سے نن..... نہیں ڈر رہی وہ تو بس"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"کیا بس؟ آپ کے چہرے سے واضح نظر آرہا ہے کہ آپ اس وقت کتنی خوف زدہ اور گھبرائی ہوئی ہیں۔ پلیز خود کو نارمل رکھیں۔ میں ماشاءاللہ سے ایک شریف آدمی ہوں جس سے آپ کو کسی بھی صورت ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" لڑکے نے کہا

"نہیں ایسی کک..... کوئی بات نہیں میں تو بس ایسے ہی..... وہ دراصل میں اجنبی لوگوں سے اتنی گھل مل کر بات نہیں کرتی نہ تو بس اس لیے تھوڑا گھبرا گئی ورنہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

عالیہ نے خود کو کمپوز کرتے اس لڑکے سے سفید جھوٹ بولا ورنہ اس سے زیادہ اس کے قریب اور کون ہو سکتا تھا کہ جسے وہ اس وقت ایک اجنبی کہہ رہی تھی۔ مگر وہ بھی کیا کرتی کیونکہ اسے اپنے وقار اور عزت کا بھرم بھی ہر صورت قائم رکھنا تھا۔ بس اسی لیے اس نے اپنی عزت کی خاطر وہ جھوٹ بولا ورنہ وہ چاہ کر بھی اس انسان سے جھوٹ اور غلط بیانی نہیں کر سکتی تھی کہ جو اسکی رگوں میں خون کی طرح دوڑنے لگا تھا۔

"اچھا!!! مطلب میں اجنبی ہوں تو آپ اس وجہ سے مجھ سے بات کرنے میں جھجک رہی ہیں۔" لڑکے نے سوالیہ انداز میں عالیہ سے پوچھا جس پر اس نے بے وقوفوں کی طرح اپنا سر ہلایا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"تو پھر بقول آپکے مجھ جیسے اجنبی شخص کو یوں بے خود ہو کر گھورنے سے تو آپ کو کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوئی۔

شاید اجنبیوں کو گھورنا آپ کی ڈکشنری میں اچھا تصور کیا جاتا ہو گا۔اسی لیے تو آپ نے مجھ سے بات کرنے کی بجائے مجھے گھورنا زیادہ مناسب سمجھا۔"

لڑکے نے عالیہ کو ہنوز ہونکوں کی طرح خود کو تکتا پا کر گہرہ طنز کیا جس پر وہ فوراً ہوش میں آتی اس سے گویا ہوئی.....

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں وہ دراصل مجھے آپ کو دیکھ کر اپنا کوئی قریبی عزیز یاد آجاتا ہے۔ مگر اب میرے ذہن میں نہیں آرہا کہ وہ کون تھا جو ہو بہو آپ کی طرح دیکھائی دیتا ہے۔"

عالیہ نے پھر سے سفید جھوٹ بولا جسے سن کر وہ آہستہ سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اومائی گاڈ! اتنی معصومیت کہ آپ کا بولا ہوا یہ جھوٹ صاف آپ کے چہرے پر نظر آرہا ہے۔ آئی کانٹ بلیو دس کہ کوئی اتنا بھی معصوم اور بھولا ہو سکتا ہے کہ اس سے صحیح طرح سے جھوٹ بھی نہ بولا جائے۔"

لڑکے نے حیرت کیساتھ ہنستے ہوئے عالیہ کے جھوٹ کا بھانڈا پھوڑا جس پر وہ خود میں سمٹی تھی۔ اسے ہر گز اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا چہرہ بڑا شناس ہو گا۔

"نہیں مم..... میں بلکل سس..... سچ کہہ رہی ہوں آپ میری ببب..... بات کا یقین کریں۔"

عالیہ نے کمزور لہجے میں اسے یقین دلانا چاہا جس پر اس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے اسکی بات کی نفی کی۔

"محترمہ برائے مہربانی آپ اپنی اس نازک سی جان پر مزید جھوٹ بول کر ظلم مت کریں۔ کیونکہ مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر آپ نے یہ جھوٹ مزید ایک دوبار بولا تو آپ اس جھوٹ کے اثرات کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو جائیں گی۔

اس لیے خواہ مخواہ میں جھوٹ بول کر اپنی جان ہلکان مت کریں کیونکہ میں اچھی طرح سے سب حقیقت سے واقف ہوں۔"

اس لڑکے کی بات غور سے سنتی عالیہ اسکی آخری بات سن کر جی جان سے لرزی۔ کیونکہ اسے ہر گز یہ امید نہ تھی کہ وہ اسکے اندر کے حال سے واقف ہو جائے گا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"کک..... کیا حقیقت ہے پھ..... پھر آپ ہی ببب.....بتائیں" عالیہ نے ڈرتے ہوئے اپنے اندیشے کو غلط ثابت کرنے کیلئے اپنا سر جھکا کر اس سے یہ سوال پوچھا جسے سن کر وہ ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"آپ کا چہرہ کیوں زرد پڑ رہا ہے۔ بھائی میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا آپ نے تو سچ ہی سمجھ لیا۔

ویسے سیکھیں مجھ سے کہ کیسے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ دیکھا میں نے ابھی کیسے جھوٹ بولا؟ جس کا آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں نے جو بولا ہے وہ جھوٹ تھا یا پھر سچ!"

اس لڑکے نے فرضی کالر اکڑاتے ہوئے اپنی تعریف اور عالیہ کی کم علمی پر طنز کرتے ہوئے کہا جس پر عالیہ کا جھکا سر مزید زمین کی جانب جھک گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ خواہ مخواہ میں شرمندہ نہ ہوں میں بس مذاق کر رہا تھا۔ ویسے میں عام طور پر کسی سے اتنا فری ہو کر نہیں ہوتا مگر آپ کی معصوم باتوں اور حرکتوں سے میں آپ سے بات کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو معذرت! انشاءاللہ اگر زندگی نے وفا کی تو پھر ملیں گے خدا حافظ۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اس لڑکے نے عالیہ کو شرمندہ ہوتا دیکھ کر معذرت خواہانہ انداز میں کہا اور پھر اس سے اجازت لیتے وہاں سے مین گیٹ کی جانب بڑھ گیا جبکہ عالیہ کسی کھلونا گڑیا کی طرح بے ساختہ اپنا رخ اسکی پیٹھ کی جانب موڑے اسے خود سے دور جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

جاتے جاتے اچانک اس نے رک کر اپنا رخ عالیہ کی جانب موڑا جو ایک بار پھر بنا پلک چھپکائے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کے پیچھے مڑ کر دیکھنے سے وہ ہوش میں آتی اپنا سر جھکا گئی۔

"محترمہ آپ اپنی یہ چالیس گز کی چادر سنبھال کر چلا کریں، بیچاری نیچے زمین پر پڑی اپنی اس بے وقعتی پر آنسو بہا رہی ہے۔

خود تو چھوٹی سی ہیں مگر چادر اتنی بڑی لے رکھی ہے کہ جیسے پتہ نے یہ دسمبر صرف آپ پر ہی اپنی سردی کی شدت آزما رہا ہو باقی سب تو اس کے کچھ نہیں لگتے۔ سو پلیز آئیندہ سے اس بات کا خیال رکھا کریں، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی چلتے ہوئے آپ کا پاؤں اس پر آجائے اور آپ دھڑام سے نیچے زمین پر گر پڑیں۔ اس لیے اپنی اس چادر کو سنبھال کر چلا کریں شکریہ"

اس لڑکے نے اپنی بیٹھ پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے جیسے ہی دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے عالیہ خود کو تکتے ہوئے نظر آئی، مگر جیسے ہی اسکی نظر اسکی چادر پر پڑی، اس نے فوراً سے پہلے اسے اپنی چادر سنبھالنے کا کہا تھا جو اسکے پورے وجود کو کور کرنے کے بعد بھی زمین پر پڑی سلامی دے رہی تھی۔

اس کی اس بات پر عالیہ نے جلدی سے اپنی چادر سنبھالی جبکہ وہ اسے چادر سنبھالتا دیکھ کر مسکراتے ہوئے یونیورسٹی سے باہر چلا گیا تھا۔

اپنی چادر سیٹ کرنے کے بعد جب اس نے دوبارہ اس جانب اپنی نظر دوڑائی تو وہ اسے کہیں بھی نظر نہ آیا۔

جس پر وہ بوجھل قدموں کیساتھ اپنی کلاس کی جانب بڑھنے لگی کیونکہ اس کے قریب ہونے کا احساس ہی اس کیلئے ہر چیز سے نرالہ اور خوبصورت تھا۔

مگر اب کہ وہ اس کے قریب نہیں رہا تھا۔ تو اسے پوری دنیا ہی ادھوری ادھوری سی لگنے لگی تھی۔

کلاس پہنچ کر اس نے عائب دماغی سے اپنے لیکچرز اٹینڈ کیے۔ کیونکہ اس کے ذہن میں بار بار اسکی باتیں اور چہرہ گھوم رہا تھا جس سے اس کا کسی اور چیز پر فوکس کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔

* * * \

مگر رابعہ بھی اسکی کسی بھی بات کو کوئی اہمیت دیے بغیر اپنی ضد پر اڑی رہی جس کے سامنے بلآخر اسے اپنے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔

کیونکہ عالیہ صبح اکیلے ہی یونیورسٹی آکر اسے ناراض کر چکی تھی۔اس لیے سزا کے طور پر اب اس نے اسے پیدل ہی اپنے گھر کی جانب چلنے کا کہا تھا جسے اسے ماننا ہی پڑا۔

"عالی میں یہ کیا سن رہی ہوں؟ واقعی جو میں نے سنا کیا سب سچ ہے؟"

سڑک کنارے چلتے رابعہ نے اچانک اس سے پوچھا تھا جو خود سے کئی گناہ بڑی چادر کو اپنے گرد اچھی طرح سے لپیٹنے میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی۔

"اب کیا الٹا سیدھا سن لیا میرے بارے میں جو تم اس طرح سے پوچھ رہی ہو۔"

عالیہ نے سردی سے کپکپاتے اپنی چادر کو خود پر اچھی طرح سے لپیٹتے ہوئے رابعہ سے کہا جس پر وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے کسی نے بتایا ہے کہ آج صبح تم یونیورسٹی میں انٹر ہوتے ہی کسی حد سے زیادہ ہینڈسم لڑکے سے گپیں ہانکتی ہوئی پائی گئی تھی۔

بی بی یہ سب کیا معاملہ ہے؟ کیونکہ آج پوری یونیورسٹی میں یہی ہاٹ ٹاپک رہا ہے کہ جس کے بارے میں کئی سٹوڈینٹس آپس میں ڈسکس کر رہے تھے۔"

رابعہ نے اچانک ہی اس کے سر پر دھماکہ کیا جسے سنتے ہی اس کے بڑھتے ہوئے قدم فوراً سے پہلے رکے تھے۔

"یی..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کک..... کیا واقعی سب سٹوڈینٹ ایسی باتیں کر رہے تھے۔"

عالیہ نے نم آنکھوں کیساتھ بولتے ہوئے رابعہ سے تصدیق کرنا چاہی کیونکہ کسی ایسی بات کا ہو جانا اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"ہاں مگر تم مجھے بتاؤ کہ کیا واقعی ایسی کوئی بات تھی؟ یا پھر ایویں ہی وہ سب لوگ تم پر باتیں بنا رہے تھے؟"

رابعہ نے اسکی بات پر مثبت جواب دیتے اس سے پوچھا جسے سن کر اس کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید پڑا تھا۔

"نن..... نہیں اا..... ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ تو بس مم.... میری چادر نیچے زمین پر گھسٹ رہی تھی تو اس نے مجھے اسے اوپر کرنے کا کہا تھا۔ بس اسکے علاوہ تو اور کوئی بات نہیں ہوئی میری اس سے۔"

عالیہ نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بتاتے جلدی سے اپنی چادر میں اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ کیونکہ بقول اس انجان شخص کے جھوٹ بولتے وقت کوئی بھی سامنے والا اس کا چہرہ دیکھ کر آسانی سے بتا سکتا تھا کہ وہ اس وقت جھوٹ بول رہی ہے۔

اس لیے یہ بات کرتے ہوئے بے اختیار اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا تاکہ رابعہ اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اسکے اس آدھے سچ اور آدھے جھوٹ کو نہ پکڑ لے جو وہ اس سے بیان کر چکی تھی۔

"اچھا! مگر میں نے تو کچھ اور ہی سنا ہے؟"

رابعہ نے پھر سے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا جس پر مجبوراً اسے بھی آگے کی جانب چلنا پڑا۔

"کک..... کیا سنا ہے۔"

عالیہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا کیونکہ اگر یہ بات اسکے گھر تک پہنچ جاتی تو بہت برا ہوتا۔ اسکے ابو نے لاکھ اسے پڑھنے اور باہر جانے کی اجازت دے رکھی تھی مگر وہ اس کے متعلق اس قسم کی کوئی بات بھی ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

"میں نے تو سنا ہے کہ تم کافی دیر تک لڑکے کے ساتھ گپیں مارتی رہی ہو۔ اور ساتھ یہ بھی کہ تم پاگلوں کی طرح بس اسکے چہرے کو ہی تکے جا رہی تھی۔

محترمہ اس سب کے بارے ذرا بتانا پسند کریں گی حالانکہ کچھ مہینے پہلے کوئی بندہ میرے ساتھ کسی ریسٹورینٹ میں بیٹھ کر ایسا کرنے والوں کو بیک ورڈ اور جاہل قرار دے رہا تھا۔"

رابعہ نے اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اسکے سامنے رکھتے ہوئے کہا جس پر اسکی زبان بلکہ سارا جسم ہی کنگ ہو کر رہ گیا۔

وہ ایک بار پھر چلتے چلتے رک گئی۔

"تت..... تم سس۔۔۔۔۔سے کس نے کہا کک..... کہ میں ایسا کر رہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا سراسر جھوٹ اور مجھ بہتان لگا رہا ہے۔ کیونکہ ان تمام باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور رابی! تم نے ایسے جھوٹے لوگوں کی باتوں پر یقین کیسے کر لیا؟ مجھے تم سے ایسی کسی بھی بات کی ہر گز توقع نہ تھی۔"

عالیہ نے خود سنبھالتے حتیٰ الامکان مضبوط لہجے میں رابعہ کو جواب دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس سے شکوہ بھی کیا کہ اسے دوسرے لوگوں کی طرح ان سنی سنائی جھوٹی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

"او میری جان! تم تو ناراض ہی ہو گئی ہو۔ میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔ اچھا سوری اگر میری کسی بات سے تمہیں دکھ پہنچا ہو۔ میں دوبارہ ایسی کوئی بات تم سے نہیں کروں گی اب خوش!"

رابعہ نے اس کے سامنے اپنے کان پکڑتے ہوئے اپنی کہی باتوں کی معافی مانگی جس پر اس نے اپنا سر ہلا کر اسے معاف کر دینے کا اشارہ دیا۔

"یہ کیا؟ میری جان تو رو رہی ہے اچھا تھوڑی دیر ادھر میرے تو پاس آؤ!"

رابعہ نے اسکے چادر میں لپٹے چہرے پر آنسو دیکھ کر اسے اپنے قریب آنے کا کہا جس پر وہ بنا کوئی چوں چراں کیے اس کے قریب ہو گئی۔

اس کے قریب آتے ہی رابعہ نے اسی کی چادر کے ایک پلو کو پکڑتے ہوئے اسکے چہرے کے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اسکی ناک سے بہتا پانی بھی صاف کیا جو اس سردی کے موسم میں باہر پیدل چلنے کی وجہ سے بہنے لگا تھا۔

"ییییی گندی کہیں کی ابھی تک تمہارا ناک بہتا ہے۔ اب تو بڑی ہو گئی ہو اب تو اپنا تھوڑا بہت خیال رکھا کرو۔"

اس کا ناک صاف کرتے رابعہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تھا مگر وہ اسکی کسی بھی بات کا جواب دینے کے بجائے اچانک سے مسکرانے لگی تھی۔

"اب یہ تم مسکرا کیوں رہی ہو؟ کیا کوئی بہت بڑا مار کہ مار لیا ہے کہ جس کی خوشی میں تمہاری یہ بتیسی باہر کو نکل رہی ہے؟"

عالیہ کے مسکرانے پر رابعہ نے بگڑ کر کہا جس پر وہ ایک دم سنجیدہ ہوتے بولی.....

"نہیں میں تو بس اس لیے مسکرا رہی تھی کہ مجھے اپنا خیال رکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ تم لوگ جو ہو میرا خیال رکھنے کیلئے پھر مجھے کس بات کی ٹنشن ہو گی۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے محبت سے اپنی دوست کو دیکھتے ہوئے کہا جس پر رابعہ نے اسے اپنے گلے لگا لیا۔

"ہاں یہ بھی ہے اچھا چلو جلدی کرو ورنہ دیر سے گھر جانے پر تمہاری امی نے ہم دونوں کا بھرتا بنا دینا ہے۔ کیونکہ مجھے تو گھر میں کوئی کچھ نہیں کہتا آخر کو میں گھر بھر کی لاڈلی جو ہوں۔" رابعہ نے عالیہ سے الگ ہوتے اسے جلدی سے اپنے گھروں کی طرف چلنے کا کہا جس پر عالیہ بھی اس کے ساتھ تیز تیز قدم بڑھاتی آگے کو چلنے لگی۔

"ویسے وہ تمہارا لمبو بھانجا بہت جاد آ رہا ہے۔ قسم سے اسے تنگ کر کے جو مزہ ملتا ہے وہ مزہ دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں ہے۔"

رابعہ نے تیز تیز چلتے عالیہ سے کہا کیونکہ بچپن سے ہی اسامہ اور اسکی کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ وہ ہر وقت ایک دوسرے کو نیچا دیکھانے کیلئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہتے تھے۔

وہ جب بھی اپنے ننہال آتا عالیہ کے ساتھ اسے چپکا ہوا دیکھ کر جل بھن کر رہ جاتا۔ کیونکہ وہ اسے کسی کے ساتھ شئیر کرنے کا روادار نہ تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

دوسرا رابعہ کا گھر انکے گھر کے پاس ہی ایک گلی چھوڑ کر واقع تھا۔ جسکی وجہ سے وہ اکثر عالیہ کے گھر پائی جاتی جو اسامہ کیلئے کسی صورت قابل قبول نہ تھا۔

اس لیے وہ اسے وہاں سے بھگانے کیلئے طرح طرح کے طریقے استعمال کرتا مگر رابعہ بھی ہمیشہ اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی تھی۔

جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ ایک دوسرے سے سخت چڑنے اور ناپسند کرنے لگے۔

پچھلے دنوں بھی جب اسامہ یہاں آیا ہوا تھا تو رابعہ نے اسکی اچھی خاصی واٹ لگا دی تھی۔ جس پر وہ جلتا کُڑھتا اپنی نانی کے پاس اسکی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ مگر اس کی نانی نے اس کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی جس سے وہ خاصہ مشتعل ہو گیا تھا جو رابعہ کو کافی اچھا لگا تھا۔

آج چلتے چلتے اچانک اس کے ذہن میں اس کے بارے میں خیال آیا جس کا اظہار اس نے برملا اسی وقت عالیہ سے کیا تھا۔

"زبان سنبھال کر محترمہ! سامی کے بارے میں میں تمہارے منہ سے مزید ایک غلط بات برداشت نہیں کروں گی سمجھی تم....."

عالیہ نے اپنے بھانجے کیلئے اپنے لہجے میں محبت سموئے رابعہ کو سخت الفاظ میں اسکے بارے میں مزید کچھ برا کہنے سے باز رہنے کی تاکید کی۔ جس پر رابعہ نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا جواب بے تاثر چہرے کیساتھ اپنے سامنے دیکھتے تیزی سے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"ہنہہ بڑی آئی! اپنا ناک تک تو خود صاف نہیں کر سکتی اور محترمہ کی باتیں سنو کہ اچھا خاصہ انسان دنگ رہ جائے۔"

رابعہ نے اسے دیکھتے اپنے دل میں کہا جو ہر چیز سے لاتعلق بس آگے ہی کو بڑھتی جا رہی تھی۔

رابعہ بھی مزید کچھ کہے خاموشی سے اس کے ساتھ آگے کی جانب بڑھنے لگی۔

* * * \

ساری رات آنکھوں میں کاٹنے کے بعد صبح ہونے تک وہ بخار سے تپ رہی تھی۔

اسکی امی نے جب اسکے کمرے میں آکر اسے اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھی۔ مگر جب انہوں نے اس کا ماتھا چھوا تو انہیں اس کا ماتھا جلتا ہوا محسوس ہوا۔

انہوں نے جلدی سے غفار صاحب کو بلایا تاکہ وہ ڈاکٹر کو بلا لائیں۔ کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ گھر داخل ہوئے۔

ڈاکٹر نے عالیہ کو چیک کر کے اسے زیادہ سے زیادہ آرام کرنے کا مشورہ دیا جس پر ان دونوں میاں بیوی نے اپنا سر یقین دلانے والے والے انداز میں ہلایا۔

وہ انہیں کچھ مزید ضروری ہدایات دیتے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب کو دروازے تک چھوڑ کر غفار صاحب نے آسیہ کو فون ملا عالیہ کی موجودہ حالت کے بارے میں آگاہ کیا جس پر وہ بھی خاصی ہریشان ہو گئی۔

مگر اس بار وہ اس کیلئے وہاں نہیں آسکتی تھی کیونکہ ان کی ساس کی طبیعت ابھی تک نہیں سنبھلی تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کچھ دیر مزید اس سے بات کرنے کے بعد غفار صاحب نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ وہ وقفے وقفے سے اسے حالت کی حالت کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں گے۔

فون رکھ کر وہ ایک بار پھر عالیہ کے کمرے کیں طرف بڑھ گئے کہ جہاں مومنہ بیگم اسکے ماتھے پر پانی کی پٹیاں لگا رہی تھیں۔

دو دن مزید گھر پر رہنے کے بعد ایک بار پھر وہ یونیورسٹی میں جانے کی تیار کھڑی تھی۔ یہ دو چھٹیاں بھی اس کی امی نے زبردستی اس سے کروائیں تھیں ورنہ وہ تو بخار کیساتھ کے ساتھ ہی یونیورسٹی جانے کو تیار کھڑی تھی۔

آج بھی اسکی امی اسے جانے سے روک رہی تھیں کیونکہ ابھی پوری طرح سے اس کی طبیعت نہیں سنبھلی تھی مگر آج وہ اپنی ضد منوائے جا رہی تھی کیونکہ ان لگاتار چھٹیوں سے اسکی پڑھائی کا بہت حرج ہو رہا تھا جسے وہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اپنے والدین کی دعاؤں کے سائے تلے وہ رابعہ کیساتھ یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گئی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

یونیورسٹی پہنچ کر معمول کے مطابق اپنے تمام لیکچر لیے۔ البتہ اس تمام عرصے میں وہ اپنے آس پاس سلمان وقار نامی کسی آدمی کی خوبصورتی اور ذہانت کے قصے مسلسل سنتی رہی جس سے اماس میں اس آدمی کو دیکھنے کا تجسّس عود آیا۔

آس پاس سے معلوم کرنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ موصوف یعنی سلمان وقار اس ملک کے عظیم صنعت کار وقار خان کا بیٹا ہے کہ جس کی دولت اور شہرت کے قصے دور دراز تک پھیلے ہوئے تھے۔

شکل وصورت میں اپنا ثانی نہ رکھنے والا سلمان وقار اپنے جہاں کا ایک شہزادہ تھا کہ جس کی ایک نظر کیلئے کئی لوگ انتظار میں تڑپتے رہتے تھے مگر وہ کسی کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ بلکہ ہمیشہ اپنی ذات میں ہی مگن رہتا۔

الغرض یہ اور اس طرح کی کئی اور باتیں ان لوگوں کے منہ سے برآمد ہوئیں جو اس سلمان وقار نامی تخیلاتی شخصیت کی تعریفوں سے لتھڑی ہوئی تھیں۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ایک لڑکی سے پوچھنے پر اس نے عالیہ کو بتایا کہ وہ کسی وجہ سے اپنی موجودہ یونیورسٹی سے یہاں اکنامکس کے تھرڈ سیمسٹر میں مائیگریٹ ہو کر آیا ہے۔ اور یہ کہ وہ خوبصورت ہونے کیساتھ ساتھ کافی ذہین بھی ہے۔

ان سب باتوں کو سن کر عالیہ نے اس شخص سے ملنے کی ٹھان لی۔ گھر آ کر بھی وہ کافی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔

البتہ رات سونے کے وقت پھر سے اس پر وہی پہلے والا جنون سوار ہو گیا تھا۔

اپنی اس حالت کے پیش نظر اس نے کسی اچھے سائیکیٹریس سے اپائنٹمنٹ لینے کا فیصلہ کیا کیونکہ اب وہ مزید یہ بے سکونی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

آگلے دن وہ اور رابی جیسے ہی یونیورسٹی پہنچیں، انہیں اپنے سامنے ہی کئی سٹوڈینٹس کا جم گھٹا کھڑا نظر آیا جو کسی کے گرد کھڑے ہو کر اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر شاید سامنے والا انہیں کوئی رسپانس نہیں دے رہا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اتنے لوگوں کو ایک ہی جگہ پر جمع دیکھ کر ان دونوں نے بھی حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کیساتھ اس جانب اپنے قدم بڑھائے۔ لیکن جیسے ہی عالیہ نے لوگوں کے ہجوم کی اوٹ سے درمیان میں کھڑے شخص کو دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے دوگنا بڑی ہو گئیں۔

بلاشبہ لوگوں کے اس مجمعے میں گھرا وہ شخص وہی تھا کہ جو دن بہ دن اسے اپنے سحر میں جکڑے جا رہا تھا اور جسے لوگ سلمان وقار کے نام سے پکار رہے تھے۔

وہ کنگ کھڑی ایک بار پھر سے اسکے چہرے کو نہارنے میں مصروف ہو گئی جبکہ اسکی کیفیت سے انجان رابعہ اس شخص کی شخصیت اور قابلیت کے بارے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ سب سے جلدی جلدی ہاتھ ملاتا اپنی کلاس کی جانب روانہ ہو گیا جبکہ اس کے جاتے ہی وہاں کھڑے تمام سٹوڈینٹس بھی اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف چلے گئے۔

وہ چلا گیا مگر عالیہ کی کیفیت میں ذرا برابر بھی فرق نہ آیا۔ وہ ہنوز پہلے کی طرح بت بنی بنا پلک جھپکائے اسی جانب دیکھ رہی تھی کہ جہاں وہ کچھ دیر پہلے کھڑا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

سلمان وقار کی شان میں اچھی خاصی تعریفوں کے پل باندھنے کے بعد جب رابعہ کی نظر اپنے ساتھ بت بنی عالیہ پر پڑی تو اس نے حیرت سے اسے بازو سے پکڑ کر ہلایا جس پر وہ فوراً ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

"او محترمہ! کہاں گم ہو گئی ہو۔ چلو جلدی سے کلاس کی جانب چلو کیونکہ سر رفیق کا پیریڈ سٹارٹ ہونے ہی والا ہے۔ اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کلاس میں لیٹ آنے والوں کیساتھ کیا کرتے ہیں۔" رابعہ نے اسے ہوش میں لاتے جلدی سے چلنے کا کہا جس پر وہ گڑبڑاتی تیزی سے اس کے ساتھ اپنی کلاس کی جانب قدم بڑھانے لگی۔

اس کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا جبکہ کہ اس کیساتھ ہی پورے جسم پر کپکپی سی طاری ہو چکی تھی۔

کلاس میں بھی کپکپانے کی وجہ سے اس سے اپنا لیکچر نوٹ نہیں کیا جا رہا تھا۔ جس پر اس نے تنگ آ کر لیکچر نوٹ کرنا ہی بند کر دیا۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ سب اسکے ساتھ کیوں اور کیسے ہو رہا ہے۔ کیا کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو بغیر کچھ کہے سنے بس صرف اپنا دیدار کرا کر اس حد تک پاگل کر سکتا ہے کہ جس حد تک وہ ہو چکی تھی۔

یونیورسٹی میں بیتے دن کا بقیہ تمام تر حصہ اس نے اپنی کلاس میں بیٹھے دبک کر گزارا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں پھر سے اس کا سامنا اس شخص سے نہ ہو جائے کہ جسے دیکھ کر وہ اپنے ہوش گنوا بیٹھتی تھی۔

رابعہ اسکی منتیں کرتے تھک گئی کہ وہ اسکے ساتھ صرف کیٹین تک چلی آئے مگر اس نے اس کی کوئی بات نہ مانی جس پر وہ ناراض ہوتی کلاس سے چلی گئی۔

لیکن آج اسے رابعہ کے ناراض ہونے کا کوئی دکھ نہ ہوا کیونکہ فلحال اسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے۔

وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ آج کے بعد جتنا ممکن ہو سکا وہ اس سلمان وقار نامی شخص کا سامنا کرنے سے گریز کرنے کیساتھ اسے نظر انداز کرنے کی بھی پوری کوشش کرے گی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

مگر شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی یہ تدبیریں اسکے کچھ کام نہیں آنے والی کیونکہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

اگلے کئی دنوں تک رابعہ اس سے ناراض رہی مگر اس نے اس بات پر اتنی زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ فلوقت وہ بہت کٹھن اور مشکل وقت سے گزر رہی تھی۔

اس کے دن بعد وہ یونیورسٹی جاتے ہی اپنی نظریں نیچے کی جانب جھکا لیتی تاکہ اسکی نظر اس سلمان وقار نامی بلا پر نہ پڑ سکے۔ اپنے اسی عمل کی بدولت وہ ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے سامنے واقع برآمدے کے پلر سے کئی بار اپنا سر بھج ٹکرا چکی تھی۔ جس دیکھ کر رابعہ سمیت اسکے کئی کلاس فیلوز نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔ مگر اس نے ڈھیٹ پنے کا مظاہرہ کرتے اپنی اس روش کو اختیار کیے رکھا، جس کا نتیجہ خاطر خواہ مثبت آیا تھا۔

اس دن کے بعد وہ اس سے نہ ملنے اور دیکھنے میں کامیاب رہی حالانکہ اس کا دل اسے اس کے دیدار کیلئے خاصہ مجبور کرتا مگر وہ اپنے دل پر جبر کیے اسے اگنور کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

جہاں کہیں اس کا نام یاذ کر کیا جاتا وہ اس محفل کو چھوڑ کر چلی جاتی۔ الغرض اس کی یہ ترکیب خاصی کارگر ثابت ہو رہی تھی مگر اس سب کا اثر اس کی پڑھائی پر ہونے لگا۔

اس کی وہ توجہ جو اسے اپنی پڑھائی پر دینی چاہیئے تھی اب اس شخص سے بچنے کی ترکیبیں سوچنے اور اس سے بچنے پر صرف ہو رہی تھی۔

دوسرے سیمسٹر کے امتحان کچھ دنوں بعد ہونا تھے مگر اس سے ابھی تک اپنے نوٹس مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اسکے تمام اساتذہ اسکی تعلیمی کارکردگی میں اس قدر تنزلی دیکھ کر خاصے پریشان تھے۔

اسکے گھر والے بھی اسکی یہ حالت دیکھ کر بہت حیران ہوئے، کیونکہ آج تک انہیں اسکی پڑھائی کو لیکر کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔

وہ شروع سے پڑھائی اور پڑھنے لکھنے کی دیوانی تھی جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اول پوزیشن لیتی تھی۔ اسکے والدین نے کبھی اسے پڑھائی پر توجہ دینے کا نہیں کہا تھا کیونکہ وہ کبھی بھی انہیں اس بارے میں کچھ کہنے کا موقع نہ دیتی تھی۔

مگر اس وقت کہ جب اسے پڑھائی پر توجہ دینے کی اشد ضرورت تھی وہ اپنی اس توجہ کو کہیں اور لگانے میں مصروف عمل تھی۔

رابی جو کافی دنوں سے اس سے ناراض تھی اسکی حالت دیکھ کر خود بخود راضی ہوتے اس سے اس بارے میں دریافت کرنے لگی مگر اس نے خاطر خواہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا جس پر وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئی۔

اسی سب میں بلآخر اس کے امتحان کا دن بھی آ گیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے کیونکہ اسے اپنے ہر چے کا ایک لفظ بھی یاد نہیں تھا۔

خیر صبح جلدی جلدی یونیورسٹی جا کر وہ ادھر ادھر سے نوٹس مانگ کر اپنا پرچہ یاد کرتی رہی جس سے خاطر خواہ فائدہ ہوا تھا۔ کیونکہ اس کا دماغ پڑھائی کے معاملے میں بہت تیز تھا۔ جس کی وجہ سے صرف ایک بار ہی پڑھنے سے اسے اپنا تمام سبق یاد ہو جاتا۔

اس وقت بھی اس نے پوری توجہ سے وہ نوٹس پڑھے جس سے اسے وہ تمام تر سوالات یاد ہو گئے تھے جو اس نے پڑھے تھے۔

پرچے کا وقت ہوتے ہی وہ مطمئن سی ہال میں آکر اپنی متعلقہ نشست پر بیٹھ گئی۔ تاہم اس بار رابعہ کو اس سے خاصا دور بیٹھنا پڑا کیونکہ یونیورسٹی والوں نے انکے ہال میں سٹوڈینٹس کے بیٹھنے کی تمام ترتیب بدل دی تھی۔ جس سے رابعہ بلکل بھی خوش نظر نہیں آرہی تھی۔ مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس لیے چاہتے ناچاہتے وہ اپنے لیے معین کردہ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔

پرچے کا وقت شروع ہوتے ہی ممتحن نے انہیں خاموش ہونے کا کہتے جوابی شیٹس کے ساتھ ساتھ سوالیہ پرچہ بھی دینا شروع کر دیا، جنہیں عالیہ نے اپنی باری آنے پر نہایت ہی اطمینان اور کونفیڈینس کیساتھ وصول کیا تھا۔

سوالیہ پرچہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی کیونکہ وہ سب سوال اسے فر فر آتے تھے۔ وہ خوشی خوشی سوالیہ پرچے کو سائیڈ پر کرتے اپنی جوابی شیٹ کلیپ بورڈ پر رکھ کر پہلے سوال کا جواب لکھنے ہی لگی تھی کہ اچانک اس کی نظر تیزی سے ہال کے دروازے سے اندر آتے سلمان وقار پر پڑی جو شاید کسی وجہ سے آج یونیورسٹی لیٹ آیا تھا۔

کسی نے بھی اس سے دیر سے آنے کا وجہ نہیں پوچھی کیونکہ سب اسکے والد اور اسکی طاقت سے اچھے طرح سے واقف تھے۔لہذا کسی نے بھی اس سے چھڑ چھاڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔

وہ پر سکون سا آگے بڑھتا عالیہ کی قطار کے ساتھ والی قطار میں اس سے آگے دو نشستیں چھوڑ کر خالی نشست پر جا کر براجمان ہو گیا۔

اسکے بیٹھتے ہی ممتحن نے اسے جوابی شیٹ اور سوالیہ پرچہ دیا جنہیں لیکر وہ خاموشی سے اپنا پیپر حل کرنے لگا۔

جبکہ دوسری طرف اس پر نظر پڑھتے ہی عالیہ نے اپنے کئی دنوں کی ریاضت اور مشقت کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بار پھر سے اسے ہونکوں کی طرح دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

جس کے نتیجے میں وہ اپنے پرچے کو یکسر بھلائے بس اسے ہی دیکھنے لگی تھی کہ جو تیزی سے اپنے سامنے کلیپ بورڈ پر رکھے صفحوں کو سیاہ کرنے میں مصروف تھا۔

ممتحن نے جب اسے بنا پلک چھپکائے سلمان وقار کی جانب دیکھتے پایا تو اسے کھڑا کر کے خوب بے عزت کیا جسے دیکھ کر باقی سب سٹوڈینٹس عالیہ پر ہنسنے لگے۔

البتہ جس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا تھا وہ ہنوز اپنے کلپ بورڈ پر جھکا اپنا پرچہ حل کرنے میں مصروف تھا۔

اسے اس بات کی کوئی خبر نہ تھی کہ اس وقت اسکے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ اس کا یہ طرز عمل دیکھ کر عالیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سر نے اسے آئیندہ کیلئے وارن کرتے دوبارہ بیٹھ کر اپنا پرچہ حل کرنے کا حکم دیا جس پر وہ نم آنکھوں کیساتھ اپنے پرچے کی جانب متوجہ ہوئی، مگر یہ کیا؟ اسے تو اپنے پرچے کا ایک سوال بھی یاد نہ رہا تھا۔

اس نے اپنے ذہن پر خاصہ زور دیا مگر اس کا ذہن بلکل کورے کاغذ کی مانند ہو صاف گیا تھا۔ جس پر اسے صرف اسی آدمی کی تصویر لہراتی ہوئی نظر آ رہی تھی کہ جو اس سے قطعاً لاتعلق بنا بیٹھا ہوا تھا۔

پرچے کے دوران وہ تمام وقت بے تاثر نظروں سے سوالیہ پرچے پر لکھے سوالوں کو دیکھتی رہی مگر کسی بھی سوال کا جواب اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا جس پر اسے رونا آ گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اپنا سر نیچے کلیپ بورڈ کی جانب جھکائے وہ بے آواز رونے میں مصروف تھی۔ اسکے آنسوؤں سے اسکا تمام ترسوالیہ پرچہ اور جوابی شیٹ بھیگ چکی تھی۔

لیکن کسی کو بھی اسکے رونے کا علم نہ ہوا کیونکہ اس نے اپنے سر اور جسم پر اپنی وہی بڑی سی چادر لپیٹی ہوئی تھی کہ جس سے اس کا آدھا چہرہ دکھنے سے قاصر تھا۔ دوسرا وہ سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی جس سے اسکے چہرے پر موجود آنسوؤں کو کوئی بھی نہ دیکھ سکا تھا۔

وہ پورے تین گھنٹے بنا کچھ لکھے اسی حالت میں بیٹھی روتی رہی کہ اسی دوران پرچے کا وقت پورا ہوا، جس پر ممتحن نے سب سٹوڈینٹس کو اپنا اپنا پرچہ واپس جمع کروانے کا کہا، جس پر وہ ہوش میں آئی تھی۔

جلدی سے اپنا رولنمبر وغیرہ لکھ کر اس نے وہ خالی پرچہ ممتحن کے حوالے کیا اور پھر اپنی نشست سے کھڑے ہوتے ایک دکھ بھری نظر اسکی چھوڑی گئی خالی نشست پر ڈالی، اور پھر خود کو کمپوز کرتے ہال سے باہر نکل گئی۔

باہر آتے ہی رابعہ سمیت اسکے سب کلاس فیلوز نے اس سے اپنے پرچے کے بارے میں دریافت کیا کہ جس پر اس نے صرف اتنا ہی بتایا کہ "ہاں میرا پرچہ بہت اچھا ہوا ہے۔" جس پر ان سب نے اس سے مزید اس بارے میں کچھ پوچھنے سے گریز کیا، جس پر اس نے شکر کا سانس بھرا۔

فلحال اسے تنہائی کی شدید ضرورت تھی کیونکہ اسے اپنا وجود اندر سے بھاری ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا کہ جسے صرف تنہائی ہی ہلکا کر سکتی تھی۔

اپنے چہرے پر جھوٹی مسکراہٹ سجائے وہ سب کو دھوکہ دیتے اب تھکنے لگی تھی۔

خدا خدا کرتے وہ واپس اپنے گھر پہنچی تھی۔ گھر پہنچتے ہی وہ بلکل نارمل انداز میں اپنی امی ابو کیساتھ برتاؤ کر رہی تھی۔ ان کے پوچھنے پر کہ آج پرچہ کیسا ہوا؟ جھوٹ بولتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کا پرچہ بلکل اے ون ہوا ہے۔

اسکے بعد اپنے والدین کے ساتھ بیٹھے خوشگوار ماحول میں لنچ کیا۔ لنچ کرنے کے بعد اس نے ان سے کچھ دیر آرام کرنے کی خاطر اپنے کمرے میں جانے کی اجازت مانگی جس پر انہوں نے بخوشی اسے جانے کی اجازت دے دی۔

وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ اور پھر اپنے کمرے میں داخل ہو کر اسے اندر سے لاک کرتے بیڈ پر دراز ہوتے گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی۔

کافی دیر سے خود پر باندھا گیا ضبط کا بندھن تنہائی میسر آتے ہی ٹوٹ کر بکھر سا گیا۔

بیڈ پر اوندھے منہ لیتے وہ بری طرح سے رونے اور اپنے بال نوچنے میں مصروف تھی۔

"کیوں آخر کیوں؟ میرے ہی ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ میرا قصور کیا ہے؟ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو اس سے طرح میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ یا میرے مالک! پلیز مجھے اس عذاب سے نجات حاصل کرنے میں مدد کریں ورنہ میں ختم ہو جاؤں گی۔

مجھ سے اب یہ سب برداشت نہیں ہو تا پلیز اسے میرے دل و دماغ سے نکال دیں۔ میں نے ایسا کبھی بھی نہیں چاہا تھا کہ جیسا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ پلیز ززززز مجھے اس سے چھٹکارا دے دیں پلیز ززز"

عالیہ نے بے تحاشہ روتے ہوئے اپنے رب سے فریاد کی کیونکہ اب صرف وہی ذات تھی جو اسے اس کرب سے نجات دلا سکتی تھی، کیونکہ کہ اس اپنی ساری ترکیبیں اور منصوبے پہلے ہی ناکام ہو چکے تھے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسی طرح سے دن گزرے رہے اور وہ ہمیشہ کی طرح اسے اپنے قریب دیکھ کر اپنے ہوش گنوا بیٹھتی جس کا خمیازہ اسے غیر حل شدہ پرچہ ممتحن کو واپس دے کر بھگتنا پڑتا۔

اس تمام عرصے میں سلمان وقار نے بھول کر بھی اس کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ اس نے تو کبھی اپنی نگاہ اٹھا کر غلطی سے بھی اس کی جانب دیکھنا گوارا نہ کیا تھا۔

وہ چپ چاپ آتا اور اپنا پرچہ حل کر کے چلا جاتا۔ اسے کوئی پرواہ نہ تھی کہ کوئی انسان صرف اس کی وجہ سے اپنی پوری زندگی تباہ کر چکا ہے۔

آج آخری پرچہ بھی مکمل ہو چکا تھا جبکہ وہ معمول کے مطابق اپنا غیر حل شدہ ہر چہ ممتحن کے حوے کرتی باہر گروانڈ میں کھلی جگہ پر آجر بیٹھ گئی۔

آج موسم خاصہ خوشگوار تھا۔ آسمان پر سورج اپنی پوری آب و تاب کیساتھ چمک رہا تھا۔ جس کی وجہ سے سردی کے اس موسم میں ایک خاصہ دل فریب نظارہ بن گیا تھا کہ جو دیکھنے اور سمجھنے والوں کو اپنے سحر میں جکڑنے کو پوری صلاحیت رکھتا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ اپنے وجود کو چادر میں لپیٹے گراؤنڈ کی ایک جانب واقع قدرے سنسان حصے میں جا کر نیچے اگی گھاس پر براجمان ہو گئی۔

سورج کی روشن زدد کرنے اس کے سرخ و سفید رنگت کے حامل چہرے پر پڑتیں اسکی دلکشی اور اور خوبصورتی میں مزید اضافہ کرنے کا باعث بن رہی تھیں مگر کون جانے کہ اس خوبصورت چہرے کا اندر کس قدر کھوکھلا اور دیمک زدہ ہو چکا تھا۔

وہ اپنی قسمت کی اسی ستم ظریفی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اچانک کوئی دھم سے اس سے کچھ فاصلے پر واقع ایک بینچ پر آ کر بیٹھا۔ عالیہ نے ہوش میں آتے جلدی سے اپنی نگاہوں کا زاویہ اس جانب موڑتے ہوئے دیکھا تو اس نے وہاں سراج کو بیٹھے پایا۔

سراج اس کی کلاس کا شریر ترین سٹوڈینٹ تھا۔ ہر کسی کو چھیڑنا، مستی مذاق اور تنگ کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ پڑھائی سے زیادہ وہ ان سب باتوں اور کاموں میں دلچسپی لیتا تھا۔ اس کی انہی عادتوں کی وجہ سے اسکے گھر والے، استاد اور کلاس فیلوز سب کے سب اس سے عاجز آ چکے تھے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ کو بھی وہ اکثر زچ کرتا رہتا، جس پر وہ خاموش رہتے ہوئے اسکی باتوں کو مسکرا کر انجوائے کرتی کیونکہ اس کی باتیں ہوتی ہی ایسی تھیں کہ جنہیں سن کر اچھا بھلا سنجیدہ انسان قہقہہ لگا کر ہنسنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

اس سب کے باوجود وہ مشکل وقت میں اپنے سب دوستوں اور کلاس فیلوز کا ہر ممکن خیال رکھتا اور ان کی مشکل محل کرنے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا۔ جسکی وجہ سے وہ پوری یونیورسٹی میں ایک اچھے انسان اور طالب علم کے طور پر جانا جاتا تھا۔

"ہائے سویٹی تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ اور وہ تمہاری پھولن دیوی دوست کہاں گئی آج تمہارے ساتھ نظر نہیں آ رہی؟"

سراج نے بینچ پر بیٹھ کر اپنے ہاتھ میں موجود پیکٹ سے چسپ کھاتے ہوئے عالیہ سے پوچھا۔

"ہاں وہ کینٹین تک گئی ہوئی ہے ابھی آتی ہی ہو گی" عالیہ نے بے تاثر چہرے کیساتھ اسے جواب دیا۔

"ویسے یہ تمہارا منہ آج کل ضرورت سے کچھ زیادہ ہی لٹکا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے؟ دیکھو اگر کوئی بات ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔ میرے بس میں ہوا تو میں تمہاری اُس پرابلم کو حل کرنے کی پوری کوشش کروں گا"

سراج نے چسپ کھاتے اسے بے جھجک مدد کی پیشکش کی جس پر اس نے ناں میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس کچھ دنوں سے تھوڑی طبیعت خراب تھی جس کیوجہ سے تمہیں ایسا لگا ورنہ مجھے کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔"

عالیہ نے گراؤنڈ کی زمین سے گھاس اکھاڑتے ہوئے سراج کو جواب دیا۔

"اچھا! چلو تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں ورنہ تمہاری کنڈیشن سے ایسا بلکل بھی نہیں لگ رہا"

سراج نے بغور اسکے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جس پر عالیہ نے جلدی سے اپنا چہرے دوسری جانب موڑا۔

"اچھا! ویسے یہ تم خوبصورت لڑکیوں کا بھی اپنا ہی ایک سٹائل ہوتا ہے۔ مطلب جب کبھی پریشان ہوں تو ایسے ظاہر کرتی ہیں کہ جیسے زندگی میں کبھی کوئی پریشانی انہیں چھو کر بھی نہ گزری ہو گی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

مگر اپنے گھر جا کر امی ابو امی ابو کی گردان لگائے چیختی رہتی ہیں۔ اور پھر جب اکیلی ہوتی ہیں تو اپنا سارا غصہ اور غم بیچارے تکیوں، میک اپ کے سامان اور الماری میں لگے بڑے سے شیشے اور اپنی آنکھوں سے بے جا آنسو نکال کر باہر نکالتی ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کیا آپ جانتی ہیں؟

ویسے میرے خیال میں ایسا تب ہوتا ہے کہ جب وہ میری طرح کسی نہایت ہی ہینڈسم لڑکے کے عشق میں پاگل ہو جاتی ہیں جو انہیں لفٹ تک نہیں کرواتا۔ کیا واقعی ایسا ہے یا پھر یہ سب صرف میرا ہی خیال ہے۔"

سراج نے چسپ کھاتے ہوئے شریر انداز میں عالیہ سے پوچھا! جس پر وہ مسکرا اٹھی۔

"تو پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ جاؤ اور جا کر کسی خوبصورت لڑکی سے پوچھو جو پہلے سے کسی ہینڈسم لڑکے کے عشق میں پاگل ہو۔ تاکہ وہ تمہاری اس بات کا تمہیں جواب دے سکے۔"

"تو کیا تم خوبصورت اور پاگل لڑکیوں میں شمار نہیں ہوتی؟"

"نہیں! میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ خود کو خوبصورت کہہ یا کہلوا سکوں۔ ہاں البتہ پاگل ہونے کے بارے میں یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا" عالیہ نے جواب دیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"پتہ ہے اسی بات سے میں اکثر ایسی لڑکیوں سے چڑتا ہوں کہ جو خوبصورت ہونے کے باوجود بھی ایسی باتیں کرتی ہیں۔ تاکہ لوگ انکی واہ واہ کریں کہ یار دیکھو! کیسی لڑکی ہے کہ جو خوبصورت ہونے کے باوجود بھی اتنی عاجزی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ مگر حقیقت میں اس لڑکی کے من میں لڈو پھوٹ رہے ہوتے ہیں کہ جب کوئی اسے یا اسکے اُس ظاہری حسن کو سراہتا ہے۔ اور تمہیں اچھی معلوم ہے کہ میں انہی ڈبل سٹینڈرڈز سے سخت نفرت کرتا ہوں۔"

سراج نے اسکی بات پر کرارا سا جواب دیا جو کسی حد تک صحیح بھی تھا مگر وہ انسان ہی کیا جو حقیقت مان لے۔ لہذا عالیہ نے بھی سچائی سے نظریں چراتے ہوئے سراج کو جواب دیا تھا.....

"لیکن میں ایسا بلکل بھی نہیں سوچتی کیوں کہ میں واقعی خوبصورت نہیں ہوں۔ پتہ نہیں تمہیں مجھ میں کہاں سے خوبصورتی اور حسن نظر آ گیا؟"

"بس بس اب چھوڑو یہ ڈینگیں مارنا! مجھے اچھی طرح پتہ ہے تمہاری ان باتوں کا لہذا مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ہاں یہ اور بات ہے کہ تمہیں ہمیشہ سے تیار ہونا نہانہ، منہ دھونا وغیرہ عذاب لگتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ تم منہ نہ دھونے کے کارنڑ (وجہ) بدصورت ہو گئی ہو۔ بھائی تم ایسے ہی اچھی ہو ہاں اگر کبھی صابن وغیرہ کا استعمال کر لو تو پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ اچھی لگنے لگو گی۔ مگر چلو چھوڑو ان مصنوعی چیزوں میں کیا رکھا ہے۔ بھائی حسین وہی جو قدرتی ہو جیسے کہ تم!"

سراج نے چپس کا پیکٹ ختم کرتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا کیونکہ اس نے یہ موضوع جان بوجھ کر ہی چھیڑا تھا تاکہ وہ جو کافی دنوں سے پریشان پریشان سی نظر آ رہی تھی کچھ بہتر اور اچھا محسوس کر سکے۔

مگر اسکی توقعات کے برعکس وہ تو بگڑ ہی گئی۔

"تم سے ایسا کس نے کہا ہے جلدی سے اس شخص کا نام بتاؤ!"

عالیہ نے تیز لہجے میں سراج سے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا غلط کہا ہے؟"

"جتنا پوچھا ہے اتنا ہی بتاؤ ورنہ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"وہ ایک دن تمہاری دوست رابعہ نے بتایا تھا کہ تم صفائی ستھرائی اور نہانے دھونے میں حد سے زیادہ سست اور کاہل واقع ہوئی ہو۔ وہ تو یہ بھی بتا رہی تھی کہ تمہاری امی زبردستی تمہیں نہانے اور منہ دھونے پر مجبور کرتی ہیں ورنہ تم تو کئی کئی دن ایسے ہی گزار سکتی ہو۔

وہ مزید یہ بھی کہہ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔

بس! اب اس سے آگے اگر ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔ اور اس رابی کی بچی کو تو میں ابھی دیکھتی ہوں۔ کیسے ہر ایرے غیرے کے سامنے میری برائیاں اور خامیاں بیان کرتی رہتی ہے۔

آج تو تو میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچے گی زرا صبر کرو بچو! میں ابھی آکر تمہیں سیٹ کرتی ہوں۔"

عالیہ نے سراج کی بات درمیان میں کاٹتے غصے سے کھڑے ہو کر رابعہ کی غیر موجودگی میں اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا اور پھر اپنا سامان اٹھاتی تیزی سے کینٹین کی جانب بڑھ گئی جبکہ اسکے جانے پر سراج پر سکون سا ہوتا مسکراتے ہوئے بینچ سے ٹیک لگا گیا تھا کیونکہ اس کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ وہ ایک تیر سے دو دو شکار کر چکا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

پہلے تو اس نے عالیہ کو اپنی باتوں سے اِس اداس اور دکھی فیز سے باہر نکالا اور دوسرا پچھلے دنوں رابعہ کے ہاتھوں ہونے والی بے عزتی کا بدلہ بھی عالیہ کو اس کے خلاف اچھا خاصہ بھڑکا کر لے چکا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ عالیہ اپنا غصہ اس پر کیسے اتارتی ہے جو یقیناً سراج کیلئے ہر صورت میں باعث مسرت تھا۔

* * * \

"نہیں بیٹا ایسے نہیں کہتے یہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔لہذا تم ہمیشہ اس سے شفقت اور محبت سے ہی پیش آیا کرو ورنہ میں تمہیں کبھی بھی کہانی نہیں سناؤں گی سمجھے۔"

بہن کو ایسا کہنے پر دادی نے اپنے پوتے کو تاکید کرتے ہوئے دھمکی دی جس پر وہ ڈھیلا پڑا کیونکہ وہ دادی کا اسے کہانیاں نہ سنانا افورڈ نہیں کر سکتا جس کی وجہ اس کا جنون کی حد تک کہانیاں سننے اور پڑھنے کا شوق تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے دادو! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد زاشی سے پیار اور محبت سے پیش آؤں گا۔ اب تو آپ مجھے کہانیاں سنائیں گی نہ؟"

بچے نے دادی کی بات پر سر تسلیم خم کرتے معصومیت سے کہا جس پر دادی نے اسے بھی اپنے ساتھ محبت سے لگا کر چوما۔

"ٹھیک ہے میری جان! تم نے میری بات مانی تو اب میرا بھی فرض بنتا ہے کہ تمہاری خواہش کو پورا کروں اس لیے میں تمہیں یہ کہانی آخر تک مکمل سناؤں گی۔ لیکن پہلے اس چھوٹی گڑیا کی بھی تو رائے

لے لیں کہ یہ اس کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ہاں بھائی گڑیا تو پھر تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں کیا میں یہ کہانی سناؤں یا پھر نہیں؟"

دادی نے پوتے کو کہتے اپنے ساتھ لگی ہوئی بچی سے پوچھا جو اپنا منہ لٹکائے ہوئے تھی۔

"ٹھیک ہے دادو! اگر بھائی یہی کہانی سننا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"شاباش میرے بچو! ہمیشہ اسی طرح سے ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام اور ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار رہنا۔اللہ تم دونوں سے راضی ہو۔اچھا تو پھر دوبارہ سے کہانی شروع کرتے ہیں۔ میں کہاں پر تھی؟ہاں تو میں بتا رہی تھی کہ وہ شہزادی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دادی نے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لگائے خوش ہوتے کہا اور پھر اسکے بعد انہیں دوبارہ سے کہانی سنانا شروع کر دی جو وہ پوری توجہ اور شوق سے سن رہے تھے۔

***

یونیورسٹی اور پھر یونیورسٹی سے گھر آکر بھی عالیہ کا غصہ کسی طور پر کم نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے رابعہ کو وہ بے نقط سنائیں کہ اسے اپنی نانی یاد آگئی۔ وہ عالیہ کی منتیں کرتے تھک گئی تھی کہ وہ اسے معاف کر دے اس نے تو ایسے ہی یہ باتیں کہہ دی تھیں۔ اس کا مقصد اسے ڈی گریڈ کرنا ہرگز بھی نہیں تھا۔

مگر عالیہ نے اسکی ایک بات بھی نہ سنی اور پھر اکیلے ہی رکشے پر بیٹھ کر اپنے گھر کی چلی آئی۔ جبکہ رابعہ سوچ میں پڑ گئی کہ آخر اسے ان سب باتوں کے متعلق بتایا کس نے ہے۔

سوچتے سوچتے اچانک سراج کا خیال اسکے ذہن میں آیا، جس پر اس کا چہرہ غصے سے لعل ہو گیا۔ اپنے دل میں سراج کو کل سبق سکھانے کا تہیا کرتی وہ پیدل ہی اپنے گھر کی جانب بڑھنے لگی۔

عالیہ نے گھر آتے ہی طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر اپنے کمرے میں جا کر پناہ لی۔ اور پھر غصے سے اپنے کمرے میں موجود چند گنی چنی قیمتی چیزوں کو توڑنے لگی۔ اسے رہ رہ کر رابعہ پر غصہ آرہا تھا کہ جس نے سب کے سامنے اسکی اتنی انسلٹ کی تھی۔

رابعہ کیساتھ ساتھ اسے اس وقت سلمان وقار پر بھی دل کھول کر غصہ آرہا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے سمسٹر کا ایک پرچہ بھی حل نہ کر پائی تھی۔ اب وہ اپنے ماں باپ کو کیا منہ دیکھاتی جب ریزلٹ آنے پر اس کا ایک پرچہ بھی پاس نہ ہوتا۔

اس سب کے بارے میں سوچ سوچ کر اس کا سر پھٹا جارہا تھا۔ اس شخص نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا اور ایک وہ تھی کہ سب جانتے بوجھتے خود کو برباد کیے جارہی تھی۔

اسی حالت کے پیش نظر اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا جس پر اسکے والدین کافی پریشان ہوئے مگر اس نے اپنی باتوں سے انہیں کسی نہ کسی طرح مطمئن کر ہی دیا تھا۔

رات کے ساڑھے دس بجے جب اسکے والدین سو چکے تھے۔ تو اس نے آہستہ سے اپنے کمرے سے نکل کر لاونج کا رخ کیا۔ لاونج پہنچ کر اس نے لاونج کی ایک جانب چھوٹی سی میز پر پڑے ٹیلی فون سیٹ کو اٹھایا اور پھر اسے اٹھائے اپنے کمرے میں آگئی۔ کمرے میں آکر اس نے کمرے کا دروازہ اچھی طرح سے بند کیا اور پھر فون سیٹ سمیت اپنے بیڈ پر بیٹھ کر فون پر موجود ڈائیلر سے کچھ نمبر ملانے لگی۔

نمبر ملانے کے بعد رسیور کو اپنے کان سے لگائے وہ سامنے والے کے کال اٹھانے لینے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بل جانے کے بعد سامنے والے نے کال اٹھالی تھی۔

"ہیلو جی کون؟ سامنے والے نے کال رسیو کرتے عجلب بھرے انداز میں کہا جس پر عالیہ نے جلدی سے اسے جواب دیا" آپی میں عالیہ بات کر رہی ہوں۔"

گڑیا تم! اور اس وقت، خیریت تو ہے نہ کہیں کوئی مسلہ تو نہیں۔"

سامنے سے اسکی بہن آسیہ نے جلدی سے اس سے دریافت کیا۔

"آپی آج میرے دوسرے سیمسٹر کا آخری پرچہ تھا۔"

تو پھر کیا ہوا؟

آپی وہ میں نے ایک پرچہ بھی پوری طرح سے مکمل نہیں کیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میں نے سرے سے کوئی پرچہ حل ہی نہیں کیا۔ اب آپ بتائیں میں کیا کروں؟" عالیہ نے بے بسی سے اپنا مدعا اپنی بہن کے سامنے بیان کیا۔

کیا!!!! تم سچ کہہ رہی ہو کہ تم نے ایک پرچہ بھی حل نہیں کیا مگر کیوں؟؟؟؟ آخر ایسی کیا مجبوری تھی کہ تم اپنے پرچے حل نہ کر سکی۔ پلیز مجھے بتاؤ!"

اسکی بہن آسیہ نے حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے اس سے پوچھا کیونکہ اس نے ایسا خیالوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی عالیہ اپنی پڑھائی کے معاملے میں اس حد تک ناکام ہو سکتی ہے۔

"پتہ نہیں مجھے خود سمجھ نہیں آرہی بس اتنا پتہ ہے کہ وہ میرے سامنے ہی بیٹھا کرتا تھا جسے دیکھ کر میرا ذہن کورے کاغذ کی طرح ہو جاتا اور پھر لاکھ کوشش کرنے کے باوجود میرے ذہن میں کچھ نہ آتا کہ جسکی مدد سے میں اپنا پرچہ حل کر سکتی۔

آپی آخر ایسا کیوں ہے۔ میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے جو وہ میرے ساتھ ایسا کر رہا ہے۔ کئی بار سر سے بھی اسکی وجہ سے ڈانٹ پڑی مگر اس نے کبھی ایک بار بھی پیچھے مڑ کر میری طرف نہیں دیکھا کہ آخر میں کس حال میں ہوں۔"

عالیہ نے روتے ہوئے اپنی بہن کو بتایا جس پر وہ حد سے زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔

اس نے اس سب کو صرف وقتی اٹریکشن سمجھا تھا مگر عالیہ کی موجودہ حالت دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی وقتی اٹریکشن نہیں بلکہ مرض محبت نشانیاں ہیں کہ جس سے وہ اس وقت نبرد آزما تھی۔

"گڑیا صبر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا میں امی ابو سے بات کروں گی۔ ہم سب مل بیٹھ کر اس بارے میں سوچیں گے تم بس پریشان مت ہو اور ہمت سے کام لو اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دیں گے۔"

آسیہ نے اپنی نازک بہن کو ایک امید دلانے کی کوشش کی۔

"آپی آخر یہ سب کب ٹھیک ہو گا۔ کیونکہ مجھ سے یہ سب اب برداشت نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں اس میں ایسا کیا ہے کہ میں اسے دیکھ کر خود کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ پلیز آپی آپ بتائیں نہ ایسا کیوں ہے۔ میں کیوں اتنی بے بس ہو گئی ہوں کہ میرا خود پر اختیار نہیں رہا۔ پلیز بتائیں مجھے ورنہ میں مر جاؤں گی۔"

"یہ کیا اول فول بکے جا رہی ہو؟ اللہ نہ کرے کبھی کچھ ایسا ہو۔ اپنا منہ سنبھال کر بات کیا کرو سمجھی۔ اور رہی بات اس سب کی تو شاید.....

تو شاید کیا؟ پلیز آپی بتا دیں دیکھیں میرا دم گھٹ جائے گا"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

آسیہ کے بات کو ادھورا چھوڑنے پر عالیہ نے تڑپ کر اسے ساری بات بتانے کی استدعا کی جس پر آسیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"شاید تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے"

الفاظ تھے یا پھر پگھلا ہوا سیسہ کہ جسے عالیہ اپنے کانوں میں گرتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔یعنی وہ جو کافی عرصے سے اس سب کسے انکاری تھی آخر کار سچ ثابت ہو چکی تھی۔

"مم..... محبت!

ہاں محبت اور وہ بھی پہلی نظر کی جو تم جیسے نازک لوگون کیلئے بہت جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔اس لیے گڑیا! جتنا جلدی ہو سکے خود کو سنبھال لو ورنہ دکھ، تکلیف اور تنہائی کے سوا تمہارے حصے میں کچھ نہیں آئے گا۔"

آسیہ نے روتے ہوئے عالیہ کو بتایا جو آنسوؤں بھری آنکھوں سے بت بنی بیٹھی اپنی بہن کی باتوں کو سن رہی تھی۔

"کیا آپ نے کبھی محبت کی؟ بے تاثر چہرے کیساتھ کہا گیا۔

محبت کا تو پتہ نہیں مگر ہاں ایک شخص دل کے بہت قریب محسوس ہوا تھا۔" آسیہ نے اقرار کیا

"کون تھا وہ؟ کیا آپ اسے جانتی تھیں۔"

عالیہ نے ہنوز بے تاثر انداز میں پوچھا کیونکہ جب سے اسے آسیہ نے اسکی تمام تر بے چینیوں کے پیچھے چھپی اصل وجہ سے آگاہ کیا تھا، تب سے اسکی ایسی ہی حالت تھی۔ اسکی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے مگر اس کا چہرہ بلکل ہی بے تاثر اور سپاٹ ہو گیا تھا۔

"ہاں وہ یہیں ہمارے محلے میں رہتا تھا۔ اور مجھ سے کچھ ہی سال بڑا تھا۔ میری عمر اس وقت تقریباً اٹھارہ سال کی تھی اور میں سیکینڈ ائیر میں پڑھتی تھی۔

میری اس سے پہلی ملاقات کالج سے آتے ہوئے ایک سڑک پر ہوئی تھی۔ گرمیوں کے دن تھے اور اس دن بھی خاصی سخت گرمی تھی۔ میں پیدل چلتی تیزی سے کالج سے واپس اپنے گھر جا رہا تھی کہ اسی تیزی میں مجھ سے بیچ راہ پر میرا چھوٹا سا پرس گر گیا جو میں نے اپنے سکول بیگ میں رکھا ہوا۔

اتفاق سے وہ بھی کسی کام کی غرض سے اسی سڑک پر چلا آ رہا تھا کہ جب اسکی نظر سڑک کے کنارے میرے گرے ہوئے پرس پر پڑی، تو اس نے آگے بڑھ کر وہ پرس اٹھا لیا۔ اس پرس میں میں اپنی

پاکٹ منی رکھا کرتی تھی جو مجھے ابو کی طرف سے روزانہ کالج آتے ہوئے ملتی تھی۔ میں ان پیسوں کو سنبھال کر اپنے اس پرس میں رکھتی تا کہ جب پیسے زیادہ جمع ہو جائیں تو ایک ہی بار میں اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر خوب عیاشی کروں گی۔ لہذا اس وقت اس پرس میں اچھی خاصی رقم موجود تھی۔

اس نے وہ پرس اٹھا کر آس پاس دیکھا تو اسے شاید میں سڑک کی ایک جانب چلتی ہوئی نظر آئی جس پر وہ بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور پھر مجھے میرا پرس واپس کیے جلدی سے آگے کی جانب بڑھ گیا۔

اس تمام عرصے میں جب تک وہ میرے سامنے کھڑا رہا اسکی نظریں ہنوز جھکی رہیں۔ اس نے ایک بار بھی اپنی نظریں اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا اور پھر مجھے پرس دیے خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

بس اسکی اس ایک ادا نے میرا دل موہ لیا۔ میں اسے بغیر غور دیکھے بغیر جانے چاہنے لگی۔"

پھر آگے کیا ہوا؟ کیا وہ بھی آپ سے محبت کرنے لگا تھا یا پھر۔۔۔"

عالیہ نے اپنی بہن کی بات پر اپنی جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا.....

"اس دن کے بعد میں ہر وقت اسی کے خیالوں کے حصار میں رہنے لگی تھی۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ میں شروع ہی سے اپنے رشتہ داروں وغیرہ کے گھروں میں آنا جانا پسند نہیں کرتی تھی۔ لہذا گھر سے اتنا باہر

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

نکلنا بھی نہیں ہوتا تھا۔ بس کالج کے وقت پر باہر جاتی اور پھر سارا دن گھر میں ہی گزارتی۔ یہاں تک کہ میں اپنے محلے داروں کو بھی اچھی طرح سے نہیں جانتی تھی۔

ایک دن میں ایسے ہی پڑھائی کرنے کی خاطر چھت پر چڑھی مگر چھت پر چڑھ کر جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ وہ لڑکا کہ جس کو میں اپنا سب کچھ مان چکی تھی، ہمارے پڑوس میں ہی ایک دو گھر چھوڑ کر رہتا تھا۔ میں اسے اس گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور پھر اگلے ہی دن امی کو مجبور کیا کہ ہم ان پڑسیوں کے گھر ان سے ملنے چلنا چاہیئے کیونکہ ہم بلکل بھی اپنے پڑوسیوں کے گھروں کا حال احوال دریافت کرنے نہیں جاتے۔

میری اس بات پر امی کافی حیران ہوئیں مگر پھر انہوں نے میری بات مانتے ہوئے وہاں جانے کی حامی بھر لی جس پر میں خوش سے اچھل پڑی۔

میں اور امی اسکے گھر گئے۔ اسکی والدہ سے امی کی اچھی خاصی جان پہچان تھی لہذا وہ جلد ہی ایک دوسرے کیساتھ گپ شپ لگانے میں مصروف ہو گئیں۔

جبکہ میں یہاں وہاں دیکھنے لگی تاکہ اس کا دیدار کر سکوں۔ مگر شاید وہ اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا جس سے مجھے کافی مایوسی ہوئی۔

میں اسکی بہنوں کیساتھ گپ شپ لگانے لگی جو اسی کی طرح معصوم اور بھولی بھالی سی تھیں۔ وہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا جس میں اسکی ماں اور تمام بہنوں کی جان بستی تھی۔ اس کا والد انکے بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا جسکی وجہ سے گھر کی تمام تر ذمہ داری اسکے کندھوں پر آن پڑی تھی جسے وہ بہت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔

ایف اے کرنے کے بعد وہ اپنی قابلیت کی بنا پر کسی سرکاری دفتر میں کلرک بھرتی ہو گیا جس سے وہ اپنی ماں اور بہنوں کی بہت اچھے طریقے سے کفالت کر رہا تھا۔ اس سے دو بڑی بہنوں کی منگی ہو چکی تھی جنکی وہ بہت جلد شادیاں کرنے والا تھا جبکہ ایک بہن سب سے چھوٹی تھی جو ابھی پڑھ رہی تھی۔

الغرض وہ اپنے گھر والوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔ اس سب کے علاوہ اسے پورے محلے میں بھی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ حد درجہ شریف اور نیک نوجوان تھا۔ وہ اپنے فارغ وقت میں اکثر مسجد میں ہی دیکھا جاتا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

گلی سے گزرتے وقت اس کا سر ہمیشہ جھکا ہوا ہوتا تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرنا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور دوسروں کی بیٹیوں اور بہنوں کی عزت اور تکریم کرنا، یہ سب ایسی خوبیاں تھیں جو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

پورے محلے میں اس جیسا سچا اور کھرا انسان اور کوئی بھی نہ تھا۔ ابو بھی گھر میں اکثر اس کا ذکر کرتے رہتے تھے لیکن چونکہ اس وقت میں اس سے انجان تھی لہذا ابو کی ان باتوں پر اتنا ڈھیان نہیں دیتی تھی۔

مگر جیسے جیسے میں اسکی ذات اور زندگی کے بارے میں جانتی گئی میری اس کے لیے جنونیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

کوئی بھی اگر اس کے بارے میں کوئی غلط بات کرتا تو مجھ سے ہرگز برداشت نہ ہوتا اور میں اس کا جواب اسی وقت اس کو دے دیتی جس پر سامنے والے کو اکثر میری ذہنی حالت پر شک ہونے لگتا کہ میں کس کھاتے میں اُس کیلئے اِس طرح سے لڑ رہی ہوں۔

لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ جس کے بارے میں وہ بات کر رہے ہیں وہ میرے جینے کی وجہ تھا۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"اومائی گاڈ! آپی مطلب آپ نے بھی..... مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ بھی کبھی اس طرح سے کر سکتی ہیں۔ ویسے اس سب کا انجام کیا ہوا مطلب آخر میں اس سب کا نتیجہ کیا نکلا؟"

عالیہ نے اپنی پریشانی بھلائے حیرت کا اظہار کرتے آسیہ سے پوچھا جس پر اس نے اپنی آنکھوں میں اُمڈ آنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ایک بار پھر سے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا.....

"کیوں میں انسان نہیں ہوں؟ کیا میرے جزبات اور احساسات نہیں ہیں جو میں ایسا نہیں کر سکتی۔ تم نے کبھی سوچا تھا کہ تم ایسا کرو گی۔ نہیں ناں! تو پھر آج دیکھو تم وہ کر رہی ہو۔ تمہیں بس یہی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک امتحان ہے۔

پتہ ہے ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ ہم اللہ کی محبت کو چھوڑ کر دنیا میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ہمارے لیے دنیا سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا جسکے نتیجے کے طور پر وہ اسی دنیا کی ہی کسی چیز یا انسان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال کر ہمارا امتحان لیتا ہے۔

دنیا فانی ہے یہ ہم سب جانتے ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کی فانی محبت ہمیں کوئی نفع، فائدہ یا پھر خوشی دے سکتی ہے۔

ہم کم عقل انسان یہ تک نہیں سمجھتے کہ یہ سب چیزیں شروع سے ہی ہمیں آزمانے کیلئے اس دنیا میں پیدا کی گئی ہیں تاکہ ہم اس معیار تک پہنچ سکیں کہ جس میعار تک ہمیں ہمارا رب ہمارا خالق دیکھنا چاہتا ہے۔

مگر ہم اس آزمائش اور امتحان میں پورا اترنے کی بجائے ان دنیاوی چیزوں سے اپنا دل لگا بیٹھتے ہیں جس کا نتیجہ پھر ایسا ہی نکلتا ہے۔"

آسیہ نے عالیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا جس پر عالیہ الجھ سی گئی۔

"آپی آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ شخص میرے لیے کوئی امتحان بن کر آیا ہے کہ جس کی بنیاد پر مجھے اللہ تعالیٰ پرکھ رہے ہیں۔"

"ہاں کہہ سکتے ہیں مگر اصل حقیقت تو صرف وہی جانتا ہے۔بس تم باقاعدگی سے اسے یاد کیا کرو اور ہر وقت اس سے یہی دعا کرتی رہو کہ وہ تمہیں اس امتحان میں سرخرو فرمائیں۔تم ایسا کرو گی نہ؟

آسیہ نے اسے تاکید کرت ہوئے کہا جس پر عالیہ نے ہاں میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا.....

"ہاں میں کروں گی انشاءاللہ مگر مجھے نہیں لگتا کہ میں اس آدمی کے سحر سے چھٹکارا پا سکوں گی۔"

"تم نے ابھی سے ہمت ہار دی تو آگے کیا ہو گا۔ اپنے رب پر بھروسہ رکھو اور اسے باقاعدگی سے یاد کرو کیونکہ تم نماز اور دوسری عبادات میں بہت سستی کا مظاہرہ کرتی ہو۔

میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ ان کاموں میں سستی مت کیا کرو بلکہ پورے جوش اور عقیدت کیساتھ بڑھ چڑھ کر اس کا ذکر کیا کرو تاکہ تم اس کا قرب حاصل کر سکو اور ان دنیاوی امتحانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے قابل بن سکو۔ تاکہ تم ایک پرسکون اور خوشگوار زندگی گزار سکو۔"

آسیہ نے اچھی طرح سے سمجھاتے ہوئے اپنے اور اپنے رب کے تعلق پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینے کی تاکید کی۔

"جی آپی انشاءاللہ آج کے بعد آپ کو اس بارے میں شکایت کرنے کا موقع نہیں ملے گا مگر وہ پھر۔۔۔۔۔

دیکھو گڑیا! تم ہمت کرو سب بہتر ہو جائے گا۔ پہلے پہل مشکل ہو گی مگر بعد میں انشاءاللہ وہ آسانیاں پیدا فرما دے گا بس حوصلہ رکھو۔"

"اوکے مگر آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کی اس محبت کی کہانی کا انجام کیا ہوا تھا۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے اپنے آنسو صاف کرتے آسیہ سے پوچھا جس پر اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

"اسکو دیکھنے کے بہانے میں ہر وقت چھت پر چڑھی رہتی، کہ کہیں سے وہ آئے اور میں اس کا دیدار کر سکوں۔

میں اب باقاعدگی سے انکے ان کے گھر بھی جانے لگی تھی۔ اسکی تینوں بہنوں سے میری بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اکثر میرے یا میں انکے گھر کا چکر لگاتی رہتی تھی۔

اسکے ساتھ میں اسے دیکھنے کے بہانے بھی تلاش کر رہتی مگر وہ زیادہ تر گھر میں نہیں ہوتا تھا۔ کسی نہ کسی کام کی غرض سے ہمیشہ گھر سے باہر ہی پایا جاتا۔ مگر جس دن وہ گھر پر ہوتا میں بہانے بہانے سے اسکے کمرے کے سامنے سے گزرتی اور کمرے کی کھلی کھڑکی اور دروازے سے اسے اپنے کسی نہ کسی کام میں مگن دیکھا کرتی جس سے دل میں ایک عجیب سا سرور پیدا ہوتا تھا۔

اسی طرح دن گزرتے رہے اور میری اس محبت کو چھ مہینے گزر گئے جو ایک جڑ سے بڑھتے بڑھتے تنا آور درخت کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں نے ایک دوبار کسی کام کا بہانہ کرتے اس سے بات کرنے کی بھی کوشش کی مگر اس نے خاطر خواہ کوئی جواب نہ دیا۔ جس پر دلبرداشتہ ہو کر میں نے اسے اپنے دل میں مافی برا بھلا کہا..... مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ میری اس چھوٹی سی بدعا سے اس کا پورے کا پورا خاندان ہی اجڑ جائے گا۔

وہ ایک بھیانک رات تھی کہ جب کچھ لوگ اس کے گھر میں داخل ہو کر اسے مارنے لگے۔ اس اس حالت میں دیکھ کر اسکی ماں اور بہنیں اسے بچانے کیلیئے بیچ میں آئیں مگر ان ظالموں نے انہیں بھی پیٹنا شروع کر دیا۔

اسی مار کٹائی میں ان میں سے ایک آدمی نے پستول نکال کر اسے سینے میں گولی مار دی جس کے نتیجے میں وہ موقعے پر ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ جبکہ اس کے مرنے کے بعد ان ظالموں نے اس کی دونوں بڑی بہنوں کو اپنے ساتھ لیجانے کیلیئے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ جسے دیکھ کر اپنے جوان بیٹے کی موت پر روتی ماں اپنی بیٹیوں کو بچانے کیلیئے انکے قدموں میں پڑ کر ان کی منتیں کرنے لگی، مگر ان ظالموں نے اس دکھیاری ماں کے بندھے ہاتھوں کی کوئی لاج نہ رکھتے ہوئے اسے ٹھوکر مار کر اپنے راستے سے ہٹایا اور پھر انکی دونوں بڑی بیٹیوں کو زبردستی گھسیٹتے اپنے ساتھ وہاں سے نکال کر لے گئے۔

وہ خاتون اپنے جوان بیٹے کی موت اور پھر دو جوان بیٹیوں کے اس طرح سے جانے پر ملنے والے شدید صدمے کو برداشت نہ کر سکیں اور بہت جلد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ جبکہ انکی چھوٹی بیٹی کو اس کے کسی قریبی رشتہ دار نے ایسے ہی کسی گروہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا کہ جو دوسرے کی بیٹیوں کی عزتوں کو سر عام نیلام کرتے ہیں مگر اپنے گھر میں موجود اپنی بیٹیوں بیویوں اور بہنوں کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگ حقیقت میں انسان کہلانے کے لائق نہیں ہوتے بلکہ انسانی شکل میں موجود درندے ہوتے ہیں جو دوسروں کی مجبوریوں اور عزتوں سے کھلواڑ کرتے ہیں۔"

آسیہ نے روتے ہوئے ساری بات تفصیل سے بیان کی جسے سن کر عالیہ کی بھی ہچکی بندھ گئی۔

"آپی تو کیا محلے والوں میں سے بھی کسی نے ان کی مدد مرنے کی کوشش نہیں کی اور آپ لوگ اس وقت کہاں تھے جب یہ واقعہ رونما ہو ہوا تھا۔" عالیہ نے پوچھا۔

"گڑیا! ہم لوگ کسی رشتہ دار کے گھر تیمارداری کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے ہمیں اس بات کی خبر نہ تھی بلکہ ہمیں تو دوسرے دن گھر واپس آ کر پتہ چلا کہ کل رات کو اس خاندان کے کیساتھ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ جس وقت ہم گھر پہنچے اس وقت تک اس کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ ہم سب گھر والے اسکے گھر گئے تو اسکی ماں اور چھوٹی بہن رونے میں مصروف تھیں۔ اس دن میں ان دونوں کے گلے لگ مر دل کھول کر روئی۔ رو رو کر میری آنکھیں لعل ہو گئیں جنہیں دیکھ امی ابو بہت پریشان ہو گئے تھے۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے چلا گیا ہے۔ مجھے لگتا تھا کہ وہ ابھی اپنی پرانی سائیکل پر سوار ہو کر اپنے گھر میں داخل ہو گا اور پھر بلند آواز میں سب گھر والوں کو سلام کر کے صحن میں ایک جانب سائیکل کھڑی کرتے صحن ہی میں لگے نل سے اپنا منہ ہاتھ دھو کر اپنی ماں سے روٹی مانگے گا۔ کیونکہ گھر آنے کے بعد وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا تھا۔

لیکن میری تمام تر سوچیں سوچیں ہی رہیں کیونکہ وہ واقعی سب سے دور اس دنیا سے چلا گیا تھا کہ جہاں سے پلٹ کر کوئی واپس نہیں آتا۔

اسکے ساتھ مجھے اسکی وہ بہنیں جو میری بہت گہری سہیلیاں بن چکی تھیں بہت یاد آ رہی تھیں۔ ان کے بارے میں سوچتی تو میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا کیونکہ جو لوگ انہیں لیکر گئے تھے وہ کسی بھی لحاظ سے انسان کہلانے کے لائق نہیں تھے۔

اور محلے والے! ان کا تو پوچھو ہی نہیں۔ وہ بے حس لوگ اپنی چھتوں اور دیواروں کی اوٹ سے یہ سب کچھ ہوتا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے رہے مگر ان میں سے کسی نے بھی انسانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکی مدد کرنے کیلئے آگے بڑھنا گوارا نہ کیا۔

بلکہ میں نے تو محلے کی چند بے حس عورتوں سے اسکی بہنوں کے متعلق جو باتیں سنیں انہیں سننے کے بعد میرا جی کیا کہ میں آگے بڑھ کر ان کا گریبان پکڑ لوں اور پھر ان سے پوچھوں کہ اگر کل کو آپ کی بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ ایسا ہو تو آپ لوگ اس پر کیا کہیں گے۔

مگر ایسے بے ضمیر لوگوں کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایسا ان کے اپنے ساتھ نہیں ہوا ہوتا۔ اگر اپنے ساتھ ہوا ہوتا تو وہ کبھی کسی کی عزت دار بیٹی یا بہن کے بارے میں ایسی زبان استعمال نہ کرتے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

آپی ان لوگوں نے اسے کیوں مارا تھا کیا اسکی کسی کے ساتھ دشمنی تھی کہ جس کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ سب ہوا؟ یا پھر کوئی سجہ تھی؟"

عالیہ نے آسیہ کی بات مکمل ہونے پر اس واقعے کی اصل وجہ پوچھنا چاہی۔

"اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس کے ہاتھ اپنے محکمے کے ایک بڑے افسر کی کرپشن اور بدعنوانیوں کا ثبوت آگیا تھا۔ جسے وہ کسی صورت گول مول کرنے اور دبانے کیلئے تیار نہیں تھا۔

ان لوگوں نے اسے کئی بار پیسوں وغیرہ کا لالچ بھی دیا مگر ساری زندگی حلال کا لقمہ کھانے والا کیسے دو ٹکوں کے عوض بک سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے وہ سارے ثبوت محتسب کے حوالے کر دیے۔ جس پر ایکشن لیتے ہوئے محتسب نے اس افسر کو فوری طور پر اسکے عہدے سے برطرف کر دیا اور ساتھ ہی اچھا خاصہ جرمانہ بھی عائد کر دیا۔ جسے دیکھ کر وہ افسر غصے سے بے قابو ہو گیا، اور پھر انتقامی کاروائی کے طور پر اسکے گھر پر حملہ کروا کر اسے مروایا، اور پھر اسکی بہنوں کو اپنے گھر سے اٹھوا کر کسی ڈیلر کے ہاتھ کسی باہر کے ملک میں بیچ دیا۔

اور پتہ ہے یہ سب باتیں اسی افسر نے اسکے مرنے کے تین دن بعد اسکے گھر آکر اسکی ماں سے کہیں تھیں جنہیں سن کر وہ بھی صدمے سے اپنے مالک کو پیاری ہو گئیں۔"

آسیہ نے بے تحاشہ آنسو بہاتے ہوئے عالیہ کو بتایا جسے سن کر وہ بھی رونے لگی۔

"آپی یہ تو بہت بڑا ظلم ہوا اسکے ساتھ، اس افسر کو کسی نے کچھ نہیں کہا اور اسکی چھوٹی بہن اسے آپ لوگوں نے کیوں اکیلا چھوڑا کہ جس کا فائدہ کسی دوسرے نے اٹھالیا۔ آپ لوگ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں بھی تو رکھ سکتے تھے نہ؟

عالیہ نے بہن سے پوچھا۔

"گڑیا ہم تو اسے اپنے ساتھ رکھنے کیلئے پوری طرح تیار تھے مگر پھر پتہ نہیں کہاں سے اس کا کوئی دور کا ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانے کیلئے آگیا، جس نے اسکی پوری ذمہ داری لینے کا وعدہ کرتے ہوئے سب کو اسے اپنے ساتھ لیجانے کا بتایا جس پر ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب میں اس آدمی کیساتھ جانے کی رضامندی ظاہر کر دی۔ جس پر ہم چاہتے ہوئے بھی اسے وہاں سے چلے جانے پر نہ روک سکے۔ وہ آدمی اسے اپنے ساتھ لیکر چلا گیا۔

کچھ عرصے بعد ایک دن کسی نے آکر محلے میں اطلاع دی کہ وہ آدمی کہ جو اسے لیکر گیا تھا، ایک جواری تھا۔

اپنی عادت سے مجبور اس آدمی نے اپنے پاس کچھ نہ ہونے پر اس معصوم لڑکی کو جوئے پر لگا دیا جس میں وہ بری طرح سے ہار گیا تھا۔

ہارنے کے بعد جوا جیتنے والوں نے اس سے لڑکی کا مطالبہ کیا جسے اس نے اگلے ہی دن ان کے حوالے کر دیا۔ اسکے بعد کا کچھ پتہ نہیں کہ ان درندہ صفت لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا مگر ایک بات یقینی ہے کہ وہ لڑکی بھی اپنی بہنوں کی طرح زندہ در گور ہو چکی تھی۔

اور اس افسر کو کون پوچھتا کہ جو اگلے کچھ ہی دنوں میں پھر سے اپنی لہکے والی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔ یہی ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ جس میں روز بروز ابتری پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

"پھر آپ نے اس سب کے بعد خود کو کیسے سنبھالا تھا۔"

سنبھلنا کیا تھا میں تو اسکے اور اسکے خاندان والوں کیساتھ ہونے والے مظالم یاد کر کے روز جیتی اور روز ہی مرتی تھی۔ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ پڑھائی تو ویسے ہی چھوڑ چکی تھی کیونکہ اب میرا کچھ بھی

کرنے یا پڑھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اسی حالت میں ایک دو مہینے مزید گزر گئے کہ اچانک تمہارے بہنوئی کے گھر سے میرے لیے رشتہ آیا جس پر ابو نے امی سے مشورہ کر کے کچھ چھان بین کروانے کے بعد انہیں ہاں کہہ دی۔

امی نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا تو میں نے کچھ نہ کہا جس کو انہوں نے میری رضامندی جان کر ابو کو مطمئن کر دیا کہ مجھے اس رشتے سے کوئی مسلئہ نہیں، جس پر ابو بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ میری حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اور ایسی حالت میں میرا گھر بس جانا ہی ان کے نزدیک ایک بہترین حل تھا۔

میرے اس رشتے کو لیکر خاندان میں خاصی بدمزگی ہوئی مگر ابو نے کسی کو کسی کھاتے میں نہ لائے مجھے تمہارے بہنوئی کے ہمراہ رخصت کر دیا۔

میں سوچتی تھی کہ اب میں کبھی خوش نہیں رہ پاؤں گی لیکن جب مجھے ان کا ساتھ ملا تو مجھے ایسا لگا کہ واقعی اصل زندگی تو یہ ہے۔ یقین مانو میں اسے بلکل ہی بھول گئی۔

ہاں مگر اسکے اور اسکے خاندان والوں کے ساتھ ہونے والے مظالم آج بھی جب یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ مگر اب میرے دل میں اس کیلئے وہ جگہ نہیں جو کبھی ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ اس کی جگہ اب میرے محرم نے لے لی ہے جو اس کا حق اور میرا اخلاقی اور شرعی فرض ہے۔

گڑیا! نامحرم کی محبت سوائے دکھ، درد اور تکلیف کے اور کچھ نہیں دیتی۔ اصل اور حقیقی محبت محرم کی محبت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے بہت خوبصورت اور حسین کہا ہے اور یہی ہمارا دین اور شریعت بھی ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اپنے محرموں سے محبت کریں بلاشبہ اس میں بہت ہی بھلائی ہے۔

اس لیے تم خود کو اس کے خیالوں سے دور رکھنے کیلئے اپنے اللہ سے رجوع کرو وہ رحم کرنے والا ہے ضرور تمہاری فریاد کو سنے گا اور تمہیں سب سے بہتر عطاء فرمائے گا کہ جس کے بارے میں تم نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا۔"

آسیہ نے بات مکمل کرتے اور عالیہ کو نصیحت کرتے ہوئے بتایا جس پر اس نے آنسوؤں سے لبریز چہرے کے ساتھ اپنی بہن کو یقین دلایا کہ وہ ایسا کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"اچھا گڑیا اب تم سو جاؤ کافی رات ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ بعد میں بات کریں گے اپنا اور امی ابو کا بہت سارا خیال رکھنا اور میری باتوں کے بارے میں بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے ضروری سوچنا ٹھیک ہے نہ"

جی آپی میں سمجھ گئی آپ ٹں شن نہ لیں۔ سامی اور بھائی کو میرا اسلام دیجیئے گا اور اپنا خوب خیال رکھیئے گا خدا حافظ" عالیہ نے بہن کی بات سن کر کہا اور پھر اسے اپنا خیال رکھنے کی تاکید کرتے خدا حافظ کہا جس کے جواب میں اس نے بھی خدا حافظ کہتے فون رکھ دیا۔

فون بند ہونے کے بعد وہ کافی دیر تک اپنی بہن کی کہی باتوں کے متعلق سوچتی رہی۔

مگر پھر اپنا سر جھٹکتے اٹھ کر فون کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھتے سونے کی کوشش کرنے لگی جس میں وہ خلاف توقع کامیاب ہو چکی تھی۔

* * * \

اگلے کچھ دنوں تک سیمسٹر کے پرچے ختم ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی میں چھٹیاں ہو گئی تھیں جن سے وہ بہت خوش تھی۔ رابعہ اسکے گھر آکر کئی بار اس سے معاف مانگ چکی تھی مگر وہ ہنوز اس سے ناراض رہی جس پر رابعہ نے بھی اسکی منتیں کرنا بند کر دیں۔

"بھائی جب اسے میری کوئی ضرورت نہیں ہے تو پھر میں کیوں اس کیلئے ہلکان ہوں" رابعہ نے خود سے کہا تھا۔

اس نے وہ چار پانچ دن پوری طرح سے اپنی فیملی کیساتھ گزارے تھے جس پر اسکے امی ابو نے اس کا پورا پورا ساتھ دیا۔

چھٹیاں گزرتے ہی وہ پوری تیاری کیساتھ یونیورسٹی آئی تھی۔ مگر یہاں آکر اسے پتہ چلا کہ سالانہ تقریب کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں کہ جس میں کئی سٹوڈینٹ حصہ لے رہے ہیں۔

وہ شروع سے ہی تقریری مقابلوں میں حصہ لیتی آئی تھی کیونکہ اسے تقریریں کرنا خاصہ پسند تھا۔ آج تک اس نے جس بھی مقابلے میں حصہ لیا ہمیشہ اسے اول پوزیشن سے جیتا تھا۔

اس بار بھی اس سب کے بارے میں سنتے اس نے اپنا نام تقریری مقابلے کیلئے خواہشمند طلباء کی فہرست میں لکھوا دیا۔ وہ پر سکون سی سارا دن یونیورسٹی میں گھومتی رہی کیونکہ اسے ایک لڑکی پہلے ہی بتا چکی تھی کہ آج وہ نہیں آئے گا کیونکہ اسے کسی ضروری کام کے سبب شہر سے باہر جانا تھا۔

اس بات کا سننا تھا کہ وہ پر سکون سی ہو گئی مگر اب بھی اسکے دل کے کسی کونے میں اسے اپنے روبرو دیکھنے کی خواہش مچل رہی تھی۔ لیکن اس نے اپنی بہن کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اس خواہش کو وہیں دبا دیا کہ جہاں سے وہ نکل رہی تھی۔

گھر آکر بھی وہ بہت پر سکون سی تھی۔ رابعہ کسی کام سے اسکے گھر آئی تو اس نے اسے اپنے پاس بلا کر گلے سے لگاتے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگنے لگی وہ جو کچھ دن پہلے اسکی بات سننے کی بھی روداد نہیں تھی۔

رابعہ نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا جو اسے خود میں بھینچے خوش نظر آرہی تھی۔

"او بہن! خیریت تو ہے۔ آج اتنی مہربانیاں کس خوشی میں! کہیں دماغ وماغ پر کوئی چوٹ تو نہیں لگ گئی جو اس طرح مجھ پر مہربان ہو رہی ہو"

"ہاں کیوں کیا میں تمہیں گلے نہیں لگا سکتی؟"

عالیہ نے رابعہ کے ایسا کہنے پر اسے خود سے دور کرتے ہوئے ہو چھا۔

"لگا سکتی ہو مگر کچھ دن پہلے تو میں تمہیں نظر بھی نہیں آ رہی تھی اور نہ ہی تم میری کسی بات کو کوئی اہمیت دے رہی تھی۔ بس اس لیے میں نے اس اچانک اڈ آنے والی تبدیلی کے متعلق پوچھا لیا ورنہ اور کوئی بات نہیں"

رابعہ نے وضاحت پیش کی۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو اور میرے ساتھ کمرے میں جا کر مجھے ڈیبیٹ تیار کرنے میں مدد فراہم کرو۔"

عالیہ نے بات کا رخ موڑتے رابعہ کو گھسیٹتے اپنے کمرے کی جانب رخ کیا جس پر وہ سر ہلاتی اسکے ساتھ چلنے لگی۔

اتنے دنوں بعد اسے اتنا فریش اور خوش دیکھ کر وہ بہت مطمئن ہوئی ورنہ کچھ عرصے سے اس نے اسطرح سے بات کرنا اور ہنسا بلکل ہی چھوڑ دیا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کمرے میں جا کر وہ اسے بیڈ پر بیٹھا کر کتابوں کا ایک انبار اسکے سامنے لگا چکی تھی کہ جس میں سے اسے عالیہ کو ایک اچھی سی تقریر ڈھونڈ کے دینا تھی تا کہ وہ اس تقریر کو اچھی طرح سے تیار کر کے تقریری مقابلے میں پیش کر سکے۔

وہ بوجھل دل کے ساتھ ان کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف ہو گئی جبکہ عالیہ بھی بڑے پر جوش انداز کے ساتھ ان میں سے کچھ کتابوں سے اپنے لیے ایک بہترین تقریر ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔

* * * \

یونیورسٹی انتظامیہ نے ڈیبیٹ کمپٹیشن کا فارمیٹ بدل کر اسے مکالمہ کی شکل دے دی تھی۔ جس میں دو سٹوڈینٹس دیئے گئے موضوع پر اپنے اپنے نقات اور دلائل پیش کرتے اور پھر اس پر بحث و مباحثہ کرتے۔

جس کے دلائل اور نقات زیادہ مدلل اور پختہ ہوتے وہ ونر قرار دیا جاتا۔ عالیہ یہ سب ایک لڑکی سے سن ہی رہی تھی کہ اچانک فاطمہ بھاگتی ہوئی اسکے پاس آئی اور پھر اسے اطلاع دی کے اسکے ساتھ مکالمے کیلیئے جس سٹوڈینٹ کو چنا گیا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ سلمان وقار ہے۔ جسے سن کر عالیہ کو اپنے قدموں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔

وہ اسکی بات سنتے ہی ہونک زدہ چہرے کے ساتھ نوٹس بورڈ کی جانب لپکی کہ جہاں سٹوڈینٹس کا ایک جم غفیر کھڑا تھا۔

وہ ان کے بیچ سے راستہ بناتی کسی نہ کسی طرح اس نوٹس بورڈ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو ہی چکی تھی۔

نوٹس بورڈ پر لگتے نوٹیفکیشن پر اسکی نظر پڑتے ہی اسے اپنے آس پاس سائیں سائیں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔

کیونکہ لسٹ کے شروع میں ہی اسکے کے نام کے ساتھ سلمان وقار کا نام لکھا ہوا تھا کہ جس کے ہمراہ اس نے اِس مکالمے میں حصہ لینا تھا۔

وہ بوجھل قدموں کے ساتھ اس ہجوم سے باہر نکلی اور پھر یونیورسٹی کی پچھلی جانب موجود سنسان جگہ جا کر نیچے زمین پر بیٹھتے زور زور سے رونے لگی۔

"یا اللہ! یہ تیرا کیسا امتحان ہے کہ جس آدمی سے میں دور بھاگنا چاہتی ہوں تو اسے بار بار میرے سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ وہ کیوں مجھے ایک دن بھی خوش نہیں رہنے دیتا۔ جیسے ہی میں نارمل ہونے لگتی ہوں کہیں نہ کہیں سے آ کر مجھے بے سکون کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ آخر میں نے اس کا بگاڑا کیا ہے جو وہ مجھ سے اس طرح سے چمٹ گیا ہے۔ آخر میں کیا کروں؟ کہاں جاوں کوئی راہ نظر نہیں آ رہی۔

پلیز اللہ جی! مجھ سے مزید یہ امتحان برداشت نہیں ہوتا اس لیے مجھے اس سے نجات دے دیں پلیز ززززز"

عالیہ نے گھٹنوں کے بل نیچے زمین پر بیٹھ کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے نم آنکھوں کے ساتھ اپنے رب سے التجا کی کیونکہ سلمان وقار نامی شخص کا نام ہی اسکے لیے سوہان جان بنا ہوا تھا اس کی ذات تو پھر بھی بہت بعد کی بات تھی۔

کچھ دیر اپنے دل کا غم ہلکا کرنے کے بعد وہ خود کو کمپوز کرتی اپنی کلاس کی جانب چلی گئی۔

یونیورسٹی میں اس کا باقی سارا دن خوف اور ڈر کے سائے میں گزرا کیونکہ سلمان وقار سے کسی بھی وقت اسکی مڈبھیڑ ہو سکتی تھی کیونکہ وہ آج یونیورسٹی میں آیا ہوا تھا کہ جسے وہ کسی صورت افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

گھر آکر بھی اسکی حالت وہی رہی جو یونیورسٹی میں تھی۔ رابعہ اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گئی مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

گھر والوں کے سامنے بھی اس نے سر درد کا بہانہ بنا کر اپنے کمرے کی راہ لی جو ہمیشہ سے اسکی پناہ گاہ رہا تھا۔

رات کے وقت اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ اسکی امی اسے کھانے پر بلانے آئیں تو اس نے اپنی امی کو بھوک نہ ہونے کا بتاتے کچھ دیر کیلیئے خود اکیلا چھوڑ دینے کا کہا جس پر وہ چپ چاپ اسکے کمرے سے نکل گئیں۔

ان کے جانے کے بعد اپنی بہن کی باتوں پر عمل کرت ہوئے وہ وضو کر کے نماز اور نوافل پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

مگر بد قسمتی سے وہ اپنی نماز کو اچھے طریقے سے مکمل نہ کر سکی۔

جیسے ہی وہ نماز کیلیئے جائے نماز پر کھڑے ہو کر نیت باندھتی سلمان وقار کا چہرہ اور باتیں اسکے دل و دماغ میں حرکت کرنے لگتیں، جن میں بے ساختہ کھو کر وہ اپنی نماز کو مکمل طور پر بھولا بیٹھتی۔

اس نے کئی بار بلکہ بار بار کوشش کی کہ وہ کسی طرح سے اس شخص کے خیالوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اچھے طریقے سے اپنی نماز ادا مر سکے، مگر اسکی کوئی بھی کوشش باور ثابت نہ ہوئی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

جس پر آخر کار تھک ہار کر وہ جائے نماز پر اپنا سر جھکائے زور زور سے رونے لگی۔

روتے روتے اسے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی۔

* * * \

الماری سے اپنا گرم سویٹر اور چادر نکال کر انہیں اپنے جسم پر ڈالا اور پھر اپنی ضروری کتابیں بیگ میں ڈالتی کمرے سے نکل کر لاونج کی جانب بھاگی کیونکہ آج اسے اٹھنے میں خاصی دیر ہو گئی تھی جس کی وجہ سے یونیورسٹی کا ٹائم بھی بس نکلنے ہی والا تھا۔

لاونج میں بیٹھی اپنی امی کو ملتے اور انہیں ہر چیز سے آگاہ کرتے وہ تیزی سے گھر سے باہر نکل کر ایک رکشے پر بیٹھی اور پھر یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گئی۔

آج یونیورسٹی میں کافی ہلچل تھی کیونکہ پرسوں ہی سالانہ تقریب نے منعقد ہونا تھا۔ تمام طالب علم اپنے ذمے لگے کاموں کو وقت پر اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کیلئے کوشاں تھے۔ الغرض ہر طرف ایک افراتفری کا عالم تھا۔

وہ آہستہ آہستہ زے قدم اٹھاتی ان لوگوں کی جانب بڑھنے لگی کہ جب راستے میں ہی رابعہ اور فاطمہ نے اسے آن گھیرا اور پھر اسے اس طرح دیر سے آنے پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگیں۔ اس نے بڑی مشکل سے ان دونوں کو سمجھایا اور پھر انہی کے ہمراہ سٹوڈینٹس کے اس گروپ کی جانب بڑھنے لگی کہ جو اس ایونٹ میں حصہ لے رہے تھے۔

وہاں پر سب نے ان تینوں کو خوش آمدید کہا جس پر وہ شکریہ ادا کرتیں مختلف کاموں میں ان کی مدد کرنے لگیں۔

تقریباً دو گھنٹوں بعد وہ اپنے ذمے لگے کاموں سے فارغ ہوئیں۔ اس سب سے فارغ ہونے کے بعد وہ ریفریشمنٹ کی غرض زے کینٹین کی جانب بڑھیں۔

وہاں جا کر انہوں نے خوب مال اڑایا۔ اس دوران عالیہ بھی کافی حد تک سنبھل چکی تھی اور ان کے ساتھ کھانے پینے اور باتیں کرنے میں پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔

کینٹین سے پیٹ بھرنے کے بعد کسی کام کی غرض سے وہ تینوں آڈیٹوریم کی جانب جا رہی تھیں کہ اچانک رابعہ نے اس سے اسکے مکالمے کے بارے میں پوچھا کہ آیا اس نے کچھ تیاری بھی کی ہے یا فلحال ایسے ہی گھوم رہی ہے، جسے سن کر عالیہ کا چہرہ یکدم سفید پڑ گیا۔

بڑے حوصلے اور ہمت سے اس نے انہیں مکالمے کے مقابلے میں حصہ نہ لینے کا بتایا جس پر ان دونوں نے کافی حیرت کا اظہار کیا۔

"محترمہ آخر آپ کو کیا مسئلہ درپیش آگیا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ اس مقابلے میں حصہ نہیں لے رہیں"

رابعہ نے اسکی مقابلے میں حصہ نہ لینے والی بات پر طنزیہ انداز میں اس سے پوچھا جس پر وہ اپنا سر جھکا گئی۔

"بس ایسے ہی میرا دل نہیں چاہ رہا"

"اچھا دل نہیں چاہ رہا؟ لیکن محترمہ آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ چانسلر صاحب نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اگر کوئی سٹوڈینٹ اپنا نام کسی مقابلے میں لکھوا کر بعد میں اس مقابلے میں حصہ نہ لینا چاہتا تو اسے نوٹس بورڈ پر مقابلوں کی حتمی فہرست کا نوٹیفیکیشن لگنے سے پہلے پہلے اپنے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ سے جا کر مقابلوں کی لسٹ سے اپنا نام خارج کروانا پڑے گا۔ کیونکہ دوسری صورت میں اسے ہر حال میں اس مقابلے میں حصہ لینا ہو گا۔

اور اگر پھر بھی کوئی سٹوڈینٹ مقابلے میں حصہ نہیں لیتا تو یونیورسٹی انتظامیہ اس سٹوڈینٹ کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کرنے کا حق رکھتی ہے۔

اب تم خود سوچ لو کہ تمہیں کیا کرنا ہے کیونکہ نام خارج کروانے کا وقت تو اب نکل چکا ہے۔ اور حصہ نہ لینے کی صورت میں یونیورسٹی انتظامیہ تم پر کسی بھی قسم کی پینلٹی امپوز کر سکتی ہے۔ آگے تمہاری مرضی!"

رابعہ نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے تمام باتیں اس پر واضح کی تھیں، جنہیں سن کر وہ خاصی پریشان ہو گئی۔ مگر اس نے دوبارہ اسے کوئی جواب نہ دیا جس پر وہ بھی خاموشی سے آگے بڑھتی رہی۔

یونیورسٹی سے واپس آکر وہ اسی کشمکش میں مبتلاء ہو گئی کہ آخر اسے اب کیا کرنا چاہیئے۔

اپنی بہن کو فون ملا کر اس بارے میں بات کی تو اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ ضرور اس مقابلے میں حصہ لے۔ جسے سن کر وہ تذبذب کا شکار ہو چکی تھی۔

کافی دیر خود سے لڑنے کے بعد وہ فیصلہ لے چکی تھی۔ اور اس کا فیصلہ یہی تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اس مقابلے میں نہ صرف حصہ لے گی بلکہ اسے شکست بھی دے گی۔

اس نے خود کو آنے والے مشکل حالات کو فیس کرنے کیلیئے خاصہ مضبوط کر لیا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

خود کو کمپوز کرنے کے بعد وہ اپنی انہی پرانی کتابوں کے انبار کو کھول کر دل جمعی سے اپنے مکالمے کی تیاری کرنے لگی۔

اگلا دن چونکہ چھٹی کا تھا لہذا وہ تمام دن مکالمے کی تیاری میں مگن رہی۔ تیاری کے دوران اس نے بہت سا قیمتی مواد اپنے ذہن میں جمع کر لیا تھا جس سے اسے پورا یقین تھا کہ وہ با آسانی اسے ہرا دے گی۔ لیکن ضروری نہیں کہ جیسا آپ سوچیں ویسا ہی ہو۔

خدا خدا کرتے آخر کار وہ دن بھی آ گیا کہ جس کا کئی لوگوں انتظار تھا۔

آج خلاف معمول وہ نہا دھو کر اچھی طرح سے تیار ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ پہلے سے بھی کئی گناہ زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔ یونیورسٹی جاتے ہوئے اس کی ماں نے اسکی نظر اتاری اور اسے خیر عافیت سے اپنی منزل تک پہنچنے کی دعا دی۔

وہ خوشی خوشی اپنی ماں سے ملتی اور اس سے دعائیں لیتی یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گئی۔

یونیورسٹی پہنچ کر وہ اپنی سب کلاس فیلوز سے ملی اور پھر تقریب کا وقت پورا ہونے پر انکے ہمراہ آڈیٹوریم کی جانب بڑھ گئی۔

آڈیٹوریم پہنچ کر وہ سب اپنی مخصوص نشستوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ سے آڈیٹوریم لوگوں سے بھرنے لگا۔ وہ ہنس کر رابعہ سے کوئی بات کر رہی تھی کہ اچانک اسکی نظر دروازے سے اندر آتے سلمان وقار پر پڑی، جسے دیکھتے ہی اسکے ہونٹوں پر محو رقص مسکراہٹ فوراً سے پہلے سمٹی تھی۔

وہ اپنی مکمل مردانہ وجاہت کیساتھ اس کے سامنے والی قطار میں پڑی ایک خالی نسشت پر آکر براجمان ہو چکا تھا۔

جبکہ دوسری طرف عالیہ اسکے وہاں آنے کے وقت سے ہی بنا حواس کے بس اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔

رابعہ جو اپنے ساتھ بیٹھی فاطمہ سے کوئی بات کرنے میں مصروف تھی، اچانک اس کی نظر عالیہ پر پری جو بنا پلک چھپکائے بت بنی ایک ہی طرف دیکھنے میں مصروف تھی۔ رابعہ نے اسے کندھے سے ہلایا جس پر وہ فوراً ہوش میں آئی۔

"کک..... کیا ہوا؟

یہ تو تمہیں معلوم ہو گا کہ کیا ہوا کیونکہ میں نے تو جب تمہیں دیکھا، تو تم ہونک بنی پتہ نہیں کس کو گھورے جا رہی تھی۔ اور یہ تمہارے ماتھے پر اتنا پسینہ کیسے آ گیا؟ تم ٹھیک تو ہو نہ کہیں پھر سے طبعیت تو خراب نہیں ہو گئی؟" رابعہ جو اسے اسکی بات کا جواب دے رہی تھی، کہ اچانک اسکے ماتھے پر نمودار ہونے والے پسینے کو دیکھ کر اسے اپنی چادر کے پلو سے صاف کرتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

"نن..... نہیں ایسا کک..... کچھ نہیں ہے تم لوگ پریشان مت ہو"

عالیہ نے اپنی چادر کے پلو سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے گڑبڑا کر کہا جس پر رابعہ نے افسوس سے اسکی جانب دیکھا۔

"لگ تو نہیں رہا، لیکن چلو چھوڑو تم نے کون سا میری بات مان لینی ہے۔"

رابعہ نے مایوسی سے کہا جس پر عالیہ نے مسکرانے کی کوشش کی مگر اسکی وہ مسکراہٹ اتنی کھوکھلی تھی کہ کوئی بھی اسکے کھوکھلے پن کو بآسانی جانچ سکتا تھا۔

کچھ دیر میں تقریب شروع ہوئی جس کے ساتھ ہی سٹوڈینٹس کے درمیان مقابلوں کا آغاز ہوا۔ تمام سٹوڈینٹس اپنی باری آنے پر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے اور حاضرین سے خوب داد وصول کرتے واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جاتے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا عالیہ کو اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ اتنی سردی میں بھی پسینے سے شرابور تھا جسے وہ بار بار اپنی چادر سے صاف کر رہی تھی۔

اس نے ایک دو دفعہ ترچھی نگاہ سے اسکی جانب دیکھا جو بہت پر سکون اور خوش نظر آ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا کہ وہ کیسے اس کا سکون برباد کیے خود مزے سے اپنی زندگی جی رہا ہے۔ رابعہ اور فاطمہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے سٹوڈینٹس کی پرفارمینس پر تبصرہ کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ خود کو آنے والے کڑے امتحان کیلیئے تیار کرنے لگی۔

جیسے ہی اس کے ساتھ اپنے نام کی پکار عالیہ کے کانوں میں پڑی اسکے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی نشست سے اٹھ کر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی سٹیج پر لگے اس ڈائس تک پہنچی کہ جس سے کچھ فاصلے پر اسی کی طرح کے ایک اور ڈائس کے پیچھے وہ پہلے ہی سے کھڑا ہوا تھا۔

ڈائس کے پیچھے کھڑے ہوتے اس نے اپنی چادر کو مضبوطی کے ساتھ اپنے جسم کے گرد لپیٹ لیا۔ جبکہ اسکے ساتھ ہی چادر کے ایک پلو کو زور سے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا کہ جیسے وہ چادر کہیں اس سے بھاگی جا رہی ہو۔

پریزینٹر نے ان دونوں کو اپنا اپنا تعارف کروانے کو کہا جس پر سلمان و قار نے جلدی سے اپنا مکمل تعارف کروایا۔ اسکے تعارف کروانے کے بعد عالیہ کو اپنا تعارف کروانے کا کہا گیا جس پر وہ ڈر سی گئی۔ کانپتی ہوئی آواز کیساتھ اس نے اپنا تعارف کروانا شروع کیا.....

"مم..... میرا نام عالیہ ہہ ہے۔ مم..... میں کیمسٹری ڈڈ..... ڈیپارٹمنٹ مم..... تھرڈ سیمسٹر کک.... کی سٹوڈینٹ ہوں۔ اواور مم.....

"کام داؤن مس عالیہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فل کونفیڈینس کیساتھ اپنا تعارف کروائیں تاکہ سننے والوں کو پتہ چلے کہ کوئی مقرر تقریر کر رہا ہے۔ اچھا چلیں آپ اپنے ٹوپک کے بارے میں ہمیں تھوڑا بہت بتائیں تاکہ پتہ چل سکے کہ آپ نے کتنی تیاری کی ہے۔ تاکہ اسکے مطابق آپکا حریف آپ کو اپنے دلائل پیش کر کے خود کو صحیح اور آپ کو غلط ثابت کر سکے۔ سولٹس سٹارٹ ناؤ۔"

اسکے لڑکھڑا کر اپنا تعارف کروانے پر پریزنٹر نے اسے کام داؤن ہونے کا کہتے اپنے ٹاپک کے بارے میں کچھ بتانے کا کہا جس پر صحیح معنوں میں اسکی جان ہوا ہوئی تھی۔

پریزنٹر کی بات پر تین منٹ مسلسل خاموش رہ کر سوچنے کے باوجود بھی جب اسکے ذہن میں اپنے ٹاپک کے متعلق کوئی بات نہ آئی تو وہ بے اختیار رونے لگی جبکہ سامنے بیٹھے ہجوم میں سے کئی لوگ زور زور سے قہقہے لگا کر اسکی موجودہ حالت کا مذاق اڑانے لگے جن میں وہ بھی شامل تھا، جو اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھے اس اچانک امڈ آنے والی ہنسی کو کنٹرول کرنے میں ہلکان ہوئے جا رہا تھا۔

پریزینٹر نے تمام لوگوں کو خاموش ہونے کا کہا جس پر وہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔

فاطمہ اور رابعہ عالیہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر بہت پریشان ہو گئی تھیں۔

وہ مسلسل رونے کیساتھ ساتھ کانپ رہی تھی۔ پریزنٹر نے اسے حوصلہ دیتے خاموش ہونے کہا، جس پر وہ خاموش تو ہو گئی مگر اگلے ہی لمحے بے ہوش ہوتے دھڑام سے نیچے سٹیج پر گری جس پر سب لوگ پریشان ہو کر اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے۔

اسے گرتا دیکھ کر فاطمہ اور رابعہ سٹیج کی جانب لپکیں جبکہ اس دوران اور کئی طلباء بھی اس اٹھانے کیلئے سٹیج کی جانب دوڑے تھے۔

مگر اسکے ساتھ ہی حسب عادت سلمان وقار نامی وہ بندہ بنا کسی تاثر کے سٹیج پر کھڑا رہا کہ جیسے یہ کوئی اتنی بڑی بات نہ ہو کہ جس کو لیکر وہ تھوڑا بہت پریشان ہوتا۔ بلاشبہ اس وقت اسکی یہ بے اعتنائی اور بے حسی اپنے عروج پر تھی۔

فاطمہ اور رابعہ نے کچھ اور لڑکیوں کی مدد سے اسے وہاں سے نکال کر سیدھا پاکنگ میں کھڑی چانسلر صاحب کی گاڑی میں ڈالا اور پھر اسکے بعد وہ لوگ وہاں سے سیدھا قریبی ہوسپٹل کی جانب روانہ ہو گئے۔

عالیہ کی اس اچانک طبیعت خرابی کی وجہ سے تقریب کو فلحال کیلئے منسوخ کر دیا گیا۔ جس پر تمام سٹوڈینٹس واپس اپنے گھروں کی جانب روانہ ہو گئے جن میں وہ بے حس بھی شامل تھا۔

سٹوڈینٹس کے جانے کے بعد یونیورسٹی کے دوسرے عہدیداران نے ہوسپٹل جا کر عالیہ کی موجودہ حالت جاننے کا فیصلہ کیا۔ جس پر سب اتفاق کرتے اپنی اپنی گاڑیوں پر سوار ہوتے ہوسپٹل کی جانب روانہ ہو گئے۔

مسلسل دو گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد بالآخر وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ اس کے ہوش میں آنے پر سب نے شکر اداد کیا تھا۔

اسکے امی ابو کو بھی اطلاع کر دی گئی تھی جسے سنتے ہی وہ دوڑے دوڑے سے ہاسپٹل پہنچے تھے۔ اپنی بچی کو اس حال میں دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئے۔

ہوش میں آنے کے بعد اسکے گھر والوں کو اس سے ملنے کی اجازت دے دی گئی جس پر وہ جلدی سے اسکے روم میں داخل ہوئے۔

مومنہ بیگم اور غفار صاحب نے جب اپنی نازوں پلی بیٹی کا یہ حال دیکھا تو ان کے دل کٹ سے گئے۔ مومنہ بیگم بار بار اس کا چہرہ چوم رہی تھی جس پر وہ اپنے دونوں والدین کو یقین دلانے لگی کہ وہ بلکل ٹھیک ہے بس سر میں تھوڑا سا درد تھا جس کی وجہ سے چکر آ گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

مگر آج اسکے والدین کو اسکی جھوٹی باتوں پر ذرا برابر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔

خیر انہی باتوں میں مزید دو تین گھنٹے گزر گئے۔ جس کے بعد ڈاکٹر نے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی۔

اس کے سب اساتذہ اور کچھ کلاس فیلوز اس سے ملنے اور طبیعت معلوم کرنے کیلیئے ہوسپٹل میں آئے جس پر وہ تہے دل سے ان سب کی شکر گزار تھی۔

تمام ضروری کاغذی کاروائی کے بعد اسے ہوپسٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا جس پر وہ اپنے والدین کے ساتھ اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

اس واقعے کو چند دن گزرے کہ اچانک ان کا رزلٹ آؤٹ ہو گیا جس میں وہ بری طرح سے فیل ہوئی تھی۔

اسکے تمام دوست کلاس فیلوز، اساتذہ اور گھر والے اسکی امتحانات میں کارکردگی دیکھ کر ورطہ حیرت میں مبتلاء ہو گئے کیونکہ وہ ہمیشہ سے ٹاپر رہی تھی اور ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرتی تھی۔ مگر

اس بار اس کی کارکردگی دیکھ کر انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یقیناً اس کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہے ورنہ اس جیسی ہونہار طالبہ کا اس طرح کا رزلٹ آنا ناممکن تھا۔

سب اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گئے کہ آخر اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے امتحانات اتنے برے ہوئے، مگر اس نے اپنے منہ سے کچھ نہ پھوٹا جس پر وہ سب مشتعل سے ہو گئے۔

اسکی امی نے تو اسک تھپڑ تک لگا دیا تھا مگر اس نے منہ سے چوں کی آواز تک نہ نکالی۔

رابعہ، فاطمہ، سراج الغرض سب اسکے ساتھ سر کھپا کھپا کر تھک گئے مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔ جسے دیکھ کر ان سب نے اسے اپنے حال پر چھوڑنے پر فیصلہ کیا۔

لیکن دوسری طرف اسی دوران سلمان وقار نے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں پہلی پوزیشن لی تھی جس پر سب اسکی ذہانت کے گن گا رہے تھے۔ وہ مسرور اور مغرور سا سب سے داد وصول کرتا صرف مسکرانے پر ہی اکتفاء کر رہا تھا کیونکہ اپنے منہ سے کسی کا شکریہ ادا کرنا شاید اسکی شان کے خلاف تھا۔

عالیہ نے اسکی کامیابی کی خبر سنی تو اسے بہت دکھ ہوا کہ کیسے وہ اسے برباد کیے خود آگے بڑھتا جا رہا ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

مگر اصل دکھ تو اسے تب ہوا کہ جب اس کے دوستوں نے اسے یہ بتایا کہ اسکے بے ہوش ہونے پر اس شخص نے کسی قسم کے رد عمل کا کوئی اظہار نہ کیا بلکہ خاموشی سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا، اور پھر بعد میں اسکے ہوسپٹل جانے پر اپنے گھر چلا گیا۔

دوسرے دن بھی یونیورسٹی آکر اس نے کسی سے اس کی طبیعت کے بارے میں نہ پوچھا، جو یقیناً اسکی بے حسی اور بے پروائی کی اعلیٰ مثال تھی۔

عالیہ یہ باتیں سن کر برداشت نہ کر سکی اور پھبک پھبک کر رونے لگی۔ سب نے اسے تسلی دی جس کی وجہ سے اسکی حالت کچھ سنبھل گئی۔ مگر رات کو اکیلے اپنے کمرے میں اس نے وہ ساری رات جائے نماز پر روتے ہوئے گزار دی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے چین نصیب نہ ہوا۔

اسے اپنی زندگی ایک بوجھ لگنے لگی۔ ایک دوبار اس نے خود کو ختم کرنے کا بھی ارادہ کیا مگر پھر اپنی بہن کی باتیں اسکے دماغ میں گردش کرنے لگیں، جس سے وہ یہ انتہائی قدم اٹھانے سے رک گئی۔

اسکی بہن اور اسامہ روز فون کر کے اسے تسلی دیتے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مگر اسے یہ تسلیاں اب جھوٹ معلوم ہونے لگی تھیں۔۔

اسے تمام لوگ اپنی بے بسی پر ہنستے اور قہقہے لگاتے محسوس ہوتے۔ اسکے امتحانات میں ناکامی کی خبر جب اسکی چچی کو موصول ہوئی تو وہ فوراً سے پہلے اسکے گھر آئی اور پھر اسکے زخموں پر اچھی خاصی نمک پاشی کرتی واپسی کی راہ لیتی چلی گئی، مگر ان کی باتوں سے جو تکلیف اور دکھ اسے پہنچا۔ ہاں وہ ناقابل برداشت تھا۔

کبھی کبھی تو وہ سلمان وقار کو بھی کوسنے لگتی مگر پھر خود اپنے آپ کو ڈانٹ دیتی کہ اس میں اس کا کیا قصور ہے۔

اس نے تو نہیں کہا تھا وہ اسکے ساتھ محبت کرے اور اسے دیکھ کر ایسا ری ایکٹ کرے۔

مگر پھر جب اسکی بے مروتی یاد آتی تو خود بخود اسکی آنکھیں نم ہو جاتیں۔

سمندر میں اترتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

تری آنکھوں کو پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے

کوئی بھی لفظ لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

تری یادوں کی خوشبو کھڑکیوں میں رقص کرتی ہے

ترے غم میں سلگتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

نہ جانے ہو گیا ہوں اس قدر حساس میں کب سے

کسی سے بات کرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

میں سارا دن بہت مصروف رہتا ہوں مگر جوں ہی

قدم چوکھٹ پہ رکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ہر اک مفلس کے ماتھے پر الم کی داستانیں ہیں

کوئی چہرہ بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

بڑے لوگوں کے اونچے بد نما اور سرد محلوں کو

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

غریب آنکھوں سے تکتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ترے کوچے سے اب میرا تعلق واجبی سا ہے

مگر جب بھی گزرتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

ہزاروں موسموں کی حکمرانی ہے مرے دل پر

وصی میں جب بھی ہنستا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

دن گزرتے رہے اور وہ ایک بار پھر یونیورسٹی جانے لگی۔ اسکے اساتذہ نے اسے تیسرے سیمسٹر میں بیٹھ کر پچھلے اور اس سمسٹر کا امتحان ایک ساتھ دینے کا مشورہ دیا تاکہ اس کا وقت ضائع نہ ہو، مگر اس نے ان سب سے معذرت کرتے دوبارہ سے دوسرے سیمسٹر میں بیٹھنے کا فیصلہ کیا جو ان سمیت کسی کو بھی پسند نہ آیا، مگر اسکی موجودہ حالت کے پیش نظر ان سب نے اسے اپنا فیصلہ بدلنے پر فورس نہیں کیا۔

رابعہ اور فاطمہ اس سے اگلے سیمسٹر میں چلی گئیں تھیں جس سے وہ ان سے الگ ہو گئی۔ اس بات کا انہیں بہت افسوس تھا مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا کیونکہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

وہ خاموشی سے سارادن یونیورسٹی کے کسی کونے کھدرے میں دبک کر بیٹھی رہتی،اور جس جگہ سلمان وقار کے ہونے یا آنے کی تھوڑی سی بھی امید ہوتی وہ اس جگہ سے فوراًغائب ہو جاتی۔

اسی کھینچا تانی میں مزید کچھ مہینے گزر گئے۔ مگر اس تمام عرصے میں اس کا سامنا اس سے نہ ہوا جس کی وجہ سے وہ بہت پر سکون تھی۔ کبھی کبھی اسے ایسا لگتا کہ جیسے وہ خود بھی اسکے سامنے آنے سے گریز کرتا ہو۔

زندگی آہستہ آہستہ سے گزر رہی تھی۔عالیہ اب تھوڑا بہت پڑھائی پر بھی توجہ دینے کی کوشش کرتی تھی، جس کے نتیجے میں اسکی کارگردگی خاصی بہتر ہوئی تھی۔

اب بھی اسکی اکثر راتیں جائے نماز پر روتے گڑگڑاتے گزرتی تھیں مگر اسکی حالت میں کوئی بہتری نہ آنی تھی اور نہ آئی۔اس بات کو لیکر روز بروز اس کا ڈیپریشن بڑھتا ہی چلا جارہا۔وہ اکثر دعا مانگتی کہ وہ اسے دوبارہ کبھی نظر نہ آئے۔ مگر ضروری نہیں کہ ہر دعا پوری ہو۔لہذا اس کی دعا بھی پوری نہ ہوئی اور ایک بار پھر راستے میں وہ اس سے ٹکرا گیا۔

اس دن وہ یونیورسٹی اکیلی ہی آئی تھی کیونکہ رابعہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں یونیورسٹی آنے سے قاصر تھی۔

اس دن یونیورسٹی میں صرف ایک دو کلاسیں ہی لگ پائی تھیں کیونکہ تمام اساتذہ بمعہ انتظامیہ کس کسی جانے مانے لیکچرار اور ادیب کی عیادت کیلئے ہسپتال جانا تھا کہ جن سے یونیورسٹی کے چانسلر کے بہت گہرے مراسم تھے۔

وہ کلاسیں لیتی گھر جانے کی غرض سے کوریڈور سے گزر رہی تھی کہ اچانک اسکے سامنے سلمان وقار آ گیا جو اپنے ہاتھوں میں کوئی کتاب لیے اپنا سر جھکائے چلا آ رہا تھا۔

اسی بے خبری میں ایک پھر ان دونوں کا تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔

عالیہ نے کسی کے اچانک سامنے آجانے کا احساس ہوتے ہی جلدی سے خود کو ایک جانب کیا تاکہ آنے والا با آسانی اسکے چھوڑے گئے راستے سے گزر کر آگے کی جانب بڑھ سکے۔

سلمان بھی اچانک کسی کے اسطرح سے اپنے سامنے آجانے پر گھبرا کر رک گیا۔

عالیہ نے تصادم کے ڈر سے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

سلمان نے جب اسکی جانب اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسے خوف سے کانپتے اپنی آنکھیں بند کیے پایا۔ جسے دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

"محترمہ! اپنی آنکھیں کھول لیں کیونکہ آپ ایک بہت بڑے ایکسیڈنٹ سے باخیر و عافیت بچ چکی ہیں"

سلمان نے اسکی بند آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا جسے سن کر عالیہ نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول کر سامنے موجود ہستی کو دیکھا، جسے دیکھتے ہی اسکے اوسان خطاء ہو گئے۔

"آ آپ....

جی میں..... کیوں کوئی مسلئہ ہے۔

نن..... نہیں وہ میں آپ یہاں پر وہ.....

"محترمہ کیا کہہ رہی ہیں کھل کر کہیں مجھے آپکی پشتو کی بلکل بھی سمجھ نہیں آ رہی"

سلمان وقار نے اسکے حواس باختہ لہجے پر طنز کرتے ہوئے کہا جسے سن کر اسے بہت دکھ ہوا۔

"آ آپ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتے ہیں میں کبھی آپ کو معاف نہیں کروں گی ہٹھیں میرے راستے سے مجھے جانا ہے"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے اچانک روتے ہوئے اس سے شکوہ کیا اور پھر اسے سائیڈ پر ہونے کا کہتی بھاگتی ہوئی آگے کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ وہ حیران و پریشان سا کھڑا اسکی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آخر اس نے اس کے ساتھ ایسا کیا ہے کہ وہ اسے اس طرح سے کہہ کر گئی ہے۔

گھر آکر ایک بار پھر وہ اپنے کمرے میں قید ہو چکی تھی۔ اسکی امی اسے روتے ہوئے اپنے کمرے میں جاتے دیکھ کر بہت پریشان ہو گئیں۔

انہوں نے کافی دیر تک اسکے کمرے کے بند دروازے پر دستک دی مگر اس نے اندر سے دروازہ کھولنے کی زحمت نہ کی۔

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ اسی پریشانی میں اسکی ماں نے نیچے جا کر اسکی بڑی بہن آسیہ کو فون کر کے اسکی موجودہ حالت کے بارے میں بتایا جس پر وہ بھی بہت پریشان ہوئی۔ عالیہ کے متعلق جلدی کچھ ہدایات دیتے آسیہ نے اپنی ماں سے معذرت کرتے فون بند کر دیا کیونکہ اسکی ساس کی طبیعت ایک بار پھر اچانک سے خراب ہو چکی تھی۔

آسیہ کی کال کٹ جانے کے بعد انہوں نے غفار صاحب کو فون ملا کر موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے کچھ دیر تک گھر آنے کا کہہ کر کال کٹ دی۔

انکی کال کٹتے ہی وہ بے چینی سے انکے آنے کا انتظار کرنے لگیں کیونکہ ابھی تک عالیہ کے کمرے سے مسلسل رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔

رات کو جب اسکے ماں باپ نے اسے اپنے سامنے بیٹھا کر اپنی پریشان بتانے کا کہا تو اس نے یہ جھوٹ بولتے انہیں مطمئن کرنا چاہا کہ پڑھائی میں دلچسپی پیدا نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس طرح سے ری ایکٹ کر رہی ہے۔

ورنہ اور کوئی بات نہیں۔ مگر اس کے والدین جانتے تھے کہ وہ یقیناً جھوٹ بول رہی ہے۔ انکے زیادہ اصرار کرنے پر وہ چڑچڑی سی ہو جاتی اور پھر اسی کیفیت میں اپنے سر کے بال نوچنے لگتی۔ جس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فلحال انہوں نے اس سے مزید کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

وہ نماز میں اپنا دل لگا کر اسکے خیالوں سے چھٹکارا پانے کی ہر ممکن کوشش کرتی مگر اس سے اپنی کوئی نماز بھی مکمل نہ ہو پاتی جس سے مایوس ہو کر اس نے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیا جو یقیناً اسکے رب کی اس سے ناراضگی کا باعث بن رہا تھا۔

کیونکہ وہ اپنے سامنے جھکنے کی استطاعت اور ہمت صرف انہیں کو دیتا ہے کہ جن سے وہ پیار کرتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس سب سے محروم ہے تو وہ سمجھ لے کہ اس کا رب اس سے ناراض ہے، کہ جس کی وجہ سے وہ اسے اپنے سامنے جھکنے کی توفیق ہی نہیں دے رہا۔

گزرتے وقت کے ساتھ ہی اسکی جنونیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اگر کوئی بھلے کی بات کہتا تو وہ بری طرح چلانے لگتی جس سے دیکھنے والوں کو اسکے پاگل ہو جانے کا گمان ہوتا۔

اگلے سمسٹر کے امتحانات میں کچھ ہی دن باقی رہ گئے تھے لیکن اسکی تیاری نہ ہونے کے برابر تھی۔

وہ اس تمام عرصے اسی کشمکش میں رہی کہ کیا اسے اپنے دل کی بات اس تک پہنچا دینی چاہیئے؟ یا پھر اپنی اس یکطرفہ محبت کو اپنے سینے میں ہی کہیں دفن کر دینا چاہیئے، تاکہ متوقع بے عزتی اور بدنامی سے بچا جا سکے۔

اسی الجھن اور کشمکش سے لڑتے لڑتے آخر کار اس نے سلمان وقار سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

امتحانات بہت قریب تھے کہ ایک دن عالیہ نے خود کو اچھی طرح سے تیار کر کے سلمان وقار کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف قدم بڑھا دیے تاکہ وہ کھل کر اس سے اپنے دل کی بات کہہ سکے۔

اسکے ڈیپارٹمنٹ آکر عالیہ نے اسکی تلاش میں اپنی نظریں ادھر اُدھر گھمائیں تو وہ اسے کوریڈور کے اینڈ پر بنے ایک پلر سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے دکھا۔

اس پر نظر پڑتے ہی وہ ڈھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ سے اسکی جانب قدم بڑھانے لگی۔

اسکے قریب پہنچ کر وہ کشمکش میں مبتلاء ہو گئی کہ اب اسے کیسے اپنی جانب متوجہ کرے کیونکہ وہ دنیاو مافیہا سے بے خبر کسی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھا۔

تقریباً پانچ منٹ تک اسکے ایک جانب کھڑے وہ اپنے کانپتے ہاتھوں کو مسلتے اسے مخاطب کرنے کیلئے الفاظ اور ہمت مجتمع کرتی رہی تھی۔ اور بالآخر اپنی آنکھیں بند کیے وہ اسے مخاطب کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"پلیز سنیں....."

"جی سنائیں! کیا بات کرنی ہے آپ کو..... دیکھیں اگر کوئی ضروری بات ہے تو جلدی سے کیجئیے کیونکہ مجھے ارجنٹ ایک کام سے کہیں جانا ہے۔ اور ہاں اگر کوئی فضول اور بے معنی سی بات ہے تو آپ کچھ کہنے کا تکلف مت کیجیئے گا کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں کسی فضول بات کو سننا افورڈ کر سکوں۔ سو جو بھی بات کیجیئے وہ بات کام کی ہو ورنہ آئی ایم سوری میں آپ کی وہ بات نہیں سن سکوں گا"

سلمان جو منہمک سا کتاب پڑھنے میں مصروف تھا اچانک اپنے نزدیک سے ایک نسوانی آواز بلند ہونے پر چونک کر آواز کی سمت میں دیکھا تو وہاں عالیہ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر پہلے تو اسکے چہرے پر حیرت اور پھر بعد میں بے زاریت کے تاثرات قلم بند ہوئے جن کا اظہار اس نے سرعت سے کھڑے ہوتے ان الفاظ میں کیا تھا جو عالیہ کی پہلے سے زخمی روح کو مزید گھائل کر گئے تھے۔

"وہ وہ میں نن..... نے آپ سس..... سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی تھی۔ پلیز میری بات سن لیں پھر آپ کو جہاں جانا ہو وہاں چلے جایئے گا میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔"

عالیہ نے نم آنکھوں کیساتھ بھیگے ہوئے لہجے میں اس سے التجا کی جس پر اس نے تھکے ہوئے انداز میں اپنا سر ہاں میں ہلایا۔

"اچھا ٹھیک ہے تو پھر بتائیں کہ آخر ایسی کیا بات ہے کہ جس کیلئے آپ نے یہاں آنے کی زحمت محسوس کی۔" طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"وہ مم نے آپ سے کہنا تھا کہ وہ میں آپ سے وہ مجھ سمجھ نہیں آ رہی وہ یہ....."

عالیہ نے سر جھکائے کانپتے وجود کیساتھ بات شروع کی مگر گھبراہٹ اور ڈر کی وجہ سے اس سے اپنی بات مکمل نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ بار بار اپنی بات کے دوران اٹک رہی تھی جسے دیکھ کر سلمان وقار نے افسوس سے اسکی طرف دیکھا۔

"یہ کیا میں میں اور وہ وہ لگا رکھی ہے سیدھی طرح بات کریں۔ کیا یہی سب کہنے کیلئے آپ نے مجھے یہاں روکا ہے۔"

سلمان نے اسکی لڑکھڑاہٹ سے تنگ آ کر کہا جس پر عالیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ کیونکہ آج تک وہ جتنی بار بھی اس سے ملی تھی، اس نے کبھی بھی اس سے اس طرح سے بات نہیں کی تھی کہ جس طرح سے وہ آج کر رہا تھا۔

"آپ میری انسلٹ کیوں کر رہے ہیں میں تو بس آپ سے مم۔۔"

"میں تو آپ سے کیا مطلب؟ محترمہ سیدھی طرح سے کہیں جو بھی کہنا ہے ورنہ دوسری صورت میں میں یہاں سے چلا جاؤنگا! کیونکہ میں آپ کیطرح ہرگز بھی فارغ نہیں ہوں۔"

سلمان نے کھٹورپنے کی حد کی جسے دیکھ کر عالیہ اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپائے پھبک پھبک کر رو دی جبکہ سلمان وقار اسے روتا دیکھ کر افسوس سے اپنا سر دائیں بائیں ہلانے لگا۔

"اس کا مطلب ہے آپ رونے کے علاوہ اور کچھ نہیں بتائیں گی؟ اوکے فائن تو پھر میں چلا جاتا ہوں آپ یہاں بیٹھ کر روتی رہیں۔"

سلمان نے اسکے مسلسل رونے سے تنگ آتے اپنے کاندھے پر دھرا بیگ درست کرتے عالیہ سے کہا اور پھر وہاں سے جانے کیلیئے اپنے قدم کوریڈور سے باہر کی سمت بڑھانے شروع کر دیے۔

ابھی اس نے دو تین قدم ہی لیے ہوں گے کہ اچانک اس کے کانوں میں عالیہ کی رندھی ہوئی آواز گونجی جسے سنتے ہی اس کے قدم فوراً سے پہلے تھمے۔

"آپ یہاں سے جانے کی زحمت نہ کریں میں خود ہی چلی جاتی ہوں کیونکہ میں اچھی طرح سے جانتی ہو کہ آپ صرف اور صرف میری وجہ سے یہاں سے جا رہے ہیں۔ ورنہ آپ کا کوئی ارجنٹ کام نہیں ہے۔

آپ کو آپ کے کام مبارک ہوں۔ میں آج کے بعد کبھی بھی آپکے راستے میں نہیں آؤں گی اور نہ ہی آپ سے مخاطب ہو کر آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنے کی گستاخی کروں گی۔

جانے انجانے میں ہو جانے والی گزشتہ غلطیوں پر معاف کر دیجیئے گا۔ آپکی مہربانی ہو گی۔ بس آخر میں صرف اتنا کہوں گی کہ آپ نے میرے ساتھ بلکل بھی اچھا نہیں کیا آپ کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔"

عالیہ نے روتے ہوئے اسکی پشت پر نظریں جمائے کہا کیونکہ اسکی آواز سن کر وہ اس کے جانب پیچھے نہیں مڑا تھا بلکہ جہاں تھا وہیں رک کر اسکی بات سن رہا تھا۔

عالیہ نے روتے ہوئے یہ سب باتیں اس سے کہیں اور پھر اپنی چادر میں اپنا منہ چھپائے وہاں سے بھاگ کر چلی گئی جبکہ وہ ہنوز اپنی جگہ پر کھڑا حیرت سے اس کی باتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کچھ دیر اسی حالت میں رہنے کے بعد جب اس نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ شاید وہ بہت پہلے ہی وہاں سے جا چکی تھی۔

کچھ دیر مزید وہاں کھڑے رہنے کے بعد وہ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کوریڈور سے نکل کر یونیورسٹی کے مین گیٹ کی جانب بڑھا، جہاں پارکنگ میں اسکی گاڑی کھڑی ہوئی تھی کہ جس پر سوار ہو کر اس نے اپنے گھر واپس جانا تھا۔

* *

اس واقعے کے بعد وہ بلکل خاموش ہو گئی تھی۔ بغیر ضرورت کسی سے بھی بات کرنا اس نے خود پر حرام کر لیا تھا۔ اسکی بہن روزانہ فون کر کے اس سے بات کرتی، اسے سمجھانے کی کوشش کرتی کہ جو وہ کر رہی ہے وہ بلکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کو بھی تکلیف پہنچا رہی ہے جو ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

مگر اس نے اسکی کسی بھی بات پر اپنے کان نہ دھرے۔ عالیہ کی امی نے آسیہ کو کچھ دنوں کیلئے گھر آ کر اسے سمجھانے کی استدعا کی مگر اپنی ساس کی دن بدن بگڑتی طبیعت کے باعث وہ انکے پاس آنے سے

قاصر تھی۔ جس کیلیئے اس نے اپنی ماں سے معذرت کرلی کہ وہ فلحال نہیں آسکتی لیکن جب بھی اسکی ساس کی طبیعت سنبھلی وہ فوراً جہاں کا چکر لگائے گی۔ اسامہ کے بھی امتحان شروع ہونے والے تھے لہذا وہ بھی اس حالت میں انکے پاس نہیں آسکتا تھا۔

امتحان شروع ہوئے تو عالیہ نے اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز کردی مگر لا محالہ کوشش کرنے کے باوجود وہ پوری طرح سے اپنی ہڑھائی پر توجہ نہ دے پاتی۔

پچھلی بار کی طرح اس بار ان کا سیٹنگ پلان ایک بار پھر سے تبدیل کیا گیا تھا جس کی بدولت اس کے بیٹھنے کی جگہ سلمان وقار سے بہت دور متعین کی گئی تھج جسے دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوئی۔

اس نے پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے تمام پرچوں کو شروع سے لیکر آخر تک حل کیا مگر پھر بھی اس کے پرچے ویسے نہ ہوسکے کہ جیسے پہلے ہوا کرتے تھے۔ لیکن وہ پھر بھی خوش تھی کہ چلو پوزیشن نہ سہی اچھے نمبروں سے پاس تو ہو ہی جائے گی۔

سلمان وقار نے حسب عادت خود میں مگن ہو کر اپنے تمام پرچے دیے جو کہ بہت ہی اچھے ہوئے تھے۔ اسے پوری امید تھی کہ اس بار بھی وہ اول پوزیشن لینے میں کامیاب رہے گا۔

چونکہ یہ اس کا آخری سمسٹر تھا۔اس لیے ان امتحانات کے بعد اسکی ڈگری مکمل ہو جانی تھی جسکی وجہ سے وہ اِس یونیورسٹی سے فارغ ہو کر چلا جاتا۔

اس بارے میں جب اسکے کلاس فیلوز نے بات کی تو صحیح معنوں میں اسے پریشانی لاحق ہوئی، کیونکہ کہنے کو تو وہ اسے دوبارہ نہ ملنے کا کہہ چکی تھی مگر اس کا دل اب بھی اس کی ایک جھلک دیکھنے پر اسے آمادہ کرتا رہتا۔ لیکن وہ اپنے دل پر جبر کیے کافی وقت سے اپنی اس بات پر قائم تھی۔ مگر اس خبر کے بعد اسے اپنی اِس کہی بات پر قائم رہنا بہت ہی مشکل لگ رہا تھا۔

امتحانوں کے بعد ان کی چھٹیاں ہو گئیں۔ اور یہی وہ عرصہ تھا کہ جس عرصے میں وہ حد سے زیادہ ڈیپریشن میں چلی گئی تھی۔ ہر وقت اسکے سر میں درد رہنا شروع ہو گیا جو کسی صورت کم ہونے کا نام نہ لیتا۔

اسکے ماں باپ تقریباً پچھلے ایک سال سے اسکی یہ حالت دیکھ کر اب بہت زیادہ حساس ہو چکے تھے۔ اسکی تھوڑی سی طبیعت خراب ہونے پر وہ مچل سے جاتے۔ دن بدن اس کا رنگ زرد ہوتا جا رہا تھا۔

راتوں کو اکثر جاگنے کی بدولت اسکی آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے تھے۔ جس سے وہ سو سال کی کوئی بیمار بوڑھی لگنے لگی تھی۔

رابعہ اور فاطمہ اسے بار بار زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کرتیں مگر انکی ہر کوشش ناکام جا رہی تھی کیونکہ وہ زندگی کی طرف واپس جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔

اسی دوران اس کے امتحانات کا رزلٹ بھی آؤٹ ہو چکا تھا جس میں وہ اچھے نمبروں سے پاس ہوئی تھی۔ سب اس کا پہلے سے کئی گناہ بہتر رزلٹ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن یہ رزلٹ بلکل بھی ویسا نہیں تھا کہ جیسا کبھی آیا کرتا تھا۔ مگر اسکے باوجود بھی سب مطمئن تھے۔

دوسری طرف سلمان وقار نے توقع کے عین مطابق ایک بار پھر سے کلاس بلکہ پوری یونیورسٹی کو ٹاپ کر لیا تھا۔ سب اسکی کارگردگی دیکھ کر نازاں تھے جبکہ اسکے اساتذہ تو اسکی تعریفیں کرتے تھک نہیں رہے تھے۔

اسکے والد وقار خان نے اسی خوشی میں یونیورسٹی کو مبلغ دولاکھ روپے عطیہ کر دیے جس پر چانسلر سمیت سب انکے بہت مشکور تھے۔ الغرض ہر طرف اسی کا نام چھایا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف عالیہ جو کبھی ایسے ہی سراہی جاتی تھی، آج وہ اپنے کمرے میں بند اپنی بے بسی کا ماتم کر رہی تھی۔

وہ جو خود کو پتہ نہیں کیا سمجھتی تھی، سلمان وقار نامی اس شخص نے ایک ہی لمحے میں آکر اسے بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ اور وہ کچھ بھی نہ کر پائی۔

کچھ دنوں بعد ایک بار پھر اینوئل فنکشن کا اعلان کر دیا گیا جس میں یونیورسٹی کے تمام سابقہ اور موجودہ طالب علموں کو دعوت دی گئی تھی۔ رابعہ نے جب اسے اس تقریب کے بارے میں بتایا تو اس نے وہاں جانے سے صاف انکار کر دیا کیونکہ اس کے پاس فلحال اسے ہمیشہ کیلئے الوداع کہنے کی ہمت باقی نہیں تھی۔

رابعہ نے اس کا انکار سنا، تو اس بار وہ بھی اپنی ضد پر اڑ گئی جس کے باعث بالآخر وہ اسے اپنے ساتھ فنکشن میں لیکر جانے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔

رابعہ نے زبردستی اسے تیار کیا جس میں اس کا پورا ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا تھا۔ اور اس ڈیڑھ گھنٹے میں بھی اس نے اسے صرف اپنی آنکھوں میں کاجل اور ہاتھوں پر نیل پالش لگانے دیا تھا۔ اس سے زیادہ تیاری کرنا اس کیلئے جیسے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ اس کی کیفیت دیکھ کر ایسا لگتا کہ اگر اس نے اچھے طریقے سے تیاری کر لی تو گویا اسکی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ وہ بھی خاصی عجیب لڑکی تھی ہے نا....

سردیاں گزریں تو اسکی موٹی چادر کی جگہ اب ایک بڑے سے دوپٹے نے لے لی تھی کہ جسے وہ ہر وقت اپنے وجود کے گرد لپیٹے رکھتی۔ رابعہ اور اسکی ماں اسکی اس چادر اور دوپٹے سے سخت عاجز تھیں مگر وہ انہیں ایسے سنبھال کر رکھتی کہ جیسے پتہ نہیں ان میں کونسے قیمتی کے ہیرے موتی جڑے ہوئے ہوں۔

تیار ہوتے اس نے جلدی سے اس دوپٹے کو اپنے گرد لپیٹا جس پر رابعہ نے برا سا منہ بنایا مگر اسے کچھ کہنے سے خود کو باز ہی رکھا کیونکہ اسے کچھ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس نے وہی کرنا تھا کہ جو اس کا من چاہتا۔

گھر سے یونیورسٹی تک کے درمیان سارے سفر میں وہ مسلسل درود پاک کا ورد کرتی جا رہی تھی۔ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ مگر ایک بات یقینی تھی اور وہ یہ کہ آج پھر وہ ایک بار مزید ٹوٹنے والی تھی۔

آج کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے اس یونیورسٹی بلکہ اس کی زندگی سے بھی الوداع کہتے ہمیشہ کیلئے جا رہا تھا کیونکہ اسے کسی سٹوڈینٹ نے بتایا تھا کہ ڈگری ملنے کے بعد وہ باہر کے کسی ملک میں مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خاطر جائے گا، جس کا اعلان اس کے والد صاحب بہت پہلے ہی کر چکے تھے۔ جبکہ وہ بھی کئی سٹوڈینٹس کو اس بارے میں آگاہ کر چکا تھا، جسکے بعد انہی میں سے کسی ایک نے آکر یہ بات اس سمیت باقی کئی سٹوڈینٹس کو بتائی تھی۔

آڈیٹوریم کی عمارت تک پہنچتے، اس کا دل بہت بھاری بھاری سا ہونے لگا تھا۔ جس پر اس نے گھبرا کر رابعہ کا بازو اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

رابعہ اسے سہارا دیے آڈیٹوریم میں داخل ہوئی اور پھر اسے سامنے والی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا کر آرام کرنے کا کہا جس پر محض اس نے اپنا سر ہلانے پر ہی اکتفاء کیا تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد اسکی طبیعت بحال ہوئی تو اس نے فنکشن کو انجوائے کرنا شروع کیا۔ فلحال ابھی تک وہ اسے نظر نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت پر سکون اور خوش تھی۔ رابعہ اسے خوش دیکھ کر بہت مطمئن ہوئی کیونکہ کافی عرصے بعد اس نے عالیہ کو اس طرح سے پر سکون اور خوش دیکھا تھا۔

سٹوڈینٹس طرح طرح کے فن اور کرتب دکھا کر سب حاضرین کو محظوظ کر رہے تھے۔ جس پر سب حاضرینِ محفل دل کھول کر انہیں انکے کی فن کی داد دے رہے تھے۔

اس سب کے بعد تقریری مقابلے شروع ہوئے جن میں طلبہ نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا کر سب کے دل موہ لیے۔ سب انہیں انکے کام اور ہنر پر داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ عالیہ بھی باقی سب لوگوں کی طرح تالیاں بجا بجا کر ان طلبہ کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔

مقابلوں کا اختتام ہوا تو تمام اساتذہ نے سٹیج پر آکر تمام طلبہ کی کارگردگی کو سراہتے ہوئے انہیں زندگی کے بارے میں مفید مشوروں اور نصیحتوں سے نوازا۔

اس سب کے بعد پرنسپل اور چانسلر صاحب نے آکر تقریر کی جس میں انہوں نے تمام مقابلوں حصہ لینے والے طلبہ اور اساتذہ کے جذبے اور لگن کی تعریف کرتے انہیں سراہا کہ جن کی وجہ سے یہ فنکشن اپنے پایہ تکمیل تک پہنچا تھا۔

اس سب کے بعد پریزنٹر نے سب کی بھرپور تالیوں میں سلمان وقار کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی کہ جس کی شاندار کامیابی کی وجہ سے فنکشن ارینج کیا گیا تھا۔

عالیہ جو پرجوش سی بیٹھی پریزنٹر کی بات سن رہی تھی اس کے نام کا بلاوہ سنتے ہی اس کا کھلا ہوا چہرہ یکدم تاریک ہوا تھا۔

وہ مغرور سی چال چلتا ہوا سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنے سب سے منفرد نظر آرہا تھا۔ اسکے سٹیج پر آنے تک برابر تالیوں کی آواز گونجتی رہی، لیکن اس بار ان تالیوں کی آواز میں عالیہ کے تالی مارنے کی آواز شامل نہیں تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

وہ اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اس سے نظر چرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ ایسا چاہ کر بھی نہ کر پائی کیونکہ کچھ ہی دیر بعد وہ اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے بنا پلک چھپکائے اسے بولتا ہوا دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

وہ دس پندرہ منٹ تک مسلسل بولتا رہا جس میں زیادہ تر وہ اپنے اساتذہ اور کلاس فیلوز کا شکریہ ادا کرتا ہوا دیکھائی دیا۔

اپنے تاثرات بیان کرتے وہ آخر میں سب سے اجازت لیکر سٹیج سے اتر گیا جس پر ایک بار پھر سب لوگوں نے تالیاں بجا کر اسے سٹیج سے رخصت کیا۔

عالیہ جو بت بنی اسے دیکھنے میں مصروف تھی اسکے سٹیج سے اتر جانے پر اس کا سکتہ ٹوٹا جس سے وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔

"جانِ من! کہاں گم تھی؟ اور یہ تمہارے چہرے پر اتنا پسینہ کیوں ہے حالانکہ یہاں اتنی گرمی بھی نہیں کہ انسان کو اتنا پسینہ آجائے۔ خیر تو ہے نہ"

رابعہ جو شاید اسے سلمان وقار کو بنا پلک چھپکائے دیکھ چکی تھی نے اسکے ہوش میں آنے پر اپنی انگلی سے اسکے ماتھے پر جمع پسینے کو صاف کرتے ہوئے شریر انداز میں اس سے پوچھا جسے سن کر وہ فوراً گڑبڑائی تھی۔

"کک..... کہیں نہیں تت..... تمہیں ایسے کیوں لگا؟"

"بھائی لگنے کی کیا بات ہے میں نے خود اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے تمہیں سلمان وقار کو ہونکوں کی طرح گھورتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ اصل معاملہ کیا ہے کہیں تم....."

"نن... نہیں بلکل بھی نہیں تم نے ایسی بات سوچ بھی کیسے لی حالانکہ تم میری عادت سے اچھی طرح واقف ہو کہ مجھے ایسی باتیں اور کام بلکل بھی پسند نہیں ہیں۔"

عالیہ نے اپنا جھوٹ پکڑے جانے پر جلدی سے رابعہ کو وضاحت دی جس پر رابعہ نے جانچتی ہوئی نظروں سے اسکی جانب دیکھا جس پر وہ اپنا رخ موڑ گئی۔

"کیا بات بہن! اب اپنا رخ کیوں موڑ رہی ہو۔ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرو جیسے پہلے کیا کرتی تھی۔ یا پھر میں تمہاری نظریں چرانے کا کوئی اور ہی مطلب اخذ کر لوں۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

رابعہ نے اس کا رخ اپنی جانب موڑتے ہوئے کہا جس پر اس نے اپنی پلکوں کی باڑ نیچے کی جانب گرا دی۔

بلاشبہ آج اس کی بڑی بڑی سی گہری سیاہ آنکھیں کاجل کی وجہ سے کچھ اور ہی خوبصورت لگ رہی تھیں جنہیں دیکھ کر دیکھنے والے کا ان میں ڈوب جانے کو جی کرتا۔

"نہیں رابی ایسی کوئی بات نہیں بس اسے دیکھنے اور سننے کو دل چاہتا ہے۔ آخر کو وہ ہے ہی ایسا کہ کوئی چاہتے ہوئے بھی اسے اگنور نہیں کر سکتا۔"

عالیہ نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی۔

"اومائی گاڈ! مطلب عالیہ غفار جیسی خشک مذاق خود میں گم رہنے والی لڑکی بھی اس طرح سے دل کھول کر کسی کی تعریف کر سکتی ہے مجھے یقین نہیں آرہا۔"

رابعہ نے حیرت سے کہا جس پر عالیہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"ہاں کیوں! کیا میں کسی کی تعریف نہیں کر سکتی؟"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"ہاں تعریف تو کر سکتی ہو مگر سلمان وقار جیسے بندے کی تعریف تمہارے منہ سے سننا مجھے کچھ ہضم نہیں ہو رہا۔"

"اچھا! تو پھر تمہیں کیا ہضم ہوتا ہے وہی کھلا دیتی ہوں"

عالیہ نے مسکرا کر اسے جواب دیا۔

"کیا واقعی سچ میں تم مجھے کینٹین سے کچھ کھلاؤ گی؟"

رابعہ نے پرجوش انداز میں کہا.....

"میں نے کینٹین کا کب بولا؟"

"کیوں تم نے ابھی تو بولا تھا کہ جو چیز ہضم ہو گی وہی کھلاؤں گی۔ لیکن اب تم اپنی بات سے مکر رہی ہو۔ مگر میں تمہیں کسی صورت ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ لہذا ابھی کے ابھی اٹھو اور کینٹین سے مجھے میری مرضی کا کچھ اچھا سا کھلاؤ۔ کیونکہ میں تمہاری جان ایسے چھوڑنے والی نہیں ہوں۔"

رابعہ نے جلدی سے کہتے اسے بازو سے پکڑ کر کرسی سے کھڑا کیا جس پر وہ برا سا منہ بناتی کھڑی ہو گئی۔

"بھائی عجیب زبردستی ہے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے کھڑے ہوتے بے زاریت سے کہا تھا کہ اسی دوران فاطمہ کہیں سے آ ٹپکی جو فنکشن ختم ہونے کے بعد کسی کام کی غرض سے باہر چلی گئی تھی۔

"ہائے گرلز کیا ہو رہا ہے۔ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور لوگ باہر موج مستی کر رہے ہیں۔ آؤ تم لوگ بھی تھوڑا باہر نکلو تا کہ کچھ انجوائے کر سکو۔" فاطمہ نے آتے ہی پر جوش انداز میں کہا تھا۔

"ہاں تو ہم لوگ بھی انجوائے کرنے جا رہے ہیں مگر باہر نہیں کینٹین میں کیونکہ یہ محترمہ مجھے ایک اچھی سی ٹریٹ دینے والی ہیں۔ اگر تم بھی اس سنہری موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہو تو ہمیں جوائن کر سکتی ہو کیونکہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں البتہ ان محترمہ سے پوچھ لو کہ کیا یہ تمہیں اپنے ساتھ افورڈ کر سکتی ہیں یا پھر نہیں"

رابعہ نے فاطمہ کو بتاتے کھلے عام دعوت دی جس پر عالیہ کا دل کیا کہ اسے شوٹ کر دے۔

مطلب آج وہ اسکی ساری پاکٹ منی اڑانے کے چکروں میں تھی جس میں وہ فاطمہ کو بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کا کہہ رہی تھی جو اس کی بات سنتے ہی فوراً اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

عالیہ نے خشمگیں نگاہوں سے رابعہ کو گھورا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتے آڈیٹوریم سے باہر نکل کر کینٹین کی جانب بڑھ گئی جبکہ رابعہ اور فاطمہ بھی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارت اسکے پیچھے کینٹین روانہ ہوئیں۔

کینٹین سے اچھا خاصہ مال مارنے کے بعد اب ان دونوں سے صحیح طرح سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ اس تمام عرصے میں عالیہ انہیں پاگلوں کی طرح اپنے سامنے پڑے لوازمات کو اپنے پیٹ کے اندر ٹھونستا ہوا دیکھتی رہی۔ کھانے کے دوران انہوں نے ایک بار بھی جھوٹے منہ سے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کا نہیں کہا تھا جس پر اسے الگ سے غصہ آیا ہوا تھا۔ حالانکہ اسے اس وقت بلکل بھی بھوک نہیں تھی، مگر پھر بھی وہ جھوٹے منہ ایک بار ہی صحیح اس سے پوچھ تو لیتیں۔ وہ ان کے سامنے سے کھانا اٹھا تو نہ لیتی۔

مگر کھانے کے دوران وہ ہمیشہ ہی ایسا کرتی تھیں جو اسے شروع سے ہی چبھتا تھا۔

کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد وہ ڈھولتی جھولتی کینٹین سے باہر نکلیں۔ عالیہ نے ان کی آہستہ چال کو دیکھ کر اپنے قدم تیز کر دیے تاکہ انکی فضول باتوں سے اپنے کان مزید پکنے سے بچا سکے۔

وہ اسے پیچھے سے آوازیں دیتی رہ گئیں مگر وہ ان کی کسی بھی بات پر کان دھرے بغیر تیزی سے آگے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔

وہ اپنی دھن میں آگے بڑھتی جارہی تھی کہ اچانک اسے سامنے سے سلمان وقار آتا نظر آیا۔

اس پر نظر پڑتے ہی وہ جلدی سے اپنا سر جھکاتی اس کے پاس سے گزر گئی۔ سلمان وقار نے اپنے پاس سے کسی کو تیزی سے گزرتے محسوس کیا تو سرعت سے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو اسے عالیہ ایک بڑا سا دوپٹہ اپنے وجود اور سر پر لپیٹے تیزی سے آگے کی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئی تھی۔

اس نے اسے آواز دینے کیلئے اپنا منہ کھولا ہی تھا کہ اتنے میں وہ وہاں سے بہت آگے نکل چکی تھی۔ اسے لیے اسے آواز دینے کا ارادہ ترک کرتے وہ بوجھل قدموں کے ساتھ آگے کی جانب بڑھ گیا۔

گھر آکر وہ بہت روئی۔ کیونکہ اس نے اپنے دل پر خاصہ جبر کر کے خود کو اس سے آخری بار بات کرنے سے روکا تھا۔ جو اس کیلئے ہرگز کوئی آسان کام نہ تھا۔ رابعہ نے آکر اسے تسلی دی جس پر اسکی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہو گئی تھی۔

وقت کیساتھ ساتھ وہ کچھ نہ کچھ نارمل ہو گئی تھی کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ اس سے کبھی نہیں مل سکے گی۔ مگر ایک بار پھر اس کا یقین ریت کی دیوار ثابت ہوا۔

فنکشن کو ختم ہوئے بیس دن بیت چکے تھے۔ جسکی وجہ سے اسے پورا یقین تھا کہ اب وہ باہر پڑھنے کیلئے چلا گیا ہو گا۔

لیکن اس کا یقین اس وقت پاش پاش ہوا جب اس نے اپنے کسی قریبی رشتہ دار کی شادی پر اسے دیکھا تھا۔

اسکے ابو کے کزن کے بیٹے کی شادی تھی جس میں ان سب گھر والوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ ان سب کیساتھ آسیہ کو بھی دعوت دی گئی جس پر اس کے میاں نے اسے دو تین دن تک شادی گزار کر واپس گھر لوٹ آنے کی صورت میں وہاں جانے کی اجازت دی جسے اس نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ اپنی بہن اور بھانجے کی آمد کا سن کر وہ بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ کافی عرصے بعد اس سے ملنے والے تھے۔

انکے گھر آنے پر وہ بہت خوش ہوئی۔ اسامہ کیساتھ مل کر اس نے کافی ہلہ گلہ کیا۔ جسے دیکھ کر سب محظوظ ہو رہے تھے۔

شادی پر جانے کی باری آئی تو ہمیشہ کی طرح عالیہ نے گھر پر ہی رہنے کو ترجیح دی مگر اسکی ماں نے زور زبردستی اسے اپنے کمرے میں لیجا کر واشروم میں فرش ہونے کیلیئے ڈھکیل دیا تاکہ وہ نہا دھو کر تیار ہو جائے۔

عالیہ تو انکے ایسے رد عمل پر حیران و پریشان سی ہو گئی تھی کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی اسے اس طرح سے زبردستی کہیں اپنے ساتھ جانے کا نہیں کہا تھا۔

نہا دھو کر وہ ہمیشہ کی طرح اپنے ماں کے رکھے گئے نئے اور کامدار سوٹ کو نظر انداز کرتے اپنے سفید فراقوں میں ایک فراق زیب تن کر چکی تھی۔

جلدی سے اپنے بال وغیرہ سلجھاتے وہ نیچے اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی جو شادی والے گھر کی جانب جانے کیلیئے بلکل تیار کھڑے تھے۔

اسکی تیاری دیکھ کر مومنہ بیگم تو آپے سے باہر ہو گئیں۔ اسے سخت سست سنانے کے بعد انہوں نے آسیہ کو اشارہ کرتے اسے اچھی طرح کس کر پکڑ لیا۔ اور پھر زور زبردستی اسکی آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکے رنگ کی لپ اسٹک لگائی مگر جیسے انہوں نے اسکی وہ ہلکی سی تیاری ہو جانے کے بعد اسے

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

چھوڑا اس نے جلدی سے اپنے ہونٹوں پر سے لپ اسٹک اور گالوں پر لگی تھوڑی بہت لالی صاف کر ڈالی۔ جسے دیکھ کر ان دونوں خواتین نے افسوس سے اپنا سر ہلایا۔

ہاں البتہ آنکھوں میں لگے کاجل کیساتھ اس نے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی۔ اس کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے غفار صاحب نے انہیں مزید اسے کچھ کہنے یا اسکے ساتھ کرنے سے منع کر دیا تھا جس پر وہ پیار سے اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔

اس سب کے بعد وہ لوگ شادی والے گھر کی طرف روانہ ہوئے جو تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔

وہاں پہنچ کر وہ سب سے خوش دلی سے ملے۔ خلاف عادت عالیہ بھی سب سے مسکرا کر مل رہی تھی۔

ملنے ملانے سے فارغ ہوتے ہی وہ سب لوگ اندر گھر کی جانب بڑھے جہاں شادی کا فنکشن اپنے پورے جوبن پر تھا۔

اندر جاتے ہی وہ سب سے جدا ہو کر کونے میں پڑی ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس وقت وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ جو بھی اسے دیکھتا مبہوت سا رہ جاتا۔

گھٹنوں تک آتے سفید فراق میں ملبوس اپنے وجود کے گرد اور سر پر بڑا سا رنگدار کپڑا لپیٹے وہ سب سے مختلف لگ رہی تھی۔ اسکے چہرے کی معصومیت اسے وہاں پر موجود تمام لوگوں سے نمایاں بنا رہی تھی۔

کرسی پر بیٹھے وہ خاصی گہری سوچوں گم تھی کہ اچانک اسے اپنے عقب سے ایک جانی پہچانی سی آواز بلند ہوتی سنائی دی۔ جس پر اس نے جھٹکے سے اپنا سر اس آواز کی سمت گھمایا، مگر سر گھمانے پر جو منظر اسکی آنکھوں کے سامنے آیا اسے دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں پر بلکل یقین نہ آیا۔

سلمان وقار کسی لڑکے کیساتھ کھڑا ہنس ہنس کر باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ اسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بہت خوش ہو مگر وہ ابھی تک باہر کیوں نہیں گیا۔ آخر کیا وجہ تھی کہ وہ باہر نہیں گیا۔ کیا اس نے اپنے باہر جانے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے یا پھر۔۔۔۔۔۔"

عالیہ اسے دیکھتے ہی یہ اور اس طرح کی کئی اور باتیں سوچنے میں مصروف ہو گئی تھی کہ اچانک اسکی ایک بات نے اسکے کانوں میں صور پھونکا۔

اسکے ساتھ کھڑے لڑکے نے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی اس سے پوچھا تھا کہ کیا تم کسی سے محبت کرتے ہو جس پر اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" ہاں بلکل کرتا ہوں بلکہ وہ بھی مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔"

"اچھا! ویسے تم جیسے انسان سے اس بات کی توقع تو نہیں کی جاسکتی مگر چلو یہ تو بتادو کہ وہ ہے کون اور کہاں رہتی ہے۔"

لڑکے نے پوچھا تھا جبکہ اسکے اس سوال پر عالیہ کا دل زور زور سے ڈھڑکنے لگا کہ پتہ نہیں وہ کس کا نام لے گا۔

"ہاں وہ میرے ڈیڈ کے بزنس پارٹنر کی بیٹی ہے۔ بہت سمجھدار، سنجیدہ، خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ اسکی اسی سنجیدہ طبیعت اور رکھ رکھاؤ کی وجہ سے مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ جس کا میں نے اس سے برملا اظہار کر دیا۔ جسے سن کر اس نے کچھ سوچ وبچار کے بعد میری محبت کا نذرانہ قبول کر لیا۔ میں نے ڈیڈ سے بھی بات کر لی ہے انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ بس بہت جلد ہم لوگ اسکے گھر رشتہ لے کر جانے والے ہیں۔ بس تو دعا کر کے اس کے ماں باپ مان جائیں۔"

سلمان وقار نے تفصیل سے اپنے ساتھ کھڑے اس لڑکے کو بتایا جو شاید اس کا کوئی گہرہ اور پرانا دوست تھا۔

جبکہ دوسری طرف عالیہ اسکی بات سن کر ایسی ہو گئی کہ جسے کاٹو تو بدن میں جان نہیں۔ وہ ہق و دق کاجل اور آنسوؤں سے لبریز بڑی بڑی سی آنکھوں سے بنا پلک چھپکائے اسے نہارنے میں مصروف تھی جو اس سے بلکل لاتعلق اپنے دوست سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔

اس کے اندر بہت زور سے کچھ ٹوٹا تھا کہ جس کی آوازیں اسے اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔ اسکے آنسو بہنے کی رفتار زور پکڑ چکی تھی جبکہ اس کا ہوراوجود کپکپاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ وہ اسی حالت میں بیٹھی ہنوز اسکی جانب اپنی نظروں کا زاویہ کیے دیکھ رہی تھی کہ اس کے منہ سے نکلی ایک اور بات نے اسے پوری طرح سے ہلا کر رکھ دیا۔

"یار ویسے تیری یونیورسٹی میں بھی تو لڑکیاں ہوں گی جو تجھے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی ہوں گی۔ کیا کبھی کسی ایسی پاگل لڑکی سے تیرا واسطہ پڑا ہے کہ جو تیرا دماغ گھمانے کا سبب بنی ہو"

اس لڑکے نے تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سلمان وقار سے پوچھا تھا جس پر اس نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔

"یار اتنے عرصے بعد ملے ہو اور تمہیں یہی باتیں کرنے اور سننے کی پڑی ہوئی ہے۔ زندگی میں اور بھی کئی کام ہوتے ہیں کبھی ان کے بارے میں بھی سوچ لیا کرو۔"

سلمان وقار نے اس لڑکے کو جواب دیا۔

"یار چھوڑو نہ ان باتوں کو پہلے مجھے میری بات کا جواب کا دو۔"

"کیا جواب دوں یار"

"کچھ بھی مطلب! کبھی تو تیرے ساتھ ایسا سین ہوا گا کہ کوئی لڑکی تیرے پیچھے پڑ گئی ہو اور تجھے اس سے اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا ہو۔"

اس لڑکے نے ضدی انداز میں کہا جس پر اسے بتانا ہی پڑا۔

"ہاں ایک دن ایک عقل سے پیدل لڑکی میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ میں نے آپ سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"تو پھر تو نے اسے کیا کہا"

"میں نے کیا کہنا تھا بس اسے سیدھا جواب دے دیا کہ بی بی میرے پاس تمہاری بات سننے کا وقت نہیں ہے۔ جسے سن کر وہ بیچاری رونے لگی۔

"تو پھر تو نے کیا کیا"

"اسے اس طرح سے روتا دیکھ کر مجھے بہت برا محسوس ہوا۔ جس پر میں نے اسے جلدی سے اپنی بات بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ مگر وہ پورے پانچ منٹ تک ہکلا ہکلا پتہ نہیں کیا بولتی رہی جس پر میں نے چڑ کر اسے چپ ہونے کہا اور پھر وہاں سے جانے کیلیئے اپنے قدم بڑھا دیے۔ مگر وہ پاگل لڑکی الٹا مجھے ہی برا بھلا کہتی بھاگ کر وہاں سے چلی گئی۔ جس پر مجھے خاصی حیرت ہوئی۔ لیکن پھر میں نے اسے پاگل سمجھ کر اسکی ان تمام باتوں کو ہوا میں اڑ دیا۔"

سلمان وقار نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ عالیہ اس کے آدھے سچ اور آدھے جھوٹ کو سن کر حیرت اور افسوس کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر چکی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اسکے بارے میں ایسا سوچتا ہو گا۔ کچھ دیر مزید وہاں کھڑا رہنے کر وہ اپنے دوست کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ مگر اپھر وہ اپنے اس دوست

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کے ساتھ کہیں باہر نکل گیا۔ مگر جاتے جاتے ایک اچٹتی نگاہ عالیہ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر ڈالنا نہیں بھولا تھا۔

عالیہ اس وقت درد اور تکلیف کے سب سے اونچے درجے پر تھی لہذا وہ اس کا اپنی طرف یوں دیکھنا محسوس نہ کر سکی۔

شادی کے تمام فنکشنز کے دوران وہ غیر حاضر رہی۔ سب اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے مگر وہ اس وقت اس گھر کے سب سے تاریک اور سنسان کونے میں بیٹھی بلک بلک کر رونے میں مصروف تھی۔

اسے ڈھونڈتے اسامہ کے کانوں میں کسی کے رونے کی آواز پڑی، تو وہ دوڑ کر اس آواز کی سمت میں لپکا مگر وہ وہاں جا کر جو منظر اس نے ملاحظہ کیا وہ نا قابل یقین تھا۔ عالیہ اپنا سر گھٹنوں پر رکھے بری طرح سے اپنے بال نوچنے کیساتھ بلند آواز سے رونے میں مصروف تھی۔

اسامہ نے آگے بڑھ کر اسے خود میں بھینچ لیا جس پر وہ مزید زور زور سے رونے لگی۔

اسامہ نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا۔ عالیہ نے اپنی حالت سنبھلتے ہی واپس گھر جانے کی ضد لگا دی جسے اس کے گھر والوں نے اسکی موجودہ حالت کے پیش نظر مان لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ سب سے ملتے اور معذرت کرتے کچھ ہی دیر میں واپس اپنے گھر آ چکے تھے۔

گھر آتے ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ جس پر ان سے سے کسی نے بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا۔ فلحال انہوں نے اسے اسکے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس حالت میں اسے کچھ بھی سمجھانا بے فائدہ تھا۔

کمرے میں بند ہو کر وہ اتنا روئی کہ اسے اپنی آنکھیں کے سامنے اندھیرا اندھیرا سا نظر آنے لگا۔ آج اس شخص نے اسکی روح پر جو آخری ضرب لگائی تھی۔ اس ضرب نے اسے اندر باہر ہر جگہ سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اسے اپنا وجود مردہ اور بے جان سا لگ رہا تھا کہ جس کے اندر سانس تو چل رہے تھے مگر زندگی نہ تھی۔

اس رات اور اسکے بعد آنے والی کئی راتوں میں مسلسل رونے کی وجہ سے اسکی آنکھیں آہستہ آہستہ سے بے نور ہونے لگیں۔ اب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا بھی ختم ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ایک بار پھر وہ بلکل خاموش ہو گئی۔ مگر اس بار کی خاموشی پچھلی دفعہ کی خاموشی کے برعکس ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

وہ اب اکثر اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں اور خلاؤں میں دیکھتی پتہ نہیں کیا تلاش کرتی رہتی تھی۔ اس کی بہن کی باتوں نے بھی اب اس پر اثر کرنا بند کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اب ایک زندہ لاش کی تصویر دیکھائی دیتی کہ جسے جو بھی کہا جاتا اس کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

اس نے اپنے لیے تنہائی کو چن لیا۔ اسے اکیلے بیٹھنا اور پھر خود سے باتیں کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔ جس سے اس کا باہر کی دنیا سے تعلق نہ ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔

اسکے والدین اپنی اس بیٹی کو آہستہ آہستہ زندگی سے دور اور موت کے قریب جاتا دیکھ کر بہت پریشان تھے۔ انکے بس میں ہوتا تو وہ دنیا جہان کی ساری خوشیاں اسکی جھولی میں بھر دیتے مگر وہ ایسا چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ قسمت کے فیصلوں کے آگے مجبور تھے۔

* *

دادی جان اس شہزادی نے اپنے شہزادے کو کیوں چھوڑ دیا حالانکہ وہ تو اس سے بہت محبت کرتی تھی"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

پوتے نے اپنی دادی سے پوچھا جو اسے اور اسکی بہن کو کہانی سنا رہی تھی۔

"بس اس میں ہمت نہ تھی کہ وہ شہزادے کا سامنا کر سکتی۔ اصل میں وہ بہت ڈرپوک اور کم ہمت تھی۔ بس اسی لیے اس نے شہزادے کو چھوڑ دیا۔

"دادو کیا شہزادہ اس شہزادی کو پسند نہیں کرتا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔"

انکی پوتی زائشہ نے پوچھا جو انکے ساتھ کمبل میں گھس کر بیٹھی ہوئی تھی۔

"اس بات کا تو معلوم نہیں کیونکہ شہزادے نے کبھی بھی شہزادی سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی کہ جس سے وہ اندازہ لگا سکتی کہ شہزادہ بھی اسے پسند کرتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شہزادے نے بلکل ہی شہزادی کے پیار کو نظر انداز کر دیا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شہزادی کے پرخلوص پیار کو دیکھتے اس سے پیار کرنے پر مجبور ہو گیا ہو مگر شہزادی کی خاموش، سنجیدہ اور نازک طبیعت کو دیکھتے ہوئے اس تک اپنے دل کی بات نہ پہنچا سکا ہو۔ اور پھر کسی وجہ سے اس سے دور چلا گیا ہو کہ اس کا دور چلے جانا ہی شاید ان دونوں کیلئے بہتر ہو۔"

دادی نے کھوئے ہوئے انداز میں اپنی پوتی کو جواب دیا۔

"اچھا تو پھر شہزادے کے چلے جانے کے بعد کیا ہوا تھا؟"

اب کی بار انکے پوتے نے تجسّس سے پوچھا جسے سن کر وہ مسکرا دیں۔

"بلکل اپنے باپ کی طرح بے صبرے ہو۔ اچھا بھائی آگے سناتی ہوں مگر تم لوگوں کو غور سے سب سننا ہو گا کیونکہ کل بھی تم لوگ کہانی سنتے سنتے سو گئے تھے۔"

"پرومس! آج ہم بلکل بھی نہیں سوئیں گے کیوں زاشی ایسا ہی ہے نا"

لڑکے نے اپنی دادی کو یقین دلاتے اپنی بہن کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا جس پر اس نے اثبات میں اپنا سر ہلایا۔

"اچھا ٹھیک ہے تو پھر سنو!"

دادی نے انکی بات پر یقین کرتے ہوئے کہا اور پھر انہیں کہانی سنانا شروع کر دی، جسے وہ دونوں بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔

* *

14 دسمبر، 2002

یہ منظر تھا ایک پارک کا جہاں نصب ایک پرانے بینچ پر ایک وجود خود کو سر تا پاؤں بڑی سی چادر میں چھپائے سردیوں کے ڈھلتے سورج کی آخری کرنوں سے پھوٹتی دھوپ میں بیٹھا اپنے ماضی کے دنوں کو یاد کرنے کے ساتھ ان پر آنسو بہانے میں بھی مصروف تھا۔

اسکی آنکھوں پر لگے نظر کے چشمے نے اسکی آنکھوں کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا دیے تھے لیکن وہ وجود اپنی اس خوبصورتی سے لاتعلق کسی اور ہی جہاں میں گم تھا۔

دم توڑتے سورج کی زرد کرنیں اسکے چہرے پر پڑتیں کوئی اور ہی سماں پیدا کر رہی تھیں۔ ان زرد کرنوں کی زردی نے اسکے تیکھے نقوش کے حامل چہرے کو کچھ اور ہی دلکش بنا دیا تھا۔ مگر یہ دلکشی اس کی زندگی سے کب کی رخصت ہو چکی تھی۔ اب اسے کوئی بھی خوبصورت چیز اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اسکی زندگی میں اتنی بدصورتیاں پھیل چکی تھیں کہ اب وہاں کسی خوبصورتی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔

وہ اپنی اسی کیفیت میں گم تھی کہ اچانک کسی کی آواز پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ آج تو تمہیں کہیں اور نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ کہیں بھول تو نہیں گئی؟"

آنے والی جلدی سے کہہ اس کے ساتھ بینچ پر بیٹھی۔

"نہیں بس وہ آج وہاں جانے کا من نہیں کر رہا تھا تو اس لیے یہاں آ گئی۔"

"اچھا! ویسے یہ تم جیسے دل جلے لوگوں کو ہمیشہ ایسا موسم ہی کیوں پسند ہوتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے کوئی خاص وجہ ہے۔" آنے والی نے پوچھا۔

"وجہ کا تو مجھے پتہ نہیں مگر ایسا موسم بقول تمہارے ہم جیسے لوگوں کے اندر کے موسم سے بہت مطابقت رکھتا ہے۔ ہمارے اندر کا موسم اکثر ایسے ہی ویران، سنسان اور پر سکوت سا رہتا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ مجھے ایسا موسم اور منظر بہت زیادہ بھاتا ہے۔ ایسے منظر اور موسم میں ایک عجیب سا سحر ہوتا کہ جو انسان کے اندر تک سرایت کرتا اسے ایک عجیب قسم کا سرور مہیا کرتا ہے۔"

"بس بہن! مجھے تمہاری یہ مشکل باتیں اب مزید ہضم نہیں ہونے والی، لہذا ان باتوں کو چھوڑو اور میرے ساتھ گھر چلو۔ کیونکہ تمہارے والدین تمہارے اس طرح بنا بتائے یہاں آنے پر بہت زیادہ پریشان تھے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسکے ساتھ بیٹھے وجود نے فلحال کیلئے اسے وہاں سے گھر جانے کا مشورہ دیا جس پر اس کا چہرہ اتر سا گیا۔

"ہاں چلتے ہیں بس پانچ منٹ مزید بیٹھ جاؤ!"

"چلو تم کہتی ہو تو تمہاری یہ بات بھی مان لیتے ہیں مگر پانچ منٹ کا مطلب صرف پانچ منٹ ہی ہو گا۔ اگر تم نے اس سے زیادہ ایک منٹ بھی تاخیر کی تو میں تمہیں زبردستی گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جاؤں گی یاد رکھنا!"

اسکے ساتھ بیٹھے وجود نے دھمکی دی جس پر اس نے صرف ہمم کہنے پر ہی اکتفاء کیا۔۔

کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے جب اچانک سے وہ گویا ہوئی....

"آج پورے آٹھ سال گزر گئے ہیں اس واقعے کو لیکن آج بھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ کل کی بات ہو۔ کیا تمہیں بھی ایسا لگتا ہے۔"

"یار عالی تم اس واقعے کو بھول کیوں نہیں جاتی۔ کیوں اپنی زندگی برباد کر رہی ہو اور اسکے ساتھ اپنے والدین کو بھی پریشان کر رہی ہو۔ پلیز ان کی بات مان لو۔ وہ لوگوں کی باتیں سن سن کر اب تھک چکے ہیں۔ آخر کب تک تم اس طرح سے ادھوری زندگی گزارو گی۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

سامنے والی اسکی بات سن کر پھٹ پڑی جو اپنے ساتھ ساتھ کئی دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچانے کا سبب بن رہی تھی۔

"ایسا کرنا میرے بس میں نہیں ہے رابی۔ پلیز تم لوگ مجھے فورس مت کیا کرو ورنہ میں جو زندہ ہوں وہ بھی نہیں رہوں گی۔"

تکلیف سے کیا گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی! اور اگر آئیندہ ایسی کوئی بات کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سمجھی۔ اور ایسا کرنا کیوں تمہارے بس میں نہیں ہے؟ سب کچھ تمہارے بس میں ہے لیکن تم خود ایسا نہیں کرنا چاہتی۔ دیکھو اگر تم نے ہماری بات نہیں مانی تو ہم دونوں بھی تب تک شادی نہیں کریں گے کہ جب تک تم اس بات کو مان نہیں لیتی۔ اب خود سوچ لو کہ تمہیں کیا کرنا ہے کیونکہ اسامہ سمیت کسی کو بھی میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

رابعہ نے اسے ایموشنل بلیک میل کیا۔ جس پر وہ چڑ سی گئی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"میں نے تم لوگوں سے کتنی بار کہا ہے کہ مجھے اس کام پر مجبور مت کیا کرو! مگر تم لوگوں کے دماغ میں میری یہ چھوٹی سی بات نہیں بیٹھ رہی۔ بھائی میں نے نہیں کرنی کوئی شادی وادی تو بس نہیں کرنی۔ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ میں مجھے ذہنی طور پر ٹارچر کر رہے ہو۔"

"ہم کوئی ٹارچر نہیں کر رہے بلکہ تمہارے فائدے کیلیئے ہی کہہ رہے ہیں۔ تم زندگی میں آگے بڑھو گی تو پچھلی تمام تکلیف دہ باتوں کو بھول جاؤ گی۔ ہم بس اتنا چاہتے ہیں کہ تم خوش رہو۔ لیکن تمہیں نہ اپنی خوشی کی پرواہ ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کی تکلیف کی! یار تم اتنی بے حس تو کبھی نہ تھی کہ جواب بن گئی ہو؟"

رابعہ نے اس کی بات پر افسوس سے کہا کیونکہ وہ ہمیشہ سے اس کی اس بات کو ہوا میں اڑا دیتی تھی۔

"یار میں نہیں رہ سکتی خوش! آخر تم سمجھتی کیوں ہو۔ میں اس شخص کیساتھ زیادتی نہیں کر سکتی کہ جس کے پاس میرا وجود تو ہو مگر میرا دل اس کا نہ ہو۔ تم خود سوچو کیا یہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی۔ اور اب یہ مت کہنا کہ وقت کیساتھ تمہارے دل میں اس کیلیئے جگہ بن جائے گی اور تم ہنسی خوشی رہنے لگو

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

گی۔ کیونکہ ایسا بلکل بھی ممکن نہیں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں ایسا کبھی بھی نہیں کر سکوں گی۔ لہذا منافقت کی زندگی گزارنے سے بہتر یہی ہے کہ میں اکیلے ہی تکلیف سہتے اپنی بقیہ زندگی گزار دوں۔"

عالیہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا جس پر اسکے ساتھ بینچ رابعہ نے افسوس سے اپنا سر ہلایا۔

"اب اللہ ہی تمہیں ہدایت دے سکتا ہے۔ کیونکہ تم ہمارے سمجھنے سمجھانے سے بہت آگے نکل چکی ہو۔ لیکن میں نے جو بات کی ہے وہ سو فیصد کنفرم ہے۔ لہذا کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ میں نے صرف تمہیں دھمکی دی ہے۔ اور اگر تصدیق کرنے کا دل چاہے تو گھر میں کسی سے بھی پوچھ لینا کہ جو میں نے کہا ہے وہ ایسی ہی کوئی بات یا پھر حقیقت۔"

"یار تم لوگ میری خاطر اپنی زندگی کو کیوں خراب کر رہے ہو۔ یہ سب میرے مقدر میں لکھا تھا سو مجھے مل گیا۔ مگر تم لوگ خواہ مخواہ میں کیوں اپنی خوشیوں کے دشمن بن رہے ہو۔ دیکھو! میری بات مان لو اور اپنی زندگی میں آگے بڑھو۔ میں سامی سے بات کروں گی وہ یقیناً میری بات مانے گا۔"

عالیہ نے درد بھرے لہجے میں درخواست کی جس پر رابعہ طنزیہ انداز میں ہنسی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"واہ بھائی! کیا بات ہے۔ یعنی جو خود اپنی زندگی برباد کیے جا رہا ہے وہ دوسروں کو اپنی زندگیاں برباد نہ کرنے کے مشورے دے رہا ہے۔ بات کچھ ہضم نہیں ہوئی۔ اور کر لو بات جس کسی سے بھی کرنی ہے۔ کیونکہ میں اب اپنی بات سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گی چاہے تم سب لوگ میرے مخالف ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔"

اٹل لہجے میں کہا گیا۔

"میں مر جاؤں! تاکہ تم لوگوں کو سکون آ جائے۔ کیونکہ میری بات تو تم سب کی سمجھ میں آنی نہیں ہے۔ تو اس سے بہتر یہی ہے کہ میں مر جاؤں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے گی بانسری!"

زچ ہوتے ہوئے کہا گیا کیونکہ اُسے اب اِس طرح کی باتیں برداشت نہیں ہوتی تھیں۔

"پھر سے وہی بکواس! آخر تم چاہتی کیا ہو ذرا یہ تو بتا دو۔ پچھلے آٹھ سالوں سے تمہاری یہی حالت ہے۔ نہ تم کسی سے ڈھنگ سے بات کرتی ہو اور نہ ہی کبھی اپنے کمرے سے باہر نکلتی ہوں۔ اور جب کبھی باہر نکلتی بھی ہو تو اسی طرح بنا بتائے چلی جاتی ہو۔ بلاوجہ رو رو کر تم نے اپنی آنکھیں الگ سے برباد کر دی

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ہیں۔اور اب یہ چشمہ اپنی آنکھوں پر سجائے پھر رہی ہو۔ڈگری تم نے مر مر کر حاصل کی حالانکہ تم سکول سے کالج تک ٹاپر رہی ہو۔ آخر یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے۔پلیز مجھے بتادو۔"

اسکے ساتھ بیٹھی رابعہ نے تھکے ہوئے انداز میں اس سے پوچھا جو کسی گہری سوچ میں گم نظر آرہی تھی۔

"پتہ نہیں مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میں یہ کیا کر رہی اور کس لیے کر رہی ہوں۔بس اب زندگی بوجھ سی لگنے لگی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ جیسے اب جینے کا کوئی مقصد نہ بچا ہو۔پتہ نہیں کیوں مگر اب مجھے اپنا آپ اس دنیا میں مس فٹ سا لگنے لگا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں یہاں ایک فالتو چیز کی سی زندگی جی رہی ہوں کہ جس کے ہونے یا نہ ہونے سے اس دنیا اور اس دنیا میں موجود لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اور رہی بات چشمے کی تو کیا اس چشمے کے ساتھ میں میں پیاری نہیں لگتی؟

دکھ بھرے انداز میں بات شروع کرتے آخر میں اس نے شریر انداز میں کہا جس پر رابعہ نے اپنے کان پکڑ لیے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"بہن! میری توبہ کہ آج کے بعد تمہیں کچھ سمجھانے کی غلطی کروں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جس انسان کو بھی بھیجا ہے اس کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔ اس لیے اس کی طرف سے دی گئی زندگی کی نعمت کو بے مقصد اور فالتو کہنا دراصل اس رب کی نعمت، رحمت اور قدرت سے انکاری ہونا ہے۔

اس لیے کبھی بھی اپنی زندگی کو فالتو یا بے مقصد مت کہنا کیونکہ تمہیں یہ زندگی اس رب نے دی ہے کہ جو کسی بھی چیز کو فالتو میں نہیں بناتا اور نہ ہی کسی کو اپنی بنائی ہوئی چیز کی تکذیب کرنے کی اجازت دیتا ہے۔"

باور کروانے والے انداز میں کہا گیا۔

"سوری! میں آج کے بعد ایسا نہیں کہوں گی۔"

غلطی مانتے ہوئے آئندہ ایسا نہ کہنے کا یقین دلایا گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"ٹھیک ہے مگر یہ تم نے نماز پڑھنا کیوں چھوڑ دی ہے۔ مجھے چھوٹی امی بتا رہی تھیں کہ تم آج کل نماز پڑھنے میں بہت سستی برت رہی ہو۔ دیکھو میری جان! ہر چیز سے پہلے انسان کیلئے اس کے رب کی ذات اہم ہوتی ہے۔ لہذا دنیا کا کوئی روگ لگا کر اسے بھول جانا کہاں کی عقلی مندی ہے۔

چلو دنیا میں تمہارا دل نہیں لگتا تو اپنے رب سے لگا لو۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اس پورے جہان میں پیار کرنے لائق کوئی ہستی نہیں ہے۔ دنیا کی چند دنوں کی ناجائز محبت کیلئے تم اپنے رب کو کیسے ناراض کر سکتی ہو کبھی سوچا ہے اس بارے میں!"

رابعہ نے اسے آئینہ دیکھایا جس پر وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"سوری! میں اب سے پوری کوشش کروں گی کہ کبھی نماز میں سستی نہ کروں"

"سوری مجھ سے نہیں بلکہ اپنے رب سے کرو کہ جسے تم بلکل ہی بھلا چکی ہو۔ آخر ایک انجان شخص کو لیکر تم نے کیوں خود کو سب سے دور کر لیا ہے۔ تم کیوں تنہائیوں کی مسافر بن گئی ہو۔ اسے بھول کیوں نہیں جاتی کہ جس نے تمہیں تمہارے رب کیساتھ ساتھ تمام اپنوں سے بھی دور کر دیا ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اگر مجھے اس وقت یہ سب پتہ چل جاتا تو قسم سے میں نے اس آدمی کو وہ بے نقط سنانی تھیں کہ اسکی آنے والی نسلیں یاد رکھتیں اور تمہیں بھی بلکل تیر کی طرح سیدھا کر دیتی۔ مگر تم نے تو مجھے بھنک تک نہ پڑنے دی۔

اس دن فنکشن کے دوران بھی جب میں نے تمہیں بے خود ہو کر اسکی جانب دیکھتے ہوئے پکڑا تھا تو تم نے کیسے چالاکی سے اس بات کو دوسری طرف موڑ دیا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت سمجھ جاتی تو آج تمہاری یہ حالت نہ ہوتی۔

خیر تم تو اب بھی نہ بتاتی مگر بھلا ہو چھوٹی امی کا کہ جنہوں نے مجھے اس بارے میں آگاہ کیا۔ لیکن شاید تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ کیونکہ تم اس وقف ہمارے ہاتھوں سے نکل کر اپنی من مانی اور ضد میں بہت آگے جا چکی تھی۔"

افسوس کا اظہار کرتے کہا گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"چھوٹی امی! واہ بھائی کیا بات ہے۔ حالانکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تو تم پہلے انہیں کسی اور ہی نام سے مخاطب کرتی تھی۔ تو اب محترمہ! اگر آپ برا نہ منائیں تو کیا میں ااس چانک آنے والی تبدیلی کی وجہ جان سکتی ہوں؟"

پھر سے بات کا رخ موڑتے شریر انداز میں پوچھا گیا جس پر رابعہ نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا۔

"ویسے تمھارا ابھی کمال نہیں بات کو دوسری طرف موڑنے میں اور دوسرا تمہاری اطلاع کیلیئے عرض ہے کہ اب وہ میری ہونے والی ساس ہیں تو اس اعتبار سے میں نے انہیں امی کہہ کر مخاطب کیا۔ کیونکہ ان کے ساتھ میرا رشتہ مجھے انہیں اس نام سے مخاطب کرنے کا پابند بناتا ہے سمجھی"

غصے کا اظہار کرتے ہوئے رابعہ نے اسے جواب دیا جسے سن کر اسکے ہونٹوں پر ایک پھیلی سی مسکراہٹ پھیلی۔

"اچھا چلو جلدی اٹھو گھر چلیں۔ تم نے پھر سے باتوں میں لگا لیا اور وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ اور اب دیکھو مغرب کی اذانیں بھی ہونے والی ہیں۔ اور گھر میں بھی سب پریشان ہو رہے ہوں گے لہذا ہمیں ابھی اور اسی وقت گھر کیلیئے نکلنا چاہیئے۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

رابعہ نے بینچ سے اٹھتے اس سے کہا جسے پر وہ تھکے ہوئے انداز میں بینچ سے کھڑی ہوئی اور پھر اپنی چادر کو اچھی طرح سے اپنے گرد لپیٹتے رابعہ کے ہمراہ گھر کی جانب قدم بڑھانے لگی جو وہاں سے پیدل دس منٹ مسافت پر واقع تھا۔

* * * \

دور اُفق پار چمکتی ہوئی

قطرہ قطرہ

گر رہی رہے تری دلدار نظر کی شبنم

اِس قدر پیار سے اے جانِ جہاں رکھا ہے

دل کے رخسار پہ اِس وقت تری یاد نے ہاتھ

یوں گماں ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبحِ فراق

ڈھل گیا ہجر کا دن ___ آ بھی گئی وصل کی رات

عالیہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے ٹیپ ریکارڈر پر فیض احمد فیض کی یہ غزل لگائے کسی اور ہی جہاں میں پہنچی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کہ اچانک آسیہ نے آکر ٹیپ ریکارڈر کو بند کر دیا جسکے نتیجے میں وہ فوراً اپنے سکتے سے باہر آئی۔

"او آپی آپ! آیئے یہاں میرے پاس آکر بیٹھیں۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے اپنی بڑی بہن پر نظر پڑتے کھڑکی سے ہٹ کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا جس پر وہ سر ہلاتی اس کے پاس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

"میری جان! ایسا کب تک چلے گا۔ آخر تمہیں مسئلہ کیا ہے۔ کیوں تم خود کو اس انجان اور بے حس آدمی کی خاطر برباد کر رہی ہو۔ تمہیں ہمارا ذرا سا بھی خیال نہیں کہ ہم پر تمہیں اس حال میں دیکھ کر کیا بیت رہی ہو گی۔"

آسیہ نے درد بھرے انداز میں اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا

"وہ انجان نہیں ہے بلکہ میری رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ کیا ہوا اگر اسے مجھ سے محبت نہیں تھی۔ مگر مجھے تو ہے بس یہی میرے لیے بہت ہے۔"

عالیہ نے سر جھکائے جواب دیا۔

"بغیر کسی نام اور رشتے کے محبت کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ایسی محبت کو نہ تو ہمارا معاشرہ قبول کرتا ہے اور نہ ہی ہمارا مذہب اور شریعت۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

خدارا اپنی یہ فضول سی ضد چھوڑ دو اور شادی کیلئے ہاں کہہ دو۔ دیکھو میں تمہارے سامنے زندہ مثال ہوں۔ حالانکہ میں بھی محبت میں ناکام ہونے کے بعد بلکل تمہاری طرح ہی سوچتی تھی مگر میں نے پھر بھی اپنے والدین کی بات مانی جس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے کہ میں کتنی خوش گوار زندگی گزار رہی ہوں۔

اس لیے تم بھی اپنے بوڑھے ماں باپ کا خیال کرتے ہوئے شادی کیلئے مان جاؤ۔ اب ان میں وہ سکت نہیں بچی کہ وہ خاندان والوں کی باتیں برداشت کر سکیں۔ بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی صحت بھی دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ انہیں اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ اپنے جیتے جی تمہیں اپنے گھر کا کر دیں تاکہ سکون کی موت مر سکیں۔

مگر تمہاری اس ضد کی وجہ سے وہ سکون سے جی نہیں سکتے، مرنے کی بات تو بہت بعد میں آتی ہے۔"

آسیہ نے اسے احساس دلانا چاہا کہ اسکی وجہ سے اسکے والدین بہت پریشان ہیں۔

"آپی میں کیا کروں نہیں کر سکتی میں ایسا! آپ کی بات اور تھی کیونکہ وہ مر گیا تھا۔ اس لیے آپ نے امی ابو کی بات مان لی مگر میری بات اور ہے۔ مجھے آج بھی یقین ہے کہ وہ ضرور واپس آئے گا۔"

"اچھا فرض کرو اگر آ بھی گیا تو پھر کیا ہو گا۔ تم اس سے یہ بات کر سکو گی کہ تم اسے بے ہناہ چاہتی ہو یا پھر وہ خود آ کر تم سے یہ سب کہے گا جو ناممکنات میں سے ہے۔ اگر اسے تمہاری ضرورت ہوتی تو وہ تمہیں ایسے چھوڑ کر نہ جاتا۔"

آسیہ نے اس پر حقیقت واضح کی جسے سن کر وہ رونے لگی۔

"آپی وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ مجھے کیوں خوار کیے جا رہا ہے۔ آپ سب مجھے سمجھائے جا رہے ہیں کہ اس کا خیال اپنے دل سے نکال دوں۔ مگر میں کیسے نکال دوں؟ وہ تو میرے دل میں ڈھڑکن بن کر دوڑ رہا ہے۔ اب اگر میں اسے اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کروں گی تو نتیجہ میری موت کی صورت میں نکلے گا۔"

عالیہ نے روتے ہوئے اپنی بہن کے گلے لگ کر کہا جا پر وہ اسکی پیٹھ تھپک کر حوصلہ دینے لگی۔

"دیکھو میری جان صبر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر تم اپنے رب سے رجوع کر لو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تمہاری محبت بلکل غلط ہے مگر جو محبت اور مقام تم نے اپنے دل میں اس انسان کیلئے بنا لیا ہے اس پر صرف رب العالمین کا حق تھا جو تمہارا اور ہم سب کا پالنے والا ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اور مزے کی بات ہے کہ یہ محبت انسان کے دل میں خود بخود پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہی رب پیدا کرتا کہ جسے انسان دنیا کے جھمیلوں میں یکسر بھلا دیتا ہے۔

پھر جب وہ محبت انسان کے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیتی ہے تو اسی دنیاوی محبت سے انسان کو توڑتا ہے۔ تاکہ انسان کو یہ بات باور کروائی جاسکے کہ اس دنیا کی تمام محبتیں فانی جبکہ اسکی محبت ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی ہے۔ یہ اس کا ہم انسانوں پر بہت بڑا کرم ہے کہ وہ ہمیں دنیا کی محبتوں کی حقیقت دکھا کر اپنی طرف بلاتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس! کہ ہم انسانوں میں سے اکثر و بیشتر ان دنیاوی محبتوں کی حقیقت جاننے کے باوجود بھی کہ یہ سب محبتیں جھوٹی اور فانی ہیں، انہیں اپنے دل سے لگائے عمر بھر کا روگ پال لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ رب العالمین کی ناراضگی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اور جب انسان سے اس کا رب ناراض ہو جائے تو اس سے اپنے سامنے جھکنے اور ہاتھ اٹھانے کی توفیق چھین لیتا ہے۔ یقیناً تم میری بات کو سمجھ گئی ہو گی کیونکہ اس سے زیادہ میں تمہیں مزید نہیں سمجھا سکتی۔"

آسیہ نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے حقیقت کا اصل چہرہ دیکھایا جسے دیکھ کر وہ جی جان سے لرز اٹھی۔

"نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا میرا اللہ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ میں اب باقاعدگی سے نماز پڑھوں گی۔ اور اس کا ہر حکم مانوں گی۔ بس آپی آپ دعا کریں کہ میں اسے بھول جاؤں۔ کیونکہ میں جب بھی نماز پڑھنے کیلئے جائے نماز پر کھڑی ہوتی ہوں تو اس کے خیال اور باتیں میرے ذہن پر سوار ہونے لگتی ہیں۔ جسکی وجہ سے میں اپنی نماز مکمل نہیں کر پاتی۔

شاید آپ صحیح کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں اسے اس مقام پر بیٹھا دیا ہے کہ جس پر صرف اور صرف میرے اللہ کا حق تھا۔ یقیناً اسی وجہ سے میرا رب مجھے اپنے سامنے جھکنے پر اسی کے خیال میں ڈال دیتا ہے کہ جب میرے دل میں اسکے مقام پر کوئی اور بیٹھا ہوا ہے تو پھر یوں جھکنے کا کیا فائدہ؟ جس سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یقیناً وہ مجھ سے ناراض ہے۔"

عالیہ نے اپنے ہاتھوں چہرہ چھپائے روتے ہوئے کہا جسے دیکھ کر آسیہ کی آنکھوں میں بھی پانی بھر آیا۔ کیونکہ جس تکلیف اور کرب سے

وہ اس وقت گزر رہی تھی، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتی تھی۔

"اچھا اب چپ ہو جاؤ میری جان! دیکھو اگر تم سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو گی تو وہ فوراً تم سے راضی ہو جائیں گے۔ گڑیا تم بس یقین رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

آسیہ نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے محبت بھرے انداز میں کہا جسے پر وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔

"آ آپی وہ..... وہ مجھے مم..... معاف کک..... کر دد..... دیں گے نا۔ میں اپنی پپ..... پوری کوشش کروں گی کہ اسے بب..... بھول جاؤں اور آ آپ لوگوں کک..... بات مان لوں۔ مم..... مگر اس کیلئے مجھے کچھ وقت دد.... درکار ہے۔ کیا آپ لوگ مجھے مم.... مزید وقت دیں گے.... کک کیوں کہ میں اپنے اللہ کی اب مزید ناراضگی بب... برداشت نہیں کک..... کر سکتی۔"

عالیہ نے ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے اپنی بہن سے کہا جس پر محبت سے اس نے عالیہ کا ماتھا چوما۔

"کیوں نہیں میری جان ضرور وقت لو کیونکہ اس حالت سے سنبھلنے کیلئے تمہیں کچھ وقت درکار ہو گا۔ لیکن آخر میں تمہیں ہماری بات ماننی پڑے گی۔ کیا تم ہماری بات مانو گی؟"

جج..... جی آپی مم.... مانوں گی۔"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

عالیہ نے تھکے ہوئے انداز میں ہچکچا کر کہا جس پر آسیہ کو دلی خوشی ہوئی کہ اس کی بہن اپنے اللہ سے محبت کرنے والی ہے اور اس کی ناراضگی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن کم عمری میں کی گئی پہلی نظر کی شدید محبت کی وجہ سے وہ کافی حد تک اپنے اللہ کو ناراض کر چکی تھی۔ مگر اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اب وہ خود کو سدھارنا چاہتی تھی۔

"گڑیا پھر ایسا ہے کہ تم فلوقت خود کو کسی اچھے کام میں مصروف کر لو جیسا کہ محلے کے غریب بچوں کو ٹیوشن وغیرہ پڑھانا۔ یا پھر کوئی اور اچھی ہوبی اختیار کرو تا کہ تم کچھ بہتر محسوس کر سکو۔

اس سے تمہیں پہلا فائدہ تو یہ ہو گا کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے گا۔ اور دوسرا تمہارا وقت ں ھی اچھا گزر جائے گا جس سے تم فضول باتوں اور خیالوں سے کافی حد تک بچی رہو گی۔ تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

آسیہ نے اسے تجویز پیش کی۔

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے میں وہی کروں گی۔"

عالیہ نے تابعداری سے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر ٹیوشن والی بات پر ڈن کرتے۔ میں صغرا ں بی سے بات کرتی ہوں تا کہ وہ اپنے اور محلے کے دوسرے غریب بچوں کے والدین سے بات کر کے تمہارے پاس ٹیوشن پڑھنے کیلئے بھیجیں۔ ٹھیک ہے نہ تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہو گی؟"

"نہیں مجھے کوئی پریشانی نہیں جیسا آپ کہیں گی میں ویسا ہی کروں گی۔"

عالیہ نے سر جھکا کر کہا۔

"ٹھیک ہے پھر میں ان سے بات کرتی ہوں۔ لیکن تم ذرا یہ اسامہ اور رابعہ کو سمجھا دینا کہ وہ اپنی یہ فضول سی ضد کو چھوڑ دیں جو انہوں نے صرف تمہاری وجہ سے لگائی رکھی ہے۔ کل رابعہ کی ماں میرے پاس آئی تھی اور مجھے بتا رہی تھی کہ وہ ان کی کسی بات میں نہیں آ رہی۔ اس نے بس ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ جب تک تم شادی نہیں کر لیتی یا کم از کم شادی کیلئے مان نہیں جاتی تب تک وہ بھی شادی نہیں کرے گی۔ اور دوسری طرف تمہارے لاڈلے بھانجے کا بھی یہی حال ہے۔

اس لیے تم خود ان سے بات کرو اور انہیں سمجھاؤ تا کہ وہ اس شادی کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ انکی منگنی کو کافی سال بیت چکے ہیں اور اب خاندان والے تمہارے ساتھ ساتھ ان کے متعلق بھی کئی باتیں بنا

رہے ہیں۔لہذا تم ان سے بات کر کے انہیں اس شادی پر قائل کرنے کی کوشش کرو۔تم کر لو گی نہ یا پھر میں کوئی اور حربہ استعمال کروں؟"

آسیہ نے عالیہ کے ذمے ایک اہم کام لگاتے ہوئے کہا جس پر اس نے اپنی بہن کو یقین دلایا کہ وہ انہیں سمجھانے میں کامیاب ہو جائے گی لہذا وہ ٹنشن فری ہو جائے۔

"اچھا ٹھیک ہے اب تم کچھ دیر آرام کرو میں پھر چلتی ہوں۔"

آسیہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر ہمیشہ کی طرح اسکے گالوں اور ماتھے پر بوسہ دیا اور پھر اسے اپنا خیال رکھنے کا کہتی اسکے کمرے سے باہر چلی گئی۔

جبکہ بہن کے جانے کے بعد اپنے ہونٹوں پر نقلی مسکراہٹ سجائے عالیہ ایک بار پھر سے رونے لگی۔

"سلمان وقاریہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔نہ میں دنیا کی رہی اور نہ ہی آخرت کی۔میں اس سب کیلیئے کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

عالیہ نے روتے ہوئے خود سے کہا اور پھر بیڈ پر دراز ہوتے ایک تکیہ اٹھا کر اپنے چہرے پر رکھ لیا تاکہ اسکے رونے کی آواز سن کر کوئی اسکے کمرے میں نہ آجائے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

* * * \

چھوٹی زائشہ نے اپنی دادی سے دریافت کیا۔

"شہزادی چونکہ نرم مزاج اور دل کی مالک تھی لہذا پے در پے آنے والی مشکلات اور تکالیف کا مقابلہ وہ زیادہ دیر تک نہ کر سکی۔ جسکے نتیجے میں وہ سب کو روتا ہوا چھوڑ کر دور چلی گئی بہت ہی دور..... کہ جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں آسکتا۔

"کیا شہزادے کو شہزادی کے اس طرح سے اچانک اتنی دور چلے جانے پر برا نہیں لگا تھا۔"

لڑکے نے سوال کیا۔

"پتہ نہیں کیونکہ وہ اس کے بار کبھی واپس پلٹ کر نہیں آیا اور نہ ہی اس نے شہزادی سے کبھی دوبارہ ملنے کی ضرورت محسوس کی۔ کیا پتہ اسے شہزادی کے دور چلے جانے کی خبر نہ ہوئی ہو کہ جس کی وجہ سے وہ آخری بار بھی اسے دیکھنے نہ آیا۔ یا پھر وہ جانتے بوجھتے لا تعلق بنا رہا کہ اسے شہزادی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

دادی نے کھوئے ہوئے انداز میں اپنے پوتے کو جواب دیا۔

"دادو! ویسے اُس شہزادے نے شہزادی کے ساتھ بہت برا کیا ہے ناں!"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اب کہ زائشہ نے پوچھا۔

"بیٹا کوئی کسی کے ساتھ برا نہیں کرتا یہ انسان ہی ہوتا ہے جو اپنے ساتھ خود برا کرتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اسی وجہ سے دی تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اور اچھی طرح دیکھ بھال کر اپنا ہر قدم اٹھائے۔ انسان کا نفس اسے ایسے کاموں پر اکساتا ہے کہ جو اسے اپنے رب سے دور کر دیں۔

اس شہزادی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے اپنے دل کی مان کر اپنے رب اور سب پیاروں کو ناراض کیا جس کا نتیجہ تنہائی کی صورت میں نکلا کیونکہ وہ خود کو ان سب سے نظریں ملا کر بات کرنے کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں بھی خود کو تنہا محسوس کرنے لگی۔

بس پھر جو تنہا رہ جاتے ہیں وہ دنیا کی گرد میں ہی کہیں کھو جاتے ہیں کہ جہاں سے ان کا ملنا ناممکن ہوتا ہے۔"

دادی نے نم آواز میں کہا جس پر دونوں بچے اپنی دادی سے لپٹ گئے۔ "دادو آپ رو کیوں رہی ہیں؟"

دونوں بچوں نے یک زبان ہو کر پوچھا جس پر دادی نے اپنی آنکھوں میں موجود نمی فوراً سے پہلے صاف کی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"نہیں بیٹا میں رو تو نہیں رہی بس آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا جس کی وجہ سے آنکھوں میں پانی آ گیا۔ اچھا اب آپ لوگ جائیں اور جا کر اپنے اپنے کمروں میں سو جائیں کیونکہ کل صبح آپ لوگوں کو سکول بھی جانا ہے۔"

دادی نے ان کے اوپر رکھا لحاف ہٹاتے ہوئے انہیں اپنے کمرے میں جا کر سونے کا کہا جس پر بچے سر ہلاتے ہوئے بیڈ سے اترے اور پھر انکے گال پر ایک ایک بوسہ لیتے ہوئے بھاگ کر کمرے سے باہر نکل گئے جبکہ دادی ان کے جانے کے بعد نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

ابھی وہ اپنا لحاف ٹھیک کرتے لیٹنے ہی والی تھیں کہ اچانک ان کا بیٹا انکے کمرے میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم امی جان!"

وعلیکم السلام بیٹا کیسے ہو؟ اور اس وقت یہاں میرے کمرے میں خیریت تو ہے نہ کہیں رابعہ بیٹی کی پھر سے طبیعت تو خراب نہیں ہو گئی!"

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"جی امی بلکل خیریت ہے اور رابعہ بھی بلکل ٹھیک ہے۔بس آج آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے کا من کر رہا تھا تو سوچا چلا آؤں۔اگر میری وجہ سے آپ کے آرام کے کوئی خلل آیا ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

انکے بیٹے نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا.....

"نہیں بیٹا کیسی باتیں کر رہے ہو۔میں تمہارے آنے سے بے آرام ہوں گی تم نے سوچ بھی کیسے کیا۔ جو بھی بات کرنی ہے دل کھول کر کرو مجھے کوئی مسلئہ نہیں"

انہوں نے فراخ دلی سے کہا جس پر ان کے بیٹے نے بیڈ پر دراز ہوتے اپنا سر ان کی گود میں رکھ لیا جس پر وہ اسکے سر کے بالوں میں آہستہ آہستہ سے ہاتھ پھیرنے لگی۔

"امی! آج آپ کچھ پریشان پریشان سی لگ رہی ہیں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں بیٹا بس کوئی یاد آگیا تھا تو اس وجہ سے"

"کہیں عالی تو یاد نہیں آرہی؟"

انکے بیٹے نے انکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا...

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

"وہ کب بھولی تھی جو یاد آئے گی۔ ہر لمحہ ہر وقت تو اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ پھر بھلا اسے کیسے بھلایا جا سکتا ہے۔"

"صحیح کہا میں بھی ابھی تک اس حقیقت کو قبول نہیں کر رہا کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ مجھ سے کتنا لڑتی تھی کہ مجھے آئسکریم کھانی ہے۔ اور جب میں آئسکریم دلا کر نہ دیتا تو بچوں کی طرح کئی کئی دنوں تک مجھ سے ناراض رہتی۔ پتہ نہیں ایسا کیا ہوا کہ جس نے ہم سے ہماری عالی کو ایک دم سے چھین لیا۔"

انکے بیٹے نے انکی گود میں اپنا سر رکھے روتے ہوئے کہا تھا۔

"بس بیٹا یہ سب اللہ تعالٰی کے کام ہیں کہ جن کے سامنے ہم انسان بے بس ہوتے ہیں۔ بس دعا کیا کرو کہ اللہ تعالٰی اسے اُس جہان میں آسان رکھے۔"

"جی میں باقاعدگی سے کرتا ہوں مگر امی! وہ بہت یاد آتی ہے۔ جب سے وہ گئی ہے ہر چیز نامکمل سی لگنے لگی ہے۔ حالانکہ اسکے ہوتے ہوئے کبھی بھی ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا۔"

"بس بیٹا زندگی میں کچھ لوگ ہوتے کہ کہ جن سے ہماری دلی وابستگی اس قدر ہو جاتی ہے۔ کہ اگر وہ ہم میں نہ رہیں تو زندگی میں ایک خلا سا پیدا ہو جاتا ہے کہ جسے مکمل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

لیکن زندگی کا کام چلتے جانا ہے لہذا اسے چلتے ہی رہنا چاہیئے۔ کسی کے جانے کا روگ لگا کر بیٹھنے والے اصل میں قدرت کے قانون کو ماننے سے گریزاں ہوتے ہیں۔ اور جو قدرت کے قانون نہیں مانتے وہ اس دنیا میں زیادہ عرصے تک سروائیو نہیں کر سکتے۔

اس لیے جانے والے کے ساتھ بس اتنا ہی لگاؤ رکھو کہ جتنا اس کا حق ہے کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ خسارے میں ہی رہتے ہیں"

دادی نے اپنے بیٹے کے سر میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جس پر اس نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔

"بلکل امی جان! آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ اچھا میں اب چلتا ہوں آپ آرام کریں۔ انشاءاللہ پھر کل ملاقات ہو گی۔"

انکے بیٹے نے اپنی ماں کی گود سے اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر انہیں ماتھے پر بوسہ دیتے، بیڈ پر لیٹا کر اوپر سے لحاف ڈالا اور پھر انہیں اپنا خیال رکھنے کا کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"عالی میری جان! آج پتہ نہیں تمہاری کمی بہت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ کاش آج تم ہمارے درمیان ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ تمہارے بچے ہوتے جو مجھے خالہ جانی خالہ جانی کہہ کر پکارتے اور میں

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

انہیں پیار سے اپنی گود میں اٹھا لیتی اور بلکل تمہاری طرح انکے چہرے کے بوسے لیتی۔ کتنا مزہ آتا مگر کاش اور صرف کاش..... ہی باقی رہ گیا ہے۔

بس میری ہمیشہ یہی دعا ہے کہ اللہ تمہیں جنت میں جگہ عطاء فرمائے اور تماری تمام تر غلطیوں کو معاف فرمائے آمین۔"

انہوں نے نم آنکھوں سے کہا اور پھر سونے کیلئے کروٹ بدل کر لیٹ گئیں۔

* * * \

اس شخص نے قبر پر اپنا ایک ہاتھ رکھتے اس پر نصب تختی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جس پر جلی حروف میں "عالیہ غفار دختر غفار احمد" لکھا ہوا جگمگا رہا تھا۔

"پتہ ہے آج میں تم سے اپنے دل کی ساری باتیں کہنے آیا ہوں کہ جنہیں میں نے آج تک کبھی کسی سے بیان نہیں کیا۔ کیا تم میری ان باتوں کو سننا پسند کروں گی؟"

اس شخص نے قبر میں مدفون انسان سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے اگر دیکھا جائے تو تم میری بات سننے سے انکار بھی کر دو تو تم حق بجانب ہو گی۔ کیونکہ میں نے کبھی تمہیں سننے کی زحمت نہیں کی۔ لیکن مجبوری ہے کیونکہ یہ سب باتیں میں تمہارے علاوہ اور کسی سے نہیں کر سکتا لہذا میری ان باتوں کو تحمل سے سن لینا، اور ہاں اگر بعد میں دل چاہے تو برا بھلا بھی کہہ سکتی ہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

اس شخص نے اپنی بات کا خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا..... یقیناً

اس وقت اگر کوئی اسے اس طرح قبر پر بیٹھ کر باتیں کرتا ہوا دیکھتا، تو اسے پاگل قرار دینے میں ایک لمحے کا وقت نہ لیتا۔

"اب کہاں سے شروع کروں سمجھ نہیں آرہی.....ہاں تو شروع کرتا ہوں اس دن سے کہ جس دن میں نے پہلی بار تمہیں سردیوں کی اس بھیگی ہوئی شام میں اُس ریسٹورینٹ میں دیکھا تھا۔

میں یعنی سلمان وقار ایک امیر اور رئیس باپ کا اکلوتا بیٹا کہ جو اپنی دولت اور شہرت کے زعم میں اپنی ذات کے علاوہ کسی کو بھی کسی کھاتے میں نہیں رکھتا تھا۔ میں حد سے زیادہ مغرور اور کٹھور آدمی تھا اور شاید آج تک ہوں کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ مجھ سے ناراض رہتے ہیں مگر میں کیا کروں، کیونکہ میں شروع سے ہی ایسا ہوں۔

خیر اصل بات کی طرف آتے ہیں، ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ جب میں اس ریسٹورینٹ میں پہنچا تو ہر طرف لوگ ٹولیوں میں بیٹھے کھانے پینے اور باتیں وغیرہ کرنے میں مصروف تھے۔ میں چونکہ اکیلا تھا لہذا میں وہاں پڑی ایک ویکنٹ چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔ لیکن وہاں بیٹھنے کے چند لمحوں بعد ہی مجھے ایس لگا کہ جیسے کوئی بڑی دیر سے مجھے گھور رہا ہو۔

یہ احساس ہوتے ہی میں نے اپنی گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھا تو مجھے تم ہونکوں کی طرح بیٹھی مجھے گھورتی ہوئی پائی گئی۔ لیکن شاید تم اس وقت مجھے دیکھنے میں اتنی مدہوش تھی کہ میرا اپنی طرف دیکھنا نوٹ نہ کر سکی۔

میں خود کو بلکل لاتعلق ظاہر کیے آرڈر آنے پر اس سے انصاف کرنے لگا مگر حقیقت میں تمہارا چہرہ اور انکھیں کہ جن میں محبت اور پیار کا ایک دریا موجزن تھا بار بار میری آنکھیں کے سامنے آکر مجھے تمہاری طرف دیکھنے پر مجبور کر رہے تھے۔ مگر میں خود پر مضبوط بند باندھے خاموشی سے اپنے سامنے پڑے چاٹ کو کھاتا رہا۔

چاٹ ختم کرنے کے بعد میں نے جلدی سے ویٹر کو بلا کر بل کلیئر کیا اور پھر تیزی سے اٹھتا ریسٹورینٹ کے مین ڈور کی جانب بڑھ گیا تا کہ جلد از جلد تمہارے اس سحر سے اپنا پیچھا چھڑا سکوں کہ جو مجھ جیسے اکھڑ انسان کو بے قابو کیے جا رہا تھا۔

ریسٹورینٹ سے باہر نکلنے تک میں نے پیچھے مڑ کر تمہاری طرف دوبارہ دیکھنے کی غلطی نہ کی کیونکہ اس وقت اگر میں ایک بار بھج تمہیں پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تو خود پر باندھے برسوں کے بند ٹوٹنے میں ایک سیکنڈ نہ لگتا۔

وہ ساری رات میں نے کانٹوں پر گزاری مجھے کسی پل چین نہیں آرہا تھا۔ میں حیران تھا کیونکہ میرے اندازے کے مطابق آج ہی تم نے مجھے زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھا ہو گا۔ مگر تمہاری آنکھوں سے ٹپکتی جنونیت میرے لیے بلکل ایک عجیب چیز تھی۔

کئی دن خود سے لڑنے کے بعد میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سمجھایا کہ کسی کے خیالوں میں غرق ہو کر خود کو برباد کرنا سب سے بڑی بیوقوفی ہے لہذا میں نے تمہیں بھلانے کی کوشش کرنا شروع کر دی جس میں میں کامیاب تو نہ ہو سکا، البتہ ایک بار پھر سے میں نارمل زندگی جینا شروع کر چکا تھا۔

اسی دوران کسی وجہ سے مجھے اپنی یونیورسٹی سے مائیگریشن کروا کے تمہاری یونیورسٹی میں آنا پڑا۔

اس دن جب پہلی بار میرا تم سے ٹاکرا ہوا تو مجھے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔ میں تم سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قدرت نے ایک بار پھر ہمیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے لا کھڑا کیا۔

میں نے بڑی مشکل سے تمہیں سوری کہہ کر وہاں سے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے تھے جبکہ تم پہلے کی طرح بے خود ہوئے مجھے دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

میں اکثر تمہارے ایسا کرنے پر حیران بھی ہوتا کیونکہ جتنا عرصہ میں نے تمہیں جانا تھا اس حساب سے تم بلکل بھی ایسی لڑکی نہ تھی کہ جو لڑکوں کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرے اور اپنے ہوش گنوائے۔

لیکن پتہ نہیں تم مجھے دیکھ کر ایسے بے خود ہوتی کہ جسے دیکھ کر میں حیران ہوئے بنا نہ رہ سکتا۔ شاید تمہاری پہلی نظر کی اس محبت میں اتنی شدت تھی کہ جس کی وجہ سے تم ایسا کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ یہ میرا اندازہ ہے ورنہ اصل بات تو صرف تم خود ہی جانتی ہو گی کہ آخر تم ایسا کیوں کرتی تھی۔

خیر وہ دن اور رات بھی مجھ پر بہت بھاری گزرے تھے۔ دن بدن تمہارا وہ معصوم چہرہ میرے حواسوں پر چھانے لگا۔

سب گھر والے میری موجودہ حالت دیکھ کر سخت پریشان تھے۔ الغرض میرے ہر طرف تم ہی تم تھی۔

صرف تمہاری وجہ سے میں یونیورسٹی سے چار پانچ دن تک غیر حاضر رہا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

چار پانچ دن غیر حاضر رہنے کے بعد جب ایک بار پھر میں یونیورسٹی پہنچا تو میرا سامنا پھر تم سے ہو گیا۔ میں اس وقت اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا جب تم کسی کے پیچھے بھاگتی میرے پاس تیز رفتاری سے گزری، جس سے ہمارا تصادم ہوتے ہوتے بچا۔

غصے میں اپنی پیاری سی ناک پھلائے تم نے سامنے والے کو کچھ برا بھلا کہنے کیلئے اپنا منہ کھولا ہی تھا کہ تمہاری نظر مجھ پر پڑی جس کا نتیجہ ہمیشہ کی طرح بے خودی کی صورت میں نکلا۔ اس دن میں نے بڑی مشکل سے خود کو کمپوز کر کے تم سے معذرت کی اور اپنے دل پر منوں بھر وزن رکھے وہاں سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے تھے۔ مگر شاید تمہارے اندر اس پہلی نظر کی محبت کی شدت کو سہنے کا حوصلہ نہیں تھا جس کی وجہ سے تم بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

میں جانتے بوجھتے لاتعلقی کا اظہار کرتے وہاں سے چلا گیا مگر مجھ سے اپنے قدم اٹھائے نہیں جا رہے تھے۔ میں اپنے آپ کو دل ہی دل میں برا بھلا کہنے لگا کہ کیا تھا اگر میں جا کر تمہیں سنبھال لیتا، مگر میں ایسا سوچ ہی سکا کیونکہ کچھ کرنے کی ہمت مجھے میں ناپید ہو چکی تھی۔

اس رات میں نے اپنے آپ کو اتنی اذیت دی کہ جسے سوچ کر میں خود بھی کبھی کبھی کانپ جاتا ہوں کہ آخر میں نے وہ سب کیا کیسے تھا۔ میرے جسم پر ایسی کوئی جگہ نہ بچی تھی کہ جہاں میں نے بلیڈ کا استعمال کرتے ہوئے کوئی کٹ نہ لگایا ہو۔

تمہارا بے ہوش ہو کر زمین پر گرنا بار بار کسی ہتھوڑے کی طرح میرے ذہن کے پردے پر پڑ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے میں غصے اور ندامت میں اس حد تک چلا گیا تھا۔

دوسرے دن جب میرے گھر والے میرے کمرے میں پہنچے تو انکی چیخیں نکل گئیں۔ مجھے فوراً ہسپتال لے جایا گیا جہاں مجھے خون کی چار سے پانچ بوتلیں لگیں۔ کیونکہ جسم پر جابجا کٹ لگنے کی وجہ سے میرا بہت سا خون بہہ کر ضائع ہو گیا تھا جسکی وجہ سے میرے جسم میں خون کی کمی ہو گئی جسے ان بوتلوں کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد مجھے گھر بھیج دیا گیا۔ میرے والدین کا دل میری حالت دیکھ کر بیٹھ سا گیا۔

ایک دن جب میں اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک میرے پاپا میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ان کے چہرے پر رقم دکھ اور تکلیف کی تحریر میں واضح طور پر پڑھ سکتا تھا۔

وہ میرے پاس آکر بیڈ پر بیٹھ گئے اور پھر آہستہ آہستہ سے مجھ سے اس سب کے پیچھے چھپی اصل وجہ کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کرنے لگے، مگر میں نے انہیں کچھ بھی نہ بتایا۔

آخر جب انہیں معلوم ہو گیا کہ میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا تو انہوں نے بس صرف یہی بات مجھ سے کہی کہ بیٹا ہم تمہارے ماں باپ ہیں۔اور ہمیشہ سے یہی چاہتے ہیں کہ تم اس دنیا میں ایک کامیاب انسان کے طور پر جانے جاؤ۔لہذا کوئی بھی برا یا اچھا کام کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ یہ کام کرنے سے تمہارے ماں باپ پر کیا بیتے گی کہ جنہوں نے بچپن سے لیکر آج تک تمہیں پالا پوسہ، جوان کیا اور پھر اس قابل بنایا کہ تم اس دنیا میں سر اٹھا کر فخر سے جی سکو۔

ہم بھی دوسرے تمام والدین کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ تم اچھی طرح پڑھ لکھ کر اپنے اس بزنس کو سنبھالو اور دنیا میں ہمارا نام روشن کرو۔ایک باپ ہونے کے ناطے میں تم سے بس صرف اتنا کہہ سکتا

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ہوں۔ آگے تمہاری مرضی ہے تم جو بھی کرو کر سکتے ہو۔ ہم تمہیں منع نہیں کریں گے مگر یاد رکھنا! اپنوں کی محبت کو فراموش کرنے والے کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

پاپا تو یہ سب باتیں کہہ کر وہاں سے چلے گئے لیکن ان کی وہ باتیں ہتھوڑے کی مانند میرے ضمیر پر پڑنے لگیں۔ واقعی میں کتنا خود غرض ہو گیا تھا کہ ایک بے نام محبت کی خاطر اپنے پیاروں کو تکلیف پہنچا رہا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ محبت غرض خود غرض ہوتی ہے لیکن میرا ماننا ہے کہ محبت قربانی کے بنا کچھ بھی نہیں۔ جو محبت خود غرض ہو وہ محبت نہیں نفس پرستی ہوتی ہے کہ جس میں انسان کو اپنی ذات کے علاوہ کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

خیر پاپا کی باتوں کا اثر تھا کہ میں نے اپنی محبت کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے گھونٹ دیا۔ میں پہلے سے زیادہ اپنی پڑھائی پر توجہ دینے لگا۔ میرے اندر آتی اس خوشگوار تبدیلی کو دیکھ کر میرے عزیز اور پیارے رشتے بہت خوش ہوئے جبکہ میں انکی خوشی میں خوش تھا۔ کیونکہ جو محبت کرتے ہیں انہیں کوئی نہ کوئی قربانی دینی ہی پڑتی ہے۔ لہذا میں نے اپنے دل کی قربانی دے دی۔ اب تم مجھے ظالم سمجھو یا پھر کچھ اور

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

لیکن مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جسے میں نے ٹھیک سمجھا وہ واقعی ہی ٹھیک ہو۔ کسی دوسرے کی نظر میں وہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور شاید تم بھی مجھے اس بات پر غلط ہی سمجھو۔

خیر تو میں بتا رہا تھا کہ میں نے تمہیں سوچنا اور تمہارے خیالوں میں گم رہنا چھوڑ دیا۔ لیکن پھر بھی تم کسی نہ کسی طرح میری زندگی میں آ ہی جاتی۔ محبوب کے خیال سے چھٹکارا پانا انسان کے اپنے بس میں کہاں ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کئی عاشق اپنے محبوب کی جدائی کا روگ لگائے درباروں کی مجاوری نہ کر رہے ہوتے۔ وہ اپنے خیال میں محبوب کی یادوں سے بچنے کیلئے ایسا کرتے ہیں تاکہ محبوب کی یاد جو انہیں ہر دم سانپ کی طرح ڈنگ مارتی رہتی ہے، سے کسی نہ کسی طرح چھٹکارا پالیں مگر وہ اپنی اس کوشش میں اکثر ہی ناکام رہتے ہیں۔

میرا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ کوشش کے باوجود نتیجہ وہی نکلتا جس کا میں سامنا کرنے سے ڈرتا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کافی دنوں تک یونیورسٹی میں تم سے ملاقات نہ ہو سکی جس کی وجہ سے میں کافی مطمئن تھا۔ شاید تم بھی میری طرح میرا سامنا کرنے سے کتراتی تھی۔ اسی لیے شاید تم اپنی کلاس میں دبک کر بیٹھی رہتی۔ سیم میرے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔

میں تمہیں دیکھ کر خود پر بندھی مجبوریوں کی بیڑیاں نہیں توڑنا چاہتا تھا کیونکہ میں ایسا چاہتے ہوئے بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس دن میں کسی کام کی وجہ سے جلدی یونیورسٹی سے گھر واپس جا رہا تھا کہ راستے میں ایک بار پھر تم نظر آ گئیں۔ میں خود پر قابو پانے کے باوجود بہت بری طرح سے اپنے اس عمل میں ناکام ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے میں ہار مان کر تمہیں مخاطب کرنے پر مجبور ہو گیا۔

تمہارا وہ گربڑانا اور اٹک اٹک کر بات کرنا مجھے اتنا پیارا لگا کہ میں بتا نہیں سکتا۔ تمہاری ان بڑی بڑی سی سیاہ آنکھوں میں مجھے دیکھ کر جو چمک پیدا ہوتی تھی وہ ہمیشہ مجھے پریشان کر دیتی تھی۔ میں نے اس دن میں نے دل کھول کر تم سے باتیں کیں اور ساتھ ساتھ میٹھے میٹھے طنز بھی کیے۔ مگر تم نے میری کسی بھی بات کا برا نہ منایا۔ تم برا کیسے مناتی تم تو مجھے نہارنے میں مصروف تھی پاگل لڑکی!

کچھ دیر تم سے باتیں کرنے کے بعد میں نے خود کو ڈپٹتے وہاں سے جانے کیلیئے قدم بڑھائے۔ مگر کسی خیال کے تحت جب میں نے دوبارہ مڑ کر تمہاری طرف دیکھا، تو تم میری طرف دیکھنے میں ہی مصروف تھی۔ اس لمحے میں بہت شرمندہ ہوا اور پھر اپنی شرمندگی کو مٹانے کیلیئے تمہاری چادر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے زمین سے اوپر اٹھانے کا کہا کہ جس کا ایک بڑا حصہ زمین کی سلامی دے رہا تھا۔

میری بات سن کر تم نے جلدی سے چادر کو زمین سے اٹھا کر اپنے گرد لپیٹا جس سے تمہارا پورے کا پورا نازک وجود اس چادر کے نیچے چھپ سا گیا جسے دیکھ مجھے بہت ہی خوبصورت احساس ہوا جسے میں کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔

عالی! پتہ ہے مجھے تمہاری وہ بڑی سی چادر اور دوپٹہ، جس میں تم اپنے وجود کو ہمیشہ چھپائے رکھتی تھی اتنے پسند تھے کہ میں بتا نہیں سکتا۔

میں جب بھی تمہیں اس حلیے میں دیکھتا ایک عجیب سی پاکیزگی اور اپنائیت کا احساس ہوتا۔ تم مجھے اس دنیا میں موجود تمام لڑکیوں سے الگ اور منفرد نظر آتی۔ تمہارا وہ بناوٹ سے عاری معصومیت بھرا چہرہ مجھے آج بھی جب یاد آتا ہے تو میں بے خود سا ہو کر اس چہرے کے نقوش میں ہی کہیں کھو سا ہو جاتا

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

ہوں۔ جس کی وجہ بس یہی ہے کہ میں نے آج تک اپنی ساری زندگی میں تمہارے چہرے جیسا چہرہ نہیں دیکھا اور نہ کبھی دیکھ پاؤں گا۔ کیونکہ اس دنیا میں ایسا چہرہ صرف ایک ہی تھا اور وہ چہرہ تمہارا تھا جو اب دیکھنے کیلئے موجود نہیں۔

اس دن کے بعد میں کئی دنوں تک تمہارے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور معصومیت بھری باتوں کو سوچ سوچ کر مسکراتا رہا۔ لیکن شاید تم نے اس محبت کو اپنے سر پر سوار کر لیا تھا جس کی وجہ سے آئے روز تمہاری طبیعت خراب رہنے لگی۔

اب تم سوچ رہی ہو گی کہ مجھے یہ سب باتیں کیسے پتہ چلیں حالانکہ میں نے تو کبھی تم سے سیدھے منہ بات تک نہ کی تھی۔

تو پیاری عالیہ! اس کا جواب یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے جتنا خود کو اکھڑ، مغرور اور لاپرواہ ظاہر کرتا تھا اس سے کئی گناہ زیادہ مجھے تمہاری خیر خیریت کا پتہ رکھنے کی پریشانی ہوتی۔

میں خود بھی نہیں جانتا کہ آخر میں یہ کس لیے کر رہا ہوں۔ مگر میں جو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا خود کو ایسا کرنے سے کبھی نہ روک سکا۔

پھر انہی دنوں ہمارے امتحانات آ گئے۔ میں نے جی لگا کر اپنے امتحانوں کی تیاری کی۔ اپنی تیاری کو دیکھتے ہوئے مجھے پوری امید تھی کہ میں اس بار بھی پہلے کی طرح ٹاپ کروں گا۔

پہلے پرچے کے دن میں کسی وجہ سے تھوڑا لیٹ ہو گا۔ اس لیے جب میں نے حال میں انٹری ماری تو اس وقت سب سٹوڈینٹس اپنے اپنے پرچے حل کرنے میں مصروف تھے۔ میں جلدی سے آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی ممتحن نے مجھے پرچہ دیا جسے میں حل کرنے لگا لیکن اس دوران مجھے بار بار ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہو۔

اس بات کی تصدیق کیلئے میں نے اپنی گردن موڑ کر ترچھی نگاہ سے اپنے آس پاس دیکھا تو ایک بار پھر تم مجھے نہارنے میں مصروف نظر آئی۔

تمہاری اس حرکت پر مجھے غصہ بھی آیا کہ اتنی بھی کیا بے خودی کہ جہاں بھی مجھے دیکھتی ہو ہونکوں کی طرح دیکھنے بیٹھ جاتی ہو۔ آخر مجھ میں ایسے کونسے ہیرے موتی جڑے ہوئے ہیں کہ جس کی وجہ سے تم مجھے اس طرح سے دیکھتی ہو۔ میں نے خود سے کہا تھا۔ خیر اب اس بات کا جواب تو صرف تمہارے پاس ہی ہو گا کہ تم ایسا کیوں کرتی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

خیر میں نے دوبارہ تمہاری طرف دیکھنے سے گریز کیا کیونکہ اگر میں دوبارہ تمہاری طرف دیکھتا تو مجھ سے اپنا پرچہ کسی صورت حل نہ ہوتا۔

اسی دوران ممتحن نے کسی بات پر تمہیں کھڑا کر کے ڈانٹا جس پر تم آہستہ آہستہ سے رونے لگی جبکہ دوسری طرف میرا دل بند ہونے لگا۔ تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کا آنا پتہ نہیں میں کیوں برداشت نہیں کر سکا۔ میرا دل کیا کہ اٹھ کر ممتحن کو کھری کھری سنا دوں کہ جس نے تم تمہیں ڈانٹنے کی جرات کی تھی۔ مگر ہائے رے مجبوریاں! کہ جن کی وجہ سے میں اپنے جذبات پر قابو پا کر ایک بار پھر خاموش بیٹھا رہا لیکن پھر تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کا تصور کرتے میری روح تک جھلس جاتی۔

جلدی سے پرچہ مکمل کرتے میں نے ممتحن کو دیا اور پھر اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے لیکن جاتے ہوئے ایک نظر تم پر ڈالنا نہ بھولا جو اپنی چادر کے ایک پلو سے اپنا منہ چھپائے سر جھکا کر رونے میں مصروف تھی جبکہ تمہارا جوابی پرچہ ابھی تک صاف پڑا تھا جس پر تم ایک لفظ بھی نہ لکھا تھا۔

تمہیں اس کیفیت میں دیکھ کر میں جلدی سے اپنے گھر کی جانب بھاگا اور پھر اپنے کمرے میں بند ہو کر کافی دیر تک خود کو کوستا رہا کہ صرف میری وجہ سے آج تم اپنا پرچہ حل نہ کر سکی۔

مجھے معلوم تھا کہ تم اپنی کلاس کی ٹاپر ہو۔ لیکن اس وقت جو تمہاری کنڈیشن تھی اسے دیکھ کر تمہارا اس پرچے میں فیل ہونا واضح طور پر دیکھائی دے رہا تھا۔

اگلے تمام پرچوں کے دوران تمہاری یہی حالت رہی تھی جبکہ یہ صرف میں ہی جانتا ہوں کہ کس ضبط اور صبر سے میں نے وہ تمام پرچے حل کیے تھے۔

تمہیں اس حال میں دیکھ کر ایک دن تو مجھے بھی رونا آ گیا تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں تھے کہ میں اس وقت اپنی اس کیفیت کو بیان کرتا۔ جب کبھی اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں ترچھی نگاہ سے تمہاری طرف دیکھتا تو تمہیں خود سے لڑتا ہوا پاتا۔

تم اپنے ماتھے پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے کچھ یاد کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہی ہوتی مگر تمہیں کچھ یاد نہ آتا۔ یقین مانو! تمہیں اس وقت دیکھ کر بڑا ہی ترس آتا۔ واقعی خدا محبت میں کسی کو اتنا بے بس اور مجبور نہ کرے کہ جتنا تم تھی۔ میں اکثر سوچتا کہ آخر تم ایسا کیوں کر رہی ہو۔

بھائی مجھے بھی تم سے محبت ہوئی تھی مگر میں تو اپنوں کی خوشی کیلئے چہرے پر جھوٹی مسکراہٹ سجائے جی رہا تھا تو تم ایسا کیوں نہیں کر سکتی۔

مگر مجھے میرے اس سوال کا جواب آج تک نہ ملا۔ کیا آج تم مجھے اس سوال کا جواب دو گی؟

سلمان وقار نے قبر پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی کتنا بے وقوف ہوں۔ بھائی جب اس وقت تم نے نہ بتایا تو اب کیا بتاؤ گی۔" سلمان وقار نے اپنی بات کا خود ہی جواب دیا۔

پتہ ہے تمہارا وہ مجبور اور لاچار سا وجود جو محبت نامی آسیب کی تپش کو نہ سہہ سکا تھا مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ تم مجھے مضبوط اور با اعتماد ہی اچھی لگتی اگر تم بنی ہوتی یا پھر بننے کی ذرا سی بھی کوشش کی ہوتی۔

شاید اس سب میں تمہارا بھی اتنا قصور نہ تھا۔ تمہارا من اتنا نازک اور کومل تھا کہ وہ اس محبت نامی بلا کے اس اچانک حملے کو برداشت نہ کر سکا۔ میری یہ باتیں سن کر تم حیران مت ہونا۔ کیونکہ میں تمہیں تم سے زیادہ جانتا تھا اور جانتا ہوں۔ تم میری روح میں بسی ہو اور جو روح میں سما جائے اس سے انسان بھلا کہاں لاعلم رہ سکتا ہے۔

امتحان آئے گزر گئے مگر شروع سے آخر تک تمہارا برتاؤ ایک جیسا رہا۔ نتیجہ نکلا تو میری سوچ کے مطابق تم کسی بھی مضمون میں پاس نہ ہو سکی۔ میری وہ رات بھی دوسری کئی راتوں کی طرح خود کو کوسنے اور اذیت دینے میں گزر گئی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں خود کو برا بھلا کہوں یا پھر اس محبت کو کہ جس کی وجہ سے ایک جیتا جاگتا انسان زندہ لاش بن گیا تھا۔

اسی عرصے میں ایک بار پھر تم مجھ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اس دن میں کوریڈور سے اپنا سر نیچا کیے کوئی کتاب پڑھتے ہوئے کوریڈور سے گزر رہا تھا کہ اچانک تم میرے بلکل سامنے آ گئی جس پر تم نے ڈر سے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اس وقت تم بلکل اس معصوم پرندے لگ رہی تھی کہ جسے شکاری اپنے جال میں پھانس لینے کے بعد پکڑنے کیلیئے آگے بڑھتا ہے اور وہ ڈر کر اپنی اپنی آنکھیں بند کیے اس بھیانک حقیقت سے اپنی نظریں چرانے کی ایک بھونڈی سی کوشش کرتا ہے۔

میں نے ہمیشہ کی طرح سے پر طنز کیا جسے سن کر تم ناراض ہوتی چلی گئی تھی۔ اس دن میں نہ چاہتے بھی تمام وقت مسکراتا رہا کیونکہ مجھے وہ تمہارا ناراض ہونا بھی اپنے دل کے بہت قریب لگا تھا۔

اس دن کے بعد میں کچھ دن تک بلکل ٹھیک رہا۔ لیکن اس کے بعد ایک بار پھر میں پہلے والی کیفیت میں مبتلاء ہو جب حقیقت کا ادراک ہوا۔

میں اسی کیفیت میں مبتلاء تھا کہ ایک دن میرے پاپا نے آکر مجھ سے کہا کہ اگر مجھے انکی خوشی عزیز ہے تو مجھے انکے فیصلے کے مطابق انکے دوست کی بیٹی فاریہ کے ساتھ منگنی کرنے کیساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کیلیئے باہر جانا ہو گا۔

یہ سنتے ہی میرے قدموں تلے سے تو زمین نکل گئی۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ سب ہو کیا گیا ہے۔ میں ہونک زدہ چہرے کیساتھ اپنے باپ کی جانب دیکھتا رہا جن کے چہرے پر ایک یقین ایک مان تھا کہ میں ان کی بات کو رد نہیں کروں گا۔

میں نے ان سے کچھ دن مزید سوچنے کا وقت مانگا جس پر ان کا چہرہ یکدم سے بجھ سا گیا۔ کیونکہ انہیں مجھ سے ایسی کسی بات کی امید نہ تھی۔ مجھ سے اپنے باپ کا وہ اداس اور اترا ہوا چہرہ دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

تو پھر میں کیا کرتا۔ کیا اپنی محبت کو ایک بار پھر انکی خواہش پر قربان کر دیتا یا پھر اپنی محبت کی خاطر ان کا مان اور یقین توڑ دیتا جو وہ انہیں مجھ پر تھا۔

کئی دنوں تک اسی کشمکش میں رہنے کے بعد میں نے بلآخر انہیں اپنا فیصلہ سنا دیا جو انکی خواہش کے مطابق تھا۔

اور جس کے ساتھ ہی میں نے ایک بار پھر سے اپنی محبت کو اپنے پیاروں کی خاطر قربان کر دیا۔

اس رات میں ایک مرد ہونے کے باوجود اپنے کمرے میں بند ہو کر بچوں کی طرح روتا رہا کیونکہ ہمارے معاشرے میں مرد کا سر عام رونا بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ عورت تو پھر بھی رو دھو کر اپنا غم ہلکا کر لیتی ہے مگر مرد اپنی مردانگی کے بھرم میں خود پر ظلم کیے سارا درد اور تکلیف اپنے من میں ہی کہیں جذب کر لیتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔

میرے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا تھا۔ میں باہر کی دنیا کیلیئے ابھی تک وہی مغرور امیر زادہ تھا لیکن میرے اندر کے حال سے کوئی واقف نہ تھا کہ اب میں وہ نہیں رہا کہ جو کبھی ہوا کرتا تھا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اس فیصلے کے بعد میں نے خود سے عہد کیا کہ آج کے بعد کبھی بھی تمہیں چھپ کر دیکھنے یا پھر تمہارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

دن پر دن گزرتے رہے مگر میں اپنے کیے ہوئے عہد پر قائم رہا۔ پاپا کی ایماء پر فاریہ سے میری منگنی ہو گئی کہ جسے شروع ہی سے مجھ سے چڑ تھی۔ اسے بھی زبردستی بلّی کا بکرا بنا کر اس منگنی کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ شاید اس کے پیچھے دونوں خاندانوں کے کاروباری مفادات جڑے تھے جسے وہ اس رشتے کی مدد سے اور بھی مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

خیر جو بھی تھا میری منگنی ہو گئی جس کی خبر میں نے کسی کو نہ دی۔ منگنی سادگی سے ہوئی کیونکہ میری یہی شرط تھی کہ جس پر میں یہ منگنی کرنے پر آمادہ ہوا تھا۔ چند قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے علاوہ میں نے کسی کو بھی اپنی منگنی پر مدعو نہ کیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ خبر تم تک پہنچے۔ ورنہ ایک بار پھر سے تمہارے معصوم دل کو تکلیف پہنچتی جو میں کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس خبر کا تم پر اور تمہاری طبیعت پر بہت ہی برا اثر ہو گا۔ بس اسی لیے میں نے تمہیں اس بارے میں کوئی خبر نہ ہونے دی۔

اسی طرح مزید کچھ دن گزر گئے کہ ایک دن پتہ نہیں کیا سوچ کر تم میرے پاس چلی آئی۔ شاید تم اظہار محبت کرنا چاہتی تھی کیونکہ تمہارے چہرے سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔

میں نے جس دل سے تمہیں اگنور کیا، وہ صرف میں ہی جانتا تھا۔

تمہارا وہ اٹک اٹک کر بولنا سیدھا میرے دل پر لگا رہا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر تم سے ایسا رویہ اختیار کیا تاکہ تم مجھے برا سمجھ کر بھول جاؤ۔

تم پر طنز کرنے کے بعد جب میں وہاں سے جانے لگا، تو تم نے جو رندھی ہوئی آواز میں مجھے بدعا دی تھی، دیکھو آج بھی اس بدعا کا اثر میری زندگی میں ابھی تک باقی ہے۔

تمہاری ان باتوں کو سن کر میرا کلیجہ چھلنی ہو گیا تھا۔ میں بتا نہیں سکتا کہ اس وقت مجھے کتنی تکلیف ہوئی تھی جب تم بغیر اپنے دل کی بات کیے روتی ہوئی وہاں سے بھاگ کر چلی گئی تھی۔

میری باتوں نے تمہارے اندر کہیں دور چانک پیدا ہو جانے والی اُس ہمت کو زمین بوس کر دیا تھا۔ جس کا ملال شاید مجھے پوری زندگی رہے گا۔

میری وہ رات بھی کانٹوں پر گزری۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اسکے بعد میں نے ضبط کے بند باندھے خود پر ظلم کرنا سیکھ لیا تھا۔ باہر سے میں بلکل نارمل نظر آتا لیکن اندر سے میں کھوکھلا ہوتا جا رہا تھا جو آج تک ہوں۔

آخری سمسٹر کے امتحان ہوئے جن میں خلاف توقع تم نے پچھلی بار کی نسبت اس بار خاصی اچھی کارکردگی دیکھائی، جسے دیکھ کر میں بہت خوش ہوا تھا۔ مجھے اب یقین ہونے لگا تھا کہ تم کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھال لوں گی۔ لیکن وقت کیساتھ میرا یہ یقین بھی ریت کی دیوار ثابت ہوا۔

میں نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا جس پر یونیورسٹی والوں نے میرے اور دوسرے فارغ التحصیل طلبہ کے اعزاز میں ایک شاندار ایونٹ کا اہتمام کیا۔ میری اس کامیابی پر پاپا نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ میں جلد ہی مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلیئے باہر جاؤں گا۔

پاپا کا کہنا تھا کہ یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ جو شاید تم تک بھی کسی طرح سے پہنچ گئی تھی۔ لیکن یقین مانو یہ خبر بھی میں پہلے تم تک نہ پہنچنے دیتا مگر میں اس بار چاہتے ہوئے بھی ایسا کچھ نہ کر سکا۔

فنکشن کا دن آیا تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے تم اس بار نہیں آؤ گی کیونکہ پچھلی بار بھی جب تم فنکشن میں میرے ساتھ ڈیبیٹ کرنے سٹیج پر آئی تھی، تو بے ہوش ہو کر وہیں سٹیج پر ہی گر پڑی تھی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

اس دن بھی میں نے بے حسی کی انتہا پر تھا مگر میں یہ سب ناچاہتے ہوئے بھی کرنے پر مجبور تھا۔

میں تمہارے رونے پر ہنسا، تمہارا مذاق اڑایا۔ لیکن یہ صرف میں ہی جانتا ہوں کے اس کے بعد میں کتنے دنوں تک خود کو اذیت دیتا رہا تھا۔ تمہارے ساتھ روا رکھے گئے اس رویے کا مجھے بہت افسوس تھا ہے اور شاید مرتے دم تک رہے گا۔

تم بھی حیران ہو رہی ہو گی کہ میں نے یہ سب کیسے کر لیے تھا۔ ہاں میں خود حیران ہوں کہ آخر یہ فنکاری میں نے کیسے سیکھ لی تھی۔ میں ایک عام انسان سے بڑھ کر ایک فنکار بن گیا کہ جس کی فنکاری اس قدر حقیقی اور اعلیٰ تھی کہ کبھی کسی کو اس کی اس فنکاری پر شک نہ ہوا۔ اسی فنکاری کی بدولت ہی میں نے تم پر اپنی محبت ظاہر نہ ہونے دی جو اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔

خیر تو میں بتا رہا تھا کہ مجھے تمہارے آنے کی امید نہیں تھی مگر پھر بھی پتہ نہیں کیسے تم آ گئیں۔

ویسے آپس کی بات ہے اس دن تو تم واقعی آسمان سے اتری ہوئی پری لگ رہی تھی۔ میں نے سرسری سا تمہاری طرف دیکھا اور پھر لاتعلق سا ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ میں خود سے وعدہ کر چکا تھا جسے میں کسی قیمت پر نہیں توڑ سکتا تھا۔

سلمان وقار نے قبر پر لگی تختی پر اپنی نگاہیں ٹکائے اپنی بات جاری رکھی ہوئی تھی جبکہ اس کا ایک ہاتھ مسلسل آہستہ آہستہ سے قبر کے اوپر آگے اور پیچھے کی جانب حرکت کر رہا تھا کہ جیسے کوئی پیار سے کسی کی پیٹھ سہلاتا ہے۔

جب مجھے سٹیج پر بلایا گیا تو میرا حالت بہت ہی نازک ہو گئی لیکن میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے سٹیج پر چڑھ کر پر اعتماد میں اپنے تاثرات لوگوں تک پہنچائے۔

جلدی سے اپنی سپیچ ختم کرتے میں نے جلدی سے سٹیج سے نیچے کی جانب قدم بڑھائے، مگر جاتے جاتے تم پر ایک نگاہ ڈالنا نہ بھولا۔

پتہ ہے جب میں نے تمہیں اس وقت دیکھا تو مجھے کیا لگا۔ مجھے لگا کہ جیسے میں ایک جیتے جاگتے انسان سے اس کی زندگی چھیننے والا ہوں کیونکہ میں اس انسان کی زندگی بن گیا تھا جو اسے بہت جلد چھوڑ کر جانے والا تھا۔

تمہارا پسینے سے تر چہرہ محبت اور جنونیت کی تصویر بنا ہوا تھا جسے زیادہ دیر تک دیکھنا میرے جیسے کم ہمت انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لیے میں خاموشی سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

پھر کینٹین جاتے وقت تم سے ٹاکرا ہوا لیکن تم مجھے دیکھتے ہی تیزی سے آگے کی جانب بڑھ گئی حالانکہ میں تمہیں روک کر سمجھانا چاہتا تھا کہ اب میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو اور اپنی زندگی پر توجہ دو۔ لیکن میں چاہنے کے باوجود تمہیں نا روک سکا۔

اس دن کے بعد میرا کسی بھی چیز میں دل نہ لگتا۔ پاپا نے باہر جانے کے بارے میں پوچھا تو میں نے ان سے مزید کچھ دن ریسٹ کرنے کا بہانہ لگایا، جس پر انہوں نے میری بات مان لی۔ میں خود کو بہت گلٹی محسوس کر رہا تھا کہ میں نے جاتے جاتے تمہیں حقیقت سے آگاہ نہ کیا۔ پتہ نہیں اب تم زندگی میں کبھی دوبارہ ملتی بھی یا نہیں۔ خیر ہمیشہ کی طرح میری یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی اور تم مجھے نظر آگئی۔

انہی دنوں مجھے میرے ایک پرانے دوست نے اپنے کسی کزن کی شادی پر انوائیٹ کیا۔ میں جانا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے اصرار ہی اتنا کیا کہ مجھے جانا پڑا۔

لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ تم مجھے وہاں نظر آجاؤ گی۔ میں حیران ہوا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو لیکن پھر میری یہ حیرانی اس وقت دور ہوئی جب میں نے اپنے اسی دوست سے تمہاری طرف آنکھ کا اشارہ

کرتے ہوئے تمہارے متلعق پوچھا تھا۔ اس نے بتایا کہ تم لوگ ان کے دور پرے کے رشتہ دار ہو۔ جسے سن کر میں بلکل خاموش ہو گیا۔

میں تم سے بات کرنا چاہتا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ سیدھا جا کر تم سے مخاطب ہوتا۔

باتیں کرتے کرتے اچانک میرے دوست نے مجھ سے محبت کے بارے میں سوال کیا جس پر میں نے جان بوجھ کر بلند آواز میں اسے وہ سب کہا کہ جسے سن کر یقیناً تمہیں اچھا نہ لگا ہو گا۔ مگر میں کیا کرتا میری مجبوری تھی۔ میں تمہیں کسی امید کے سہارے ہمیشہ کیلیئے روتا ہوا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے وہ سب اس لیے کہا تا کہ تم یہ سب سن کر میرا خیال اپنے دل سے نکال دو۔ مگر میری یہ کوشش کتنی باور ہوئی یہ مجھے بتاتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔

ایک بار پھر چپکے سے میں نے تمہاری طرف دیکھا، تو تمہاری کاجل اور آنسوؤں سے بھری سیاہ آنکھیں میرا سارا چین لوٹ کر لے گئیں۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میرے دل پر آرے چلا رہا ہو۔ وہ خوبصورت آنکھیں بلکل بھی آنسوؤں کے قابل نہیں تھیں مگر میں چاہتے نہ چاہتے ان آنکھوں میں آنسو لانے کا سبب بن چکا تھا۔

تمہارے آنسو مجھ سے برداشت نہ ہوئے جسکی وجہ سے میں اپنے دوست کے ہمراہ وہاں سے نکل گیا۔

مگر کچھ دیر بعد جب میں ایک بار پھر اندر کی جانب جا رہا تھا، تو مجھے گھر کی ایک جانب واقع سنسان جگہ سے کسی کے رونے کی آواز آئی۔ میں دوڑ کر وہاں پہنچا، لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر میرے رہے سہے اوسان بھی خطاء ہو گئے۔ تم اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھے زار قطار رو رہی تھی۔

مجھ سے تمہارا اس طرح سے رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ جسکی وجہ سے میں بے خودی کے عالم میں تمہاری جانب بڑھا لیکن دو تین قدم اٹھانے کے بعد ہی جیسے کسی نے میرے قدم جکڑ لیے اور میں اپنی جگہ پر جیسے جم کر رہ گیا۔

میرے سامنے خود سے اور پاپا سے کیے گئے وعدے رقص کرنے لگے کہ جنہیں کرتے ہوئے میں نے انہیں آخر تک نبھانے کا عزم کیا تھا۔

میں زندگی کے انتہائی اہم اور فیصلہ کن موڑ پر کھڑا تھا۔

میرے ایک طرف میری محبت تھی جبکہ دوسری طرف میرے پیاروں کی مجھ سے لگی امیدیں اور یقین تھا کہ جس کی وہ مجھ سے توقع کرتے تھے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں سوچنے پر مجبور ہوا کہ کیا مجھے اپنی محبت کی خاطر ان وعدوں کو توڑ دینا چاہیئے یا پھر اپنی محبت کو قربان کر کے ان وعدوں کا پاس رکھنا چاہیئے جو میں اپنے ان پیاروں سے کر چکا تھا۔

میں اسی کشمکش میں مبتلاء تھا کہ ایک لڑکا تمہیں آوازیں دیتا ہوا وہاں آیا جو شاید تمہارا بھانجا تھا، جس کے متعلق اسی دوست نے مجھے بتایا تھا۔

میں زندگی کے فیصلہ کن موڑ پر کھڑا تھا اور بالآخر میں نے اپنے پیارے رشتوں کی خاطر اپنی محبت کو قربان کرتے ہوئے وہاں سے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔ جاتے ہوئے میں نے آخری بار تمہاری طرف پلٹ کر دیکھا تو تم ہنوز روئے جا رہی تھی۔ تمہیں روتا دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم ہوئیں اور پھر میں تم سے بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے اپنے گھر چلا گیا۔

اس واقعے کے چند دنوں بعد میں باہر پڑھنے کیلئے چلا گیا تھا۔ وہاں جا کر میں نے اپنی پوری توجہ پڑھائی پر دی جس کا نتیجہ میرے والدین کی امیدوں کے مطابق بہترین نکلا۔ میں اچھے گریڈز سے ڈگری لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ڈگری لینے کے بعد میں نے وہیں اپنا بزنس سیٹل کیا جس میں کچھ ہی عرصے میں مجھے اچھی خاصی کامیابیاں حاصل ہوئی۔

میرے والدین اور خاندان کے دوسرے لوگ میری کامیابی پر نازاں اور خوش تھے۔ مگر یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا کہ ان کی اِن خوشیوں کے عوض میں نے کتنی بڑی قیمت ادا کی ہے۔

بزنس میں کامیابی کے بعد میرے پاپا نے میری شادی کا فیصلہ کیا جس پر مجھے کوئی اعتراض نہ تھا البتہ فاریہ اس شادی سے بلکل بھی خوش نہیں تھی۔

ہمارے خاندانوں کے آپس میں شروع سے ہی اچھے مراسم تھے اسی لیے بچپن میں وہ اکثر ہمارے اور میں انکے گھر میں پایا جاتا۔ ہم دونوں کی ایک دوسرے کیساتھ بہت گہری دوستی تھی مگر ایک دن کسی بات پر میں نے اسے تھپڑ مار دیا۔ جس کا اس نے اتنا اثر لیا کہ اسکے بعد ہمیشہ مجھ سے کبھی سیدھے منہ بات نہ کی۔

ہماری شادی وہیں لندن میں بڑی دھوم دھام سے کی گئی کیونکہ میرا واپس اپنے ملک آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

شادی کے پہلے دنوں وہ مجھ سے بات نہ کرتی بلکہ اگر غلطی سے بھی میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرلیتا تو وہ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی، جس پر میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

کچھ دن مزید اسی خاموشی کی نظر ہو گئے مگر ایک رات جب میں دیر سے گھر پہنچا تو وہ مجھے گھر میں کہیں نظر نہ آئی۔

میں نے اسکی تلاش میں یہاں وہاں دیکھا تو وہ مجھے سٹور روم میں نیچے فرش پر بیٹھی نظر آئی۔

مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ بھاگ کر میرے گلے لگی اور پھر زور زور سے رونے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا جس پر میں نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا۔

اس دن کے بعد اس کا رویہ مجھ سے کافی حد بہتر ہو گیا تھا۔ اب وہ میری کسی بات کا برا نہ مناتی اور نہ ہی مجھ پر چیختی چلاتی۔ وقت گزرتا رہا اور اسی طرح مزید کچھ سال بیت گئے کہ ایک دن میرے گھر میں ایک ننھی سی پری آئی جسے دیکھ کر میں خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ میں نے پیار سے اسے چوما کہ اچانک تمہارا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں بہت ڈر گیا کہ کہیں کل کو میری بیٹی کیساتھ ایسا نہ ہو کہ جیسا تمہارے ساتھ ہوا تھا۔ آخر تم بھی تو کسی کی بیٹی تھی کہ جس سے اسکے ماں باپ بلکل میری طرح اپنی بیٹی سے پیار کرتے ہوں گے۔

مجھے اکثر یہ ڈر ستائے رہتا کہ کہیں میری بیٹی میرے کیے کی وجہ سے مکافات عمل کی چکی میں نہ پس جائے۔

وقت کیساتھ ساتھ وہ بڑی ہوئی تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اسکی عادات بلکل تمہاری عادات سے ملتی جلتی تھیں۔ خاموش خاموش سا رہنا، اپنے گرد ہر وقت چادر یا کپڑے کو لپیٹے رکھنا اور پڑھائی سے حد درجہ لگاوٹ رکھنا وغیرہ تمہاری ایسی چند عادات تھیں کہ جو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

میں نے اپنی بیٹی کا نام بھی تمہارے نام پر رکھا حالانکہ فاریہ کوئی اور نام رکھنے پر بہ ضد تھی۔ مگر اس بار میں نے اسکی ایک نہ مانی۔ اور اپنی بیٹی کا نام عالیہ ہی رکھوا کر چھوڑا۔

وقت کا کام کام ہے گزرنا سو وہ گزرتا چلا گیا۔ اب وہ تیرہ چودہ سال کی ہو گئی تھی۔ اپنی بیٹی میں میری جان بستی تھی۔ مگر شاید قسمت کو کچھ اور ہی ں ظور تھا۔

ایک دردناک حادثے کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کیلیئے مجھ سے بچھڑ کر بہت دور چلی گئی۔

اس دن میں اتنا رویا کہ میری آنکھوں میں آنسو ختم ہو گئے۔ میں قدرت کے مکافات عمل کا شکار ہو گیا تھا۔ کئی دنوں تک رونے دھونے کے بعد اچانک مجھے تمہارا خیال آیا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے تمہارے پاس جا کر اپنے کیے کی معافی مانگ مینی چاہیئے تا کہ میرا گلٹ کچھ کم ہو سکے۔

میں ابھی تک اسی خوش فہمی میں مبتلاء تھا کہ میری باتوں کو سن کر اور میرے جانے کے بعد تم اپنی نارمل زندگی کی طرف لوٹ آئی ہو گی جیسے میں لوٹ آیا تھا۔ مگر کئی دنوں کی کشمکش کے بعد جب میں تم سے ملنے کے ارادے سے کئی سالوں بعد واپس اپنے ملک آیا تو جو خبر مجھے سننے کو ملی، وہ خبر میرے پیروں تلے سے زمین نکال لینے کیلیئے کافی تھی۔ تم اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔

یہ احساس ہی کتنا جاں گسل تھا کہ میں اب دوبارہ تمہیں کبھی نہیں دیکھ سکوں گا اور نہ ہی تم سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ سکوں گا۔

اس دن میں تمہاری قبر پر آ کر کئی گھنٹے بیٹھ مر روتا رہا لیکن تم سے بات کرنے یا معافی مانگنے کی ہمت مجھ میں پیدا نہ ہوئی۔

آج اتنے عرصے بعد میں پھر تم سے ملنے آیا تاکہ تمہیں اپنے دل کی ان تمام پوشیدہ باتوں سے آگاہ کر سکوں کہ جنہیں میرے سوا آج تک کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی کبھی جان سکے گا۔

اِس کے ساتھ میں تم سے معافی مانگنے بھی آیا ہوں۔ معافی کے قابل نہیں ہوں۔ مجھ جیسے کم ہمت مردوں کو محبت کا یہ کھیل کھیلنا ہی نہیں چاہیئے کہ جس کی وجہ سے کسی دوسری کی زندگی برباد ہو جائے۔

میں نے صحیح کیا یا غلط اس کے بارے میں میں نہیں جانتا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ صرف میری وجہ سے ایک ہستی بستی زندگی اجڑ گئی تھی۔

میں غلط ہوں یا نہیں اس کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا مگر جو تم نے کیا وہ بھی کچھ صحیح نہ تھا۔ تم نے کیوں اس ایک چیز کو اپنے سر پر سوار کیے رکھا۔ کیا تم اپنے پیاروں کی خاطر میری محبت کی قربانی نہیں دے سکتی تھی۔ عالی! تمہیں انکے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

ایک بے نام محبت کی خاطر تم نے اپنے رب اور والدین کو ناراض کیا۔ کیا یہ عقل مندی تھی؟

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میں نے دنیا میں رہتے ہوئے ایک بات کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے اور وہ یہ کہ دنیا کی تمام محبتوں نے انسان کو آج تک خساروں اور دکھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیا سوائے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جو مطلق ہے۔

ہمیں اس دنیا کی نہیں بلکہ اپنے رب کی محبت کی ضرورت ہے، تھی اور ہمیشہ رہے گی، اگر ہم پر سکون اور ایمان والی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ واحد عظیم ہستی ہے کہ جو کبھی بھی مصیبت میں انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس سے بے وفائی کرتا ہے۔

اسکی محبت درد دینے کے بجائے درد اور تکالیف کو کو فرو کرنے کا کام کرتی ہے۔

کاش! ہم نے اس سے وہ محبت کی ہوتی کہ جس کا حق تھا، تو یقیناً ہم

کبھی بھی تنہائیوں اور دکھوں کا شکار نہ ہوتے۔

اسکی محبت ہمارے دلوں میں ذرا برابر بھی نہیں ہے جس کا ادراک وہ ہمیں دنیا کی محبت میں ڈال کر کرواتا ہے۔ جو دل اسکی محبت سے خالی ہو وہاں دنیا کی محبت بسیرا نہیں کرے گی تو اور کیا کرے گی۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

پھر جب اسی دنیاوی محبت میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہم تکلیف میں مبتلاء ہوتے ہیں تو پھر ہمیں اسکی یاد آتی ہے کہ جس کی یاد ہی ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے تھا۔

ہم گڑگڑا کر اس سے اس دنیاوی محبت کی بھیک مانگتے ہیں۔ مگر جب ہماری وہ دعا قبول نہیں ہوتی تو ہم اسی سے گلے شکوے کرنے لگ جاتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں مبتلاء کیا ہے حالانکہ یہ سب ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے جو وقت گزرنے کیساتھ ہمارے سامنے آتی ہے۔

ورنہ اگر ہم عقل رکھتے تو یہ بات یقیناً سمجھ جاتے کہ وہ ہماری یہ دعا قبول نہیں کر رہا تو ضرور اس میں ہمارا ہی کوئی فائدہ ہو گا۔

ویسے اب تم بھی سوچ رہی ہو گی کہ میں کب سے ایسی باتیں کرنے لگا؟ حالانکہ میں نے تو زندگی بھر کبھی نماز پڑھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور نہ ہی اپنے مذہب کے متعلق کبھی کوئی دلچسپی لی۔ شاید اس میں میرا ابھی اتنا قصور نہ تھا کیونکہ جس ماحول میں میری پرورش ہوئی، وہاں صرف دنیا کے بارے میں ہی سوچا پڑھایا جاتا تھا آخرت، حساب کتاب، جزا و سزا الغرض ایسی کسی بھی بات کا اس ماحول میں

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

کوئی کونسپٹ نہ تھا۔ جس کا اثر ظاہر ہے مجھ پر بھی ہوا کہ جس کی وجہ سے میں ان سب کی طرح ان سب باتوں سے کافی دور تھا۔

یہی ہمارا المیہ ہے کہ ہمیں دنیا کے بارے میں تو خوب سمجھایا اور پڑھایا جاتا ہے مگر افسوس آخرت پر کسی کا کوئی دھیان نہیں۔

ان باتوں سے قطع تعلق جب میری بیٹی مجھ سے بچھڑی تو تب مجھے اس دنیا کی اصل حقیقت کا پتہ چلا۔ مجھے پتہ چلا کہ جب یہ دنیا فانی ہے تو اس کیلئے خود کو ہلکان کرنے کا نتیجہ آخر کا کیا نکلتا ہے؟ یقیناً کچھ بھی تو نہیں۔

انسان مر جاتا ہے کچھ وقت تک لوگ اُسے یاد رکھتے ہیں اور پھر ہمیشہ کیلئے بھول جاتے ہیں۔ بس یہی دنیا ہے۔

مگر جو اپنے رب کی رضا کی خاطر اپنا سر جھکاتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ چاہے لوگ انہیں نہ بھی جانیں مگر ان کا اللہ انہیں ضرور جانتا ہے جو ہر کسی کے جاننے سے کئی لاکھ درجے بہتر ہے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

تم نے محبت کا روگ لگا کر اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی پریشان رکھا جو محبت کی صفت نہیں۔ محب تو آسانیاں اور خوشیاں بانٹنے کا نام ہے۔ محبت تو اپنے نفس اور خواہش کو رد کرنے کا نام ہے۔

محبت قربانی مانگتی ہے حالانکہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ جس چیز میں خود غرضی اور لالچ شامل ہو جائے وہ محبت نہیں کہلاتی بلکہ وہ حوس ہوتی ہے۔

یہ محبت ہی تھی کہ جس کی خاطر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نے اپنا سر کٹوا دیا ورنہ وہ اپنی جان بچا سکتے تھے۔ مگر صرف اس محبت کی خاطر کہ جو وہ اپنے نانا، نانا کے دین اور اپنے اللہ سے کرتے تھے، اپنا سر کٹوا کر یہ ثابت کیا کہ محبت میں اعلیٰ مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کیلئے اتنی ہی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ محبت معتبر ٹھہرتی ہے۔

میری ان سب باتوں کا مقصد تم ہر یہ باور کروانا نہیں کہ میں نے اپنی محبت کی قربانی دے کر کوئی بہت بڑا کارنامہ کیا۔ بلکہ بتانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہمیں محبت کی حقیقی روح کی سمجھنے کی اشد ضرورت ہے جس سے ہم ابھی تک انجان ہیں۔

میں نے تمہیں چھوڑا، اپنی محبت کی قربانی دی اور اپنے گھر والوں کی خواہش کو پورا کیا۔ دوسری طرف تم اپنی محبت کا روگ لگا کر بیٹھ گئی حالانکہ میں نے جو باتیں اس دن تمہارے سامنے کی تھیں، ان کے بعد تمہیں اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیئے تھا، مگر میرے سب اندازے غلط ثابت ہوئے اور تم اسی ادھوری اور بے نام محبت کا غم اپنے ساتھ لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

عالی! تم نے کیوں ایک بے نام محبت کی خاطر اپنوں کو چھوڑ کر تنہائیوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا۔ تمہیں پتہ تھا نہ کہ جب انسان تنہائیوں کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتا ہے، تو پھر وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم نے غلط کیا۔ کیا واقع تم غلط تھی یا پھر یہ میرا اندازہ ہے۔

خیر اس سب میں کون ٹھیک تھا اور کون غلط! یہ سب تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر میں اس موقعے صرف اتنا کہوں گا کہ انسان کو ہمیشہ ان لوگوں کی بات کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیئے جو آپ کو ہر چیز سے زیادہ اہم سمجھتے ہوں۔ آگے اللہ جانے کون صحیح کون غلط! مگر میں آج بھی مانتا ہوں کہ میں نے تمہیں بنا کچھ بتائے اور بات کیے باہر جا کر تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی، جس کا خمیازہ شاید میں نے اپنی بیٹی کی موت کی صورت میں بھگتا۔ یہ میرا اندازہ ہے جو یقیناً غلط بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں ایسا سمجھتا ہوں آگے اللہ بہتر جانے۔

For More Novels Please Visit Our Website
https://classicurdumaterial.com/
For Audio Books Visit Our YouTube Channel
Classic Entertaiment

میری زندگی کے کئی حسین لمحے تمہاری ذات سے منسوب ہیں جو شاید مرتے دم تک مجھے یاد رہیں گے۔بس میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمہیں آخرت کے اس سفر میں کامیاب کرے اور تمہاری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے آمین۔

سلمان وقار اپنی دل کی تمام تر باتیں اپنی محبت عالیہ غفار سے کہتا نیچے زمین سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا اب چلتا ہوں۔ مگر ایک بار پھر سے سوری! اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور اگر نہ کرنا چاہو تو بھی کوئی بات نہیں میں تم سے خفا نہیں ہوں گا۔بھائی آخر تمہارا بھی تو اتنا حق بنتا ہے۔

جاتے جاتے بس اتنا کہوں گا کہ زندگی کے اتنے سالوں میں تم میرے پاس نہ ہو کر بھی ہمیشہ میرے پاس تھی اور مرتے دم تک رہو گی کیونکہ اس دنیا میں میرے دل کے اندر تمہاری جگہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔

اللہ تم پر اپنا کرم کرے اور تمہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے۔

زندگی رہی تو ایک بار پھر تم سے ملنے آؤں گا اور اگر نہ رہی تو ویسے ہی تم سے اگلے جہاں میں ملاقات ہو جائے گی لہذا میری آمد کا انتظار کرنا کیونکہ تمہارے جانے کے بعد یقیناً اب ہماری باری ہے۔

اور ہاں پلیز وہاں اٹک اٹک کر بات مت کرنا ورنہ میں تم سے بلکل بھی نہیں بولوں گا۔ اچھا ناراض مت ہونا مذاق کر رہا تھا۔ آخر میں کیسے تمہیں اگنور کر سکتا ہوں۔"

سلمان وقار نے نم آنکھوں سے ہنستے ہوئے عالیہ غفار کو مخاطب کیا اور پھر اس کی قبر پر لگی تختی کو چومتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں خدا حافظ کہا اور پھر بوجھل قدموں اور نم آنکھوں کیساتھ قبرستان کے بیرونی دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔

یہ انجام تھا اُس کہانی کا کہ جو ازل سے انسان کی زندگی میں ایک ہلچل پیدا کیے ہوئے ہے۔

لیکن در حقیقت یہ اس کہانی کا انجام نہیں بلکہ ایک نیا آغاز تھا۔ کیونکہ یہ کہانی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ ایسے ہی چلتی رہتی ہے۔

اس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی یا شاید اس سے بھی آگے.....

انسان، خدا اور محبت کا یہ خوبصورت تعلق ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ جسکی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ہی کوئی ابتداء کیونکہ یہ جذبہ بنانے والی ذات ہی بے مثال اور لاثانی ہے۔

محبت کا یہ زہر قاتل اسی طرح ہزاروں انسانوں کے کومل من کو سیراب اور گھائل کرتا رہے گا

.....ازل سے تا ابد تک۔۔۔

ختم شد

https://classicurdumaterial.com/

اگر آپ بھی لکھنے کا ہنر جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر کو پلیٹ فارم ملے تو کلاسک اردو میٹریل کارپوریشن آپ کو یہ موقع فراہم کر رہا ہے۔

آپ اپنی لکھی تحریر ہمیں اس ایڈریس پر میل کرسکتے ہیں

ClassicNovels04@Gmail.Com

اور اگر آپ بہت سارے ناولز پڑھنے کے شوقین ہیں تو کلاسک اردو میٹریل ویب سائٹ پر آپ کو ہر کیٹیگری کے بے شمار ناولز اعلی کوالٹی پی ڈی ایف میں ملیں گے جنہیں آپ بنا کسی فضول ایڈ کے بہت آسان طریقے سے آرام سے ڈاؤن لوڈ کرکے پڑھ سکتے ہیں۔یہ رہا ہماری ویب سائٹ کا لنک

/https://classicurdumaterial.com

اس کے علاوہ اگر آپ کہانیاں پڑھنے سے زیادہ سننے کے شوقین ہیں یا آپ کے فرینڈز اور فیملی میں کوئی ایسا ہے جسے اردو پڑھنے میں دقت ہوتی ہے مگر وہ ناولز کے شوقین ہیں تو ان کیلئے بھی کلاسک اردو میٹریل کے پاس ہے بہت زبردست پیشکش۔آپ ہمارے یوٹیوب چینل "Classic Entertainment" کو سبسکرائب کرکے وہاں موجود ہر کیٹیگری کے لاتعداد اردو ناولز آڈیو بک کی صورت سن سکتے ہیں۔یہ رہا ہمارے یوٹیوب چینل کا لنک

https://youtube.com/channel/UCtawu1YjgdBbKh-so2FwQtA

کلاسک اردو میٹریل کارپوریشن